عشرہ محرم الحرام پر مشتمل شاہکار کتاب

قبر میں کام آنے والی نیکیاں

مجموعۂ تقاریر

مبلغِ اسلام حضرت علامہ

صادق حسن نجفی مدظلہ العالی

قبر میں کام آنے والی نیکیاں

مجموعۂ تقاریر

مبلغ اسلام علامہ صادق حسن نجفی مدظلہ العالی

مرتب

مولانا ندیم عباس حیدری علوی

نظر ثانی

حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری فاضل قم

ناشر

ادارہ منہاج الصالحین

جناح ٹاؤن، ٹھوکر نیاز بیگ، لاہور

فون: 5425372

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ

کتاب	:	قبر میں کام آنے والی نیکیاں
تقاریر	:	مبلغ اسلام علامہ صادق حسن نجفی مدظلہ العالی
مرتب	:	مولانا کلیم عباس حیدری علوی
نظر ثانی	:	حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری فاضل قم
پروف ریڈنگ	:	غلام حبیب، ابرار حسین
فنی تعاون	:	محمد عمران حیدر، کاشف علی جٹ
اشاعت	:	مئی 2010ء
صفحات	:	176
ہدیہ	:	200 روپے

ملنے کا پتہ

ادارہ منہاج الصالحین۔ لاہور

الحمد مارکیٹ فسٹ فلور دکان نمبر 20۔ غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

فون: 042-7225252 ، 0301-4575120

ترتیب

- مجلس اوّل 4
- مجلس دوم 21
- مجلس سوم 39
- مجلس چہارم 56
- مجلس پنجم 73
- مجلس ششم 89
- مجلس ہفتم 107
- مجلس ہشتم 121
- مجلس نہم 132
- مجلس دہم 149
- مجلس یازدہم 163

maablib.org

مجلسِ اوّل

- جو بعض لوگوں کے دل میں اجتہاد، مجتہد، مرجعیت اور فتوے سے صرف نفرت، عداوت، کینہ اور دشمنی پیدا ہوئی۔
- علیؑ کو بھی جلال آ گیا اور اس جلال کے عالم میں ایسا خطبہ دینا شروع کیا جس میں دشمنانِ اہلِ بیتؑ کا سارا کھیل بیان کیا جا رہا ہے۔
- مولاؑ آپ کے شیعہ کی پہچان کیا ہے؟ مولاؑ مومن کی علامت کیا ہے؟
- دوبارہ صُور پھونکو، یہ دوسرا صُور مردوں کو جگانے کے لیے۔
- نہ سب ایک ساتھ آئیں گے، نہ الگ الگ بلکہ گروہ بنائے جائیں گے۔
- سارا قیامت کا مجمع کھڑا اور یہ وہ لوگ ہیں جنھیں لٹایا گیا۔
- اور میدانِ قیامت میں ہمارا جسم بدلے گا نہیں۔
- البتہ جن دیواروں کے درمیان رکھ کر کمرہ بنایا جائے گا وہ آگ کی دیواریں ہوں گی۔
- ان کے گوشت کے ٹکڑے کاٹے جائیں اور یہ گوشت کاٹ کر خود انھیں کھلایا جائے

مجلسِ اوّل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَ اتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ○ (سورۂ بقرہ، آیہ ۱۹۷)

قرآنِ مجید کی جس آیت کو ماہِ محرم کے تیسرے عشرے کے لیے سرنامۂ کلام قرار دیا ہے، اس آیت میں اہلِ ایمان پر سامانِ سفر جمع کرنے کا تذکرہ کیا جارہا ہے، اور ساتھ یہ اشارہ بھی دیا جارہا ہے کہ یہ ایک ایسا سفر ہے جس کے لیے عام سامان نہیں چلے گا۔ آیت کا ترجمہ یہ ہے:

"سامانِ سفر جمع کرو اور بہترین سامان تقویٰ ہے اور صاحبانِ عقل! مجھ سے ڈرتے رہنا اور تقویٰ اختیار کیے رہنا"۔

"قبر میں کام آنے والی نیکیاں" یہ جس سفر کا تذکرہ ہو رہا ہے، وہ وہی سفر ہے کہ جس کے لیے ہمارا عنوان بنا: "قبر میں کام آنے والی نیکیاں"۔ لیکن آج اس حوالے سے مجلس کی ابتداء ایک ایسی روایت سے کی جارہی ہے جسے شاید آسانی کے ساتھ صاحبانِ ایمان برداشت نہ کرسکیں۔ اس لیے چند لمحوں کی تمہید، موضوع کے لیے نہیں۔ موضوع کی تمہید کل آئے گی، آج کی روایت کے لیے۔

ایک گزارش اور کرنی ہے وہ یہ کہ ویسے تو بڑے بڑے علماء ان کے لیے بھی یہ بڑا مشکل ہوتا ہے کہ کسی بھی چیز کے تکرار سے بچیں، بڑے بڑے علمائے کرام کی

مجالس میں بھی بعض چیزیں تکرار کے ساتھ آتی رہتی ہیں، خاص طور پر اگر کسی ایک ہی علاقے میں تیس یا بائیس سال سے کوئی آدمی پڑھ رہا ہو تو مجھ جیسا ایک ادنیٰ سا طالب علم تکرار سے بچ ہی نہیں سکتا لیکن بعض اوقات کسی روایت یا موضوع کے تکرار، بعض مومنین کی خواہش پر بھی ہوتے ہیں۔

اور یہ خواہش کبھی اس لیے بھی قبول کرنا پڑتی ہے کہ تکرار بڑے طویل عرصہ کے بعد ہو رہی ہوتی ہے۔

دیکھیے! حسینیہؑ زہراؑ کا مجمع تقریباً بیس سال سے مجھے سُن رہا ہے۔ میں نے عرض کیا: ایک ادنیٰ سا طالب علم، نئی نئی باتیں بھی کہاں سے لائی جائیں لیکن بارہ سال پہلے ایک روایت میں نے آپ کے اسی شہر مگر یہاں کے منبر سے نہیں کسی اور منبر سے پڑھی تھی۔

بعض مومنین اور بعض مومنات کی خواہش تھی کہ اسے دوبارہ سنا دیا جائے، میرے اپنے موضوع کے لیے بھی یہ روایت بہت ضروری ہے، لیکن چونکہ ذرا طویل روایت ہے، اس لیے مجھے اتنی معذرت کرنا پڑی، کہ آپ تقریباً بیس یا پچیس منٹ تک ایسا محسوس کریں گے کہ جیسے آپ کوئی پرانی مجلس سن رہے ہیں۔

وہ لوگ جنہوں نے بارہ سال پہلے یہ روایت سنی ہوگی۔ اسی روایت کے بارے میں اتنا تو مجھے یقین ہے کہ جس نے ایک بار بھی سنی پھر اس نے اس کو بھلایا نہیں۔

اچھا!

ہم اصل روایت سے پہلے دو چھوٹی چیزیں بتاتے جائیں تاکہ دورانِ مجلس آپ کے لیے یہ مسئلہ پیش نہ آنے پائے کہ فرشِ عزاء پر بیٹھا جائے یا اُٹھ کر چلا جائے۔

میں اپنی مجالس کے حوالے سے اکثر یہ گزارش کرتا ہوں۔ آپ حضرات اگر کبھی کسی مجلس کو برداشت نہ کر پائیں تو آپ تشریف لے جا سکتے ہیں، کم از کم میں اسے نہ بُرا سمجھتا ہوں اور نہ بداخلاقی۔ بہت سارے مسئلے آدمی کو پیش آجاتے ہیں اور میں ایسے عزاخانوں میں مجالس پڑھ چکا ہوں جہاں یہ لوگ اکیلے نہیں آتے بلکہ کئی کئی افراد مل کر آتے ہیں۔ اگر ایک مومن اُٹھ کر جائے تو کم از کم اس کے ساتھ ستر یا اسی آدمیوں کو اُٹھ کر جانا پڑے گا کیوں کہ سواری مشترک ہے، اور یہ منظر بہت کثرت سے اپنی آنکھوں سے دیکھا بھی ہے۔

تو نہ تو میرے بیان کے تسلسل میں فرق آئے گا اور نہ تو خود یہ بات مجھے بداخلاقی لگے گی۔

اچھا ــــــ!

یہ آغاز ہوا، یہ تمہید ہوئی آپ کی مجلس کی پہلی روایت کے سلسلے میں، اور اب اس تمہید کو مکمل کرنے کے لیے۔ گزارش یہ کر دی جائے کہ موضوع ہے: ”قبر میں کام آنے والی نیکیاں“۔ بیان آنکھوں کا ہوگا، لیکن پہلے یہ تو پتہ چلے کہ قبر میں ہوتا کیا ہے؟ آدمی جب سامانِ سفر جمع کرتا ہے تو پہلے وہ یہ معلومات حاصل کرتا ہے کہ جہاں میں جا رہا ہوں، وہاں یہ کون سا سامان کام آ رہا ہے، کیسا لباس لے کر جایا جائے۔ کیسی وہاں کے ماحول کی ضروریات ہیں، جیسے کسی بھی ملک میں آپ جا رہے ہوں۔

پرانے زمانے کی مثالیں نئے زمانے میں بڑی تیزی کے ساتھ ختم ہوتی جا رہی ہیں لیکن فی الحال آپ کسی بھی ملک میں جا رہے ہوں تو آپ کو پہلی فکر تو یہ ہے کہ وہاں پر کرنسی کون سی چلتی ہوگی، کسی ملک کا الگ ماحول ہے اور کسی ملک کا الگ ماحول نہیں۔

چلیں۔۔۔۔!

چھوٹی سی مثال پیش کرتے ہیں، وہ یہ کہ گزشتہ بارہ پندرہ سال میں سفرِ حج پر جانے والے، اپنے ساتھ جو لباس لے کر جاتے ہیں وہ سارے ایسے ہوتے ہیں جو گرمی میں کام آنے والے ہوتے ہیں اس لیے کہ پچھلے پندرہ سال کا حج موسم گرما ہی کا ملا، مگر یہ موسم چلتا رہا۔ گزشتہ دو سال میں ہم جیسے بار بار حج پر جا کر حاجیوں کی خدمت کرنے والے بھی نہ سمجھ پائے۔ دو سال پہلے ایک دم سے موسم نے ایسا پلٹا کھایا کہ اس سال میں اور میرے ساتھی اپنے شہر سے جتنے بھی قافلے لے کر چلے وہاں پہنچتے ہی پریشانی ہوگئی۔

ہم نے کہا تھا کہ گرمی کے کپڑے لے کر چلا کریں، ہلکے لباس لے کر چلا کریں لیکن جب پہنچے تو پتہ چلا کہ اتنی شدید سردی ہے کہ بغیر سویٹر کے گزارا ہی نہیں۔ کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ سامانِ حج کے لیے ہمیں باقاعدہ اگلے سال کوٹ، سویٹر، جرسیاں اور کمبل کہنا پڑیں گے۔ اگر پہلے سے پتہ نہ ہو تو پہلی خرابی یہ نکلتی ہے کہ سامانِ سفر نامکمل نکلتا ہے، ناقص نکلتا ہے۔

تو جب تک یہ پتہ نہ چلے کہ جہاں جا رہے ہیں، وہاں کے حالات کیا ہیں، وہاں کا موسم کیسا ہے، وہاں کی ضروریات کیا ہیں، وہاں پر کیا پریشانیاں آسکتی ہیں، اس وقت تک آدمی سامان جمع کرے تو کیسے کرے۔

آج کی پہلی روایت، اس لیے نہیں کہ مومنین کرام کو یہ بتایا جائے کہ یہ سب ہوکر رہے گا۔ ہوسکتا ہے کہ اس میں سے کوئی چیز بھی ہمارے لیے پیش نہ آئے لیکن ایک خاکہ تو ہو۔ ذہن میں ذرا اندازہ تو ہو، جو نیکیاں ہم قبر کے لیے جمع کر رہے ہیں، تو وہاں کیا کیا مسائل پیش آسکتے ہیں۔

اتنی تمہید میں عام طور پر نہیں باندھتا ہوں لیکن بعض وجوہات کی بنا پر بیان کرنا

پڑتی ہے۔

آیئے ـــــ!

ہمارا موضوع ہے: ''قبر میں کام آنے والی نیکیاں''۔

قبر میں ہوگا کیا؟ کیسا ماحول ہوگا؟ کیسے حالات ہوں گے؟

تو سنئے ـــــ!

روایت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی ہے۔

دیکھئے ـــــ!

روایت سنتے وقت اگر خوف پیدا ہو تو یہ ایمان کی نشانی ہے، روایت اس امامؑ کی ہے جس کا لقب ہی صادق ہے، اور اس مجمع میں پڑھی جارہی ہے جو سب کے سب اس امامؑ کے ماننے والوں کا مجمع ہے، مگر اس روایت کے ساتھ ایک مسئلہ یہ بھی ہے، یہ روایت مکمل نہیں۔ امامؑ نے اس کو مکمل نہیں کیا۔ وجہ کیا تھی؟ وہ روایت کے آخر پر پتہ چلے گا، جیسے نہج البلاغہ، اس کا تیسرا خطبہ۔

آج کل دنیا کے کچھ ایسے حالات ہوگئے ہیں، اور ہمارے بچوں کے عقیدوں کو کچھ اس طریقے سے بگاڑا جارہا ہے اور تاریخی حقائق کو اس طرح سے جھٹلایا جارہا ہے کہ میں اکثر کہتا ہوں کہ آپ نہج البلاغہ میں کچھ اور پڑھیں یا نہ پڑھیں خطبہ شقشقیہ ضرور پڑھئے گا، نہج البلاغہ کا تیسرا خطبہ۔ لیکن کیا لکھا؟ یہی تو لکھا ہے کہ مولاؑ اس خطبے کو مکمل نہیں کرپائے۔

نہج البلاغہ میں جتنے بھی خطبات ہیں، یہ اکثر بلکہ نوے فی صد بلکہ پچانوے فیصد نامکمل ہیں۔ نہج البلاغہ کے خطبے پورے پورے نہیں ہیں، نامکمل ہیں اور یہ میں نہیں کہہ رہا۔ خود نہج البلاغہ کے مرتب حضرت علامہ شریف رضی کی محنت ہے۔ وہ ہر خطبے سے پہلے ایک سرخی لگاتے ہیں۔

وَمِنْ كَلَامٍ
"مولاؑ کے کلام میں سے ایک ٹکڑا"۔

نہج البلاغہ کے اکثر خطبات نامکمل ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ بعض خطبات سے مومنین کرام جھٹ سے کوئی نہ کوئی نتیجہ نکال لیتے ہیں اور وہ نتیجہ کبھی کبھار باقی معصومینؑ کے کلام سے ٹکراتا ہے۔ تو لوگ چکرا جاتے ہیں، اِسے مانیں یا اُسے مانیں۔ مثلاً نہج البلاغہ میں عورتوں کی بڑی مذمت کی گئی۔ عورتوں کی کچھ خرابیاں، برائیاں اور نقائص بیان کیے گئے۔

اب اگر ان سے یہ نتیجہ نکالا جائے کہ اسلام نے عورت کو مرد کے مقابلے میں سیکنڈ گریڈ کا مومن سمجھتا ہے تو یہ بالکل غلط ہے۔ قرآن مجید کی آیتوں اور معصومینؑ کے دیگر کلام اور مولاؑ ہی کے دوسرے فرامینؑ سے ٹکرا رہی ہے۔

بات یہی ہے کہ خطبہ کا ایک جز نہج البلاغہ میں آیا لیکن زیادہ بڑی مثال جو میں تفصیل کے ساتھ نہیں دینا چاہتا۔ اس لیے یہ گھڑی کی سوئیاں ذرا تیزی سے حرکت کر رہی ہیں، لیکن اشارہ کر دوں۔

ایک ایسا خطبہ بھی ہے نہج البلاغہ میں، جس میں فتویٰ دینے والوں کی مذمت کی گئی ہے، اور ہمارے یہاں انقلاب اسلامی کے بعد جو بعض لوگوں کے دل میں اجتہاد، مجتہد، مرجعیت اور فتوے سے صرف نفرت، عداوت، کینہ اور دشمنی پیدا ہوئی۔ اس قسم کے خطبات اکثر وہ اپنے کلام میں پیش کرتے ہیں۔

دیکھیے ــــــ!

مولاؑ نے تو فتویٰ دینے والوں کی ایسی مذمت کی، مگر خطبات کی سُرخیاں دیکھ لیں۔

وَمِنْ كَلَامٍ

"مولاؑ کے کلام میں سے ایک ٹکڑا"۔

تو جب تک کسی بھی خطیب یا مقرر کے پورے کلام کو سامنے نہ رکھا جائے تو نتیجہ نکالنا مشکل بلکہ اکثر غلط ہو جاتا ہے۔ اب یہ ایک الگ سوال ہے۔

دیکھیں۔۔۔!

یہاں پر فوراً سامنے سے ایک سوال ہوگا، وہ یہ کہ سارے خطبات نامکمل کیوں جمع کیے گئے؟ علامہ سید شریف رضی نے انھیں مکمل کیوں نہ کیا؟

یہ ایک الگ موضوع ہے، لیکن مختصری بات علامہ سید شریف رضی اگر حدیث کی کتاب کو جمع کر رہے ہوتے تو الگ مسئلہ تھا۔ انھوں نے تو نام رکھا ہے "نہج البلاغہ"۔

میں عربی فصاحت و بلاغت کا نہج کا طریقہ لوگوں کو سکھانا چاہ رہا ہوں۔

مولاؑ کے خطبات جو نہج البلاغہ میں ہیں، اس کے بعد مستدرک نہج البلاغہ لکھی گئی، اس کی دس جلدیں ہیں۔

نہج البلاغہ میں وہ خطبات ہی نہیں ہیں۔ جو دو معجزے والے خطبات ہوتے ہیں مولاؑ کا ایک خطبہ بغیر الف کا ہے لیکن نہج البلاغہ میں وہ خطبہ نہیں ہے۔ مولاؑ کا ایک خطبہ بغیر نقطے کا ہے، نہج البلاغہ میں وہ خطبہ بھی نہیں۔

تو نہج البلاغہ کلامِ امامؑ کا مکمل مجموعہ نہیں ہے، لیکن دو خطبے نہج البلاغہ میں ایسے ہیں جو مولاؑ خود مکمل نہ کر پائے۔

ابھی تو یہ بات ہو رہی ہے کہ علامہ سید شریف رضی نے مولاؑ کے خطبات کے اقتباسات کو جمع کیا، یعنی خطبے مکمل تھے لیکن علامہ سید شریف رضی نے ان کا ایک ایک ٹکڑا لیا۔ لیکن نہج البلاغہ میں دو خطبے ایسے ہیں جن کو خود میرا مولاؑ ہی مکمل نہ کر پایا۔ ایک کا نام ہے خطبۂ شقشقیہ اور ایک کا نام ہے خطبۂ ہمام۔ اور خطبۂ ہمام جس وجہ سے

مکمل نہ ہوا، اسی وجہ سے یہ روایت بھی مکمل نہ ہوئی، جو آپ کی مجلس کے پہلے حصے کا جز بن رہی ہے۔ خطبہ شقشقیہ، علیؑ جیسے صابر نے جب یہ دیکھا کہ دشمنانِ اہلِ بیتؑ کی جانب سے مسلسل کتنا ظلم اور زیادتی ہو رہی ہے۔ علیؑ کو بھی جلال آ گیا اور اس جلال کے عالم میں ایسا خطبہ دینا شروع کیا جس میں دشمنانِ اہلِ بیتؑ کا سارا کھیل بیان کیا جا رہا ہے۔ علیؑ اپنے اُوپر ہونے والے مظالم کو بیان کر رہے ہیں۔

اور ایک مرتبہ جوش کے عالم میں جیسے دریا بہتا چلا جا رہا ہے اور علیؑ خطبہ دے رہے ہیں، مگر ابھی وہ خطبہ نامکمل تھا کہ کسی نے کھڑے ہو کر ایک غیر متعلق سوال کرلیا۔ مولاؑ نے اس کے سوال کا جواب تو دیا لیکن کیونکہ سلسلہ کٹ گیا، دوبارہ اس خطبے کو آگے نہ بڑھایا۔

عبداللہ بن عباسؓ نے کہا: مولاؑ یہ خطبہ مکمل تو کر دیجیے۔

مولاؑ نے فرمایا: اے ابن عباسؓ! وہ ایک جوش تھا، وہ ایک جلال کی کیفیت تھی، سوال کرنے والے نے سوال کرلیا۔ اب دوبارہ وہ کیفیت طاری نہیں ہو سکتی۔

جا کے دیکھیں ــــــ!

نہج البلاغہ میں بالکل تیسرا خطبہ اور دوسرا خطبہ۔

خطبہ ہمام، جیسے چلتے پھرتے سوال کرلیا جاتا ہے، یہی سوال ہمام نے مولاؑ سے کرلیا۔ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایسا جواب ملے گا۔ مولاؑ! آپ کے شیعہ کی پہچان کیا ہے؟ مولاؑ! مومن کی علامت کیا ہے؟

اس سوال کا جواب میرے مولاؑ نے ایسا دیا کہ سوال کرنے والا برداشت نہ کرسکا اور چیخ مار کر زمین پر گرا اور مر گیا۔ خطبہ نامکمل رہ گیا۔ سوال کرنے والا بھی ایک حد سے زیادہ نہ سُن پایا جو مولاؑ نے اپنے شیعہ کی پہچان بتائی۔

ایک سال ان شاء اللہ اگر زندگی رہے گی تو یہ بھی ہمارا عنوان بنے گا: ''مومن

امیر المومنینؑ کی نگاہ میں"۔

یہ میرا ایک بہت ہی مشہور اور بار بار دہرایا جانے والا عنوان ہے۔

آیئے۔۔۔۔!

جس وجہ سے ہمام والا خطبہ نامکمل رہ گیا کہ راوی سوال تو کر بیٹھا۔ جواب سننے کی تاب نہ رہی، ایک بار حوصلہ جواب دے گیا۔ سنا جاتا ہے، جسم کانپتا جاتا ہے، اب چونکہ مولاؑ کی زبانی سن رہا ہے۔ اگر ہم سے جیسے کسی ادنیٰ طالب علم کی زبانی سنتا تو ماننے سے ہی انکار کر دیتا۔ یہ غلط کہہ رہے ہیں، یہ جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ یہ مولاؑ کی شان گھٹا رہے ہیں، ان کے شیعوں کی نشانیاں بتا کر۔

یہی دوسری حدیث کا مسئلہ ہے جو ہمارے آج کی مجلس کا عنوان بنی، یہ جو حدیث اب پڑھی جا رہی ہے۔ یہ اس لیے نہیں پڑھی جا رہی ہے کہ یہ کہا جائے کہ ہر مومن پر یہ مرحلہ آئے گا نہیں۔

ہم یہ حدیث صرف اس لیے پڑھ رہے ہیں کہ جس قبر میں اپنے آپ کو بچانے والی نیکی چاہیے۔ پہلے وہاں کا ماحول تو پتہ چلے کہ وہاں پر ہوتا کیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہاں کسی مومن کو اس مرحلے سے گزرنا پڑے اور یہ عین ممکن ہے کہ صاحبانِ ایمان کی کثیر تعداد اسے ان مرحلوں کی ضرورت ہی نہ پڑے، مگر پتہ تو چلے کہ وہاں کیا ہوتا ہے۔

جیسے میں نے کہا کہ دو سال پہلے ایسی ٹھنڈک کی لہر آئی کہنا پڑا: سویٹر لے کر جایئے۔ اس سال لوگ لے کر گئے لیکن ضرورت ہی نہ پڑی۔ پتہ چلا وہ موسم، وہ بارشیں ہوئی نہیں۔

تو اب کسی علاقے کے بارے میں کوئی ہدایت دی جاتی ہے تو سو فی صد کی گارنٹی کوئی نہیں دیتا، اس روایت کے لیے تو مجھے اور یہ کہنا پڑ رہا ہے، مگر روایت ہے

کیا؟ "قبر میں کام آنے والی نیکیاں" ہمارا عنوان ہے اور پہلے ہم نے امامؑ سے پوچھنا ہے کہ قبر میں ہوتا کیا ہے؟ ـــــ (صلواۃ)

راوی نے کہا: مولاؑ! ایک بات یہ بتایئے کہ قرآن یہ جو کہہ رہا ہے:

يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَأْتُوْنَ أَفْوَاجًا (سورۂ نبا، آیہ ۱۸)

"جب قیامت کے دن صُور پھونکا جائے گا"۔

دو مرتبہ یہ صُور پھونکا جائے گا پہلی مرتبہ اس لیے صُور پھونکا جائے گا کہ ساری دنیا کو موت آجائے، اور اب الحمدللہ ہمارا مجمع گذشتہ چند سالوں میں ان حالات میں اپنے امامؑ کے فرامین سن رہا ہے کہ یہ بھی آپ نے سن لیا کہ جب قیامت آئے گی تو حکومت امامؑ کی چل رہی ہوگی۔ البتہ فقط اس مسئلے میں علماء میں اختلاف ہے کہ یہ پہلی حکومت ہوگی یا شہادت کے بعد جب امامؑ دوبارہ آئیں گے تو دوسری حکومت ہوگی؟

اسرافیلؑ دو بار صُور پھونکیں گے، پہلی مرتبہ قیامت کا اعلان کرنے کے لیے، جس کے نتیجے میں جتنے لوگ زندہ ہیں سب مرجائیں گے، پھر پروردگار اسرافیلؑ کی موت کا بھی اعلان کرے گا، وہ مارا جائے گا۔ دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو کہا جائے گا کہ دوبارہ صُور پھونکو، یہ دوسرا صُور مردوں کو جگانے کے لیے۔

پہلا صُور زندوں کو مارنے کے لیے تھا، دوسرا صُور مردوں کو زندہ کرنے کے لیے۔

راوی کہتا ہے: مولاؑ! مگر قیامت کے حوالے سے قرآن نے یہ کیا کہا؟

يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَأْتُوْنَ أَفْوَاجًا (سورۂ نبا، آیہ ۱۸)

"جب صُور پھونکا جائے گا تو ساری انسانیت آئے گی"۔

مگر ایک ساتھ نہیں آئیں گے، گروہ در گروہ آئیں گے۔ جب پہلا

صُور پھونکا جائے گا تو سب مریں گے ایک ساتھ، مگر جب صُور پھونکا جائے گا تو قرآن کہتا ہے کہ سب ایک ساتھ نہیں آئیں گے، فوج در فوج گروہ بن کر آئیں گے۔

اچھا ـــــ!

ایک طریقہ تو یہ تھا، جو عقل کے اعتبار سے زیادہ صحیح ہے کہ سب کو ایک ساتھ آنا چاہیے۔

قرآن نے کہا: ایسا نہیں ہے، دوسرا طریقہ یہ کہ ہر ایک کو الگ الگ لایا جائے گا۔ یہ بھی قرآن کہتا ہے کہ نہیں ہوگا۔

نہ سب ایک ساتھ آئیں گے، نہ الگ الگ بلکہ گروہ بنائے جائیں گے۔

اب راوی کا سوال یہ، مولاؑ! یہ جو گروہ آئیں گے، یہ کس انداز سے آئیں گے؟

امامؑ نے فرمایا: سُن! میدانِ قیامت اسرافیل کا دوسرا صُور، اور ایک مرتبہ لایا گیا لوگوں کو۔

ایک لفظ میں پہلے کہہ دوں، وہ آپ خود ہی آخر میں سمجھ لیں گے، اعمال کی بنیاد پر؟

اور وہ اس طرح سے لایا گیا کہ امامؑ نے کہا: سب سے پہلے قبر سے ایک گروہ کو اٹھایا گیا۔ میدانِ قیامت میں لا کر کھڑا کیا گیا۔

نہیں! سب لوگ کھڑے ہیں، ان سے کہا گیا: کھڑے نہ ہوں تو کیا کہا گیا؟ بٹھا دیا گیا؟

کہا: نہیں۔ بیٹھو بھی نہیں، لیٹ جاؤ۔ سارا قیامت کا مجمع کھڑا اور یہ وہ لوگ ہیں جنھیں لٹایا گیا۔ لیٹنے کے بھی دو طریقے ہوتے ہیں: ایک کروٹ پر لیٹنا اور ایک بالکل سیدھا لیٹنا، انھیں سیدھا لٹایا گیا۔

ہیں ــــــ!

کتنا ان سے سلوک کیا گیا، اس لیے کہ قیامت کا دن ہے بہت بڑا۔

كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ

"قیامت کے دن کی مقدار پچاس ہزار سال ہے"۔

کہا: اتنا لمبا یہ قیامت کا دن ہوگا۔

تو یہ اتنے اچھے لوگ جن سے کہا گیا: تم نہ کھڑے ہونا اور نہ بیٹھو، بلکہ جا کر لیٹ جاؤ، لیکن ان کو اس طرح سے لٹایا گیا کہ اس وقت وہ بڑے خوش ہوئے بعد میں کاش ہمیں بھی سب کی طرح کھڑا کر دیا جاتا اس لیے کہ یہ جو اِن کو لٹایا گیا تو اس لیے نہیں کہ بڑی راحت اور بڑا آرام دیا جا رہا ہے، بلکہ اس لیے کہ ہر ایک کے سر پہ ایک ایک فرشتہ کھڑا کر دیا گیا اور ہر فرشتے کے ہاتھ میں ایک پہاڑ، اور اس کو حکم یہ دیا گیا کہ یہ پہاڑ، زمین پر لیٹے ہوئے انسان کے سر پر مارو۔

اور میدانِ قیامت میں ہمارا جسم بدلے گا نہیں۔ پہاڑ سر پہ گرا، ہڈیاں ٹوٹیں، خون کا فوارہ بند ہوا اور لیٹے ہوئے آدمی کے گلے سے ایسی آواز آئی جیسی ذبح ہوتے ہوئے بکرے کے گلے سے نکلتی ہے، وہ تکلیف سے تڑپ رہا ہے۔

بہت ساری ایسی تکلیفیں ہوتی ہیں کہ آدمی سوچتا ہے کہ ہے تو بہت تکلیف مگر ایک ہی مرتبہ کا تو مرحلہ ہے۔ بس! دل مضبوط کر کے گزر جاؤ۔ یہاں ایسا نہیں ہے، ایک بار سر توڑا گیا، ابھی تکلیف سے تڑپ رہا تھا کہ سر کو دوبارہ جوڑ دیا گیا، کیوں؟ تاکہ فرشتہ دوبارہ یہ پہاڑ اس کے سر پہ گرائے، کتنے عرصے تک یہ سر جوڑنا اور توڑنا، یہ مرحلہ عذاب و تکلیف گزرا؟

كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ

پچاس ہزار سال اس مرحلہ عذاب سے، اس پہلے گروہ کو گزرنا ہے۔ فرماتے

ہیں امام: تو نے پوچھا کہ میدانِ قیامت میں لوگ گروہ در گروہ کس طرح سے آئیں گے؟

سُن! ان کے بعد اب ایک دوسرے گروہ کو قیامت میں لایا گیا، انھیں بھی کھڑا نہیں کیا گیا، لٹا دیا گیا، البتہ ایک مل کے ساتھ کروٹ کے ساتھ لٹایا گیا، اب وہ کروٹ پہ لیٹے، مگر کیوں؟

اس لیے کہ ان کے نزدیک لوہا اور سیسہ اسے آگ پہ ڈال کر اتنا گرم کیا جا رہا ہے کہ لوہا پگھل کر پانی بن گیا، سیسہ پگھل کر پانی بن گیا اور یہ پگھلا ہوا سیسہ قطرہ قطرہ ان کے کانوں میں ڈالا گیا۔ اب وہ اُچھلنا چاہتے ہیں مگر فرشتوں نے پکڑ کے رکھا ہوا ہے۔

فرشتوں نے اچھی طرح جکڑ کے رکھا اور قطرہ قطرہ پگھلا ہوا لوہا اور پگھلا ہوا سیسہ ان کے ایک کان میں ڈالا جا رہا ہے، اور جب وہ کان اچھی طرح سے جل گیا تو اب کروٹ کو بدلا گیا۔ اب دوسری کروٹ آگئی اور دوسرا کان ظاہر ہوا اور اس دوسرے کان میں پگھلا ہوا لوہا اور پگھلا ہوا سیسہ قطرہ قطرہ ڈالا جا رہا ہے۔

امامؒ فرماتے ہیں: جب دوسرے کان کی باری آگئی، پورا ہوا عذاب، پہلا کان پھر شروع۔

ارے ــــــ!

کب تک یہ سلسلہ چلے گا؟

كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ

پچاس ہزار سال متواتر۔ امامؒ فرماتے ہیں: اے سوال کرنے والے! سُن، تو نے پوچھا: قیامت کے میدان میں لوگ کس طرح سے گروہ در گروہ آئیں گے؟

اب تیسرا گروہ آیا، انھیں میدانِ قیامت میں کھڑا کیا گیا اور ان کے چاروں

طرف ایک کمرہ بنایا گیا اور اس کمرے میں لا کر چن دیا جائے گا، البتہ جن دیواروں کے درمیان رکھ کر کمرہ بنایا جائے گا وہ آگ کی دیواریں ہوں گی۔

امامؑ فرماتے ہیں: یہ تیسرا گروہ ہوگا، چوتھا گروہ۔ یہ میدانِ قیامت میں اس طرح سے لایا گیا، انھیں لا کر کھڑا کر دیا گیا اور ان کے اطراف میں بہت سارے فرشتے جمع ہو گئے۔ ان کے ہاتھوں میں قینچیاں اور چھریاں ہیں اور یہ اس لیے آئے کہ ان آدمیوں کے دائیں اور بائیں سے ان کے گوشت کے ٹکڑے کاٹے جائیں اور یہ گوشت کاٹ کر خود انھیں کھلایا جائے اور کب تک یہ سلسلہ ہوگا۔

كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ

پچاس ہزار سال، میں اس روایت کو وہاں تک پہنچا دوں جہاں امام معصومؑ نے اپنا کلام ختم کیا۔

فرمایا: تو سوال کرتا ہے، قیامت کے میدان میں لوگ کس طرح گروہ در گروہ لائے جائیں گے؟

پانچواں گروہ آئے گا، اور ان کے سر کے بالوں سے پیر کے ناخن تک باقاعدہ سارے جسم پر زنجیریں لپٹی ہوئی ہوں گی، اور کتنے دن؟

كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ

آج کی روایت اس لیے پڑھی گئی کہ سنئے! یہ قطعاً نہیں کہا جا رہا کہ ہر مومن کو اس مرحلے سے گزرنا پڑے گا، لیکن اگر اتفاقاً ہم میں سے کوئی پھنس گیا تو اسے پہلے سے پتہ تو ہو، کہ اپنے ساتھ کیا لے کر جاؤں۔

اور یاد رکھیے ــــــ!

انھیں چیزوں کا بیان کل سے شروع ہو رہا ہے۔

ذکرِ مصائب شہادت مسلمؑ بن عقیلؑ

کتنا غیرت مند اور صابر ہے میرا امامؑ، اور اللہ نے اتنا ہی بڑا امتحان لیا۔

بس ــــــ!

آخری جملہ، بہت مختصر رہیں گے مصائب لیکن آنے والی تین راتیں ایک شہادت سے پہلے کی، ایک شہادت کی اور ایک شہادت کے بعد کی۔ مصائب زیادہ آجائیں گے۔ بیان مختصر ہو جائے گا، آج صرف ایک چھوٹی سی روایت۔

ایک راوی پہنچا تھا، کہا: مولاؑ! اگر گستاخی نہ ہو، یہ سوال آپ کو بُرا نہ لگے۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ آپ امام معصومؑ ہیں اور امام معصومؑ ہر صفت میں ہر ایک سے بلند ہوتا ہے۔ مولاؑ! پھر یہ بتائیے کہ پھر یہ فرق کیوں آ گیا؟

کون سا فرق؟

کہا: میرا ایک دوست، وہ ابن زیاد کے دربار میں اُٹھا بیٹھا کرتا تھا۔ وہ اس دن بھی ابن زیاد کے دربار میں تھا جس دن آپ کا چچا گرفتار کر کے لایا گیا۔ وہ اس دن بھی ابن زیاد کے دربار میں تھا جس دن آپ کو قیدی بنا کے لایا گیا تھا۔

لیکن وہ بتاتا ہے کہ جب آپؑ کے چچا آئے، تو زخمی تھے۔ ہونٹوں سے خون جاری تھا۔ دونوں ہاتھ باندھے گئے تھے سر پر۔

دیکھئے ــــــ!

جناب مسلم بن عقیلؑ پر تلواروں سے حملہ ہوا، تیروں سے حملہ ہوا، نیزوں سے حملہ ہوا، برچھیوں سے حملہ ہوا۔ مکان کی چھت پر عورتیں تھیں جو پتھر تک مار رہی تھیں۔ سر زخمی، ہونٹ زخمی، دانت زخمی، ہاتھ بھی بندھے ہوئے لیکن کس شان سے ہاشمی شیر آیا؟

زخمی ہے، بدن سے خون ٹپک رہا ہے، مگر سینہ تنا ہوا ہے۔ کمر سیدھی ہے، چہرہ اُٹھا ہوا، ابن زیاد کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر رہے ہیں۔

مولا! جس دن آپ کو لایا گیا، بے شک آپؑ کے ہاتھ بھی بندھے تھے لیکن نہ کوئی بدن پہ کوئی زخم تھا، نہ کوئی تیر و تلوار کا نشان تھا، نہ پتھروں کے آثار تھے۔

مولا! پھر آپ کیوں آئے؟ تو میرا وہ دوست کہتا ہے: سینہ سکڑا ہوا تھا، کمر جھکی ہوئی تھی، چہرہ نیچے تھا۔ آنکھیں زمین پہ لگی ہوئی تھیں۔

مولا! آپ کا چچا کتنا ہی بہادر کیوں نہ ہو، آپ سے زیادہ بہادر تو نہیں ہو سکتا نا، آپ تو امام وقت ہیں۔

یہ سن کر امام سجادؑ کی آنکھوں سے آنسو آ گئے۔ میرا مولا سجادؑ رونے لگا۔

کہا: سوال کرنے والے! تو نے میرا کلیجہ ایک بار اور زخمی کر دیا۔ تیرے دوست نے تجھے فرق تو بتایا مگر یہ نہ بتایا کہ جب میرا چچا آیا تو ایک اکیلا آیا تھا، لیکن ہائے! میرا مولا سجادؑ جب ابن زیاد کے دربار میں پہنچا، بہنیں ساتھ، پھوپھیاں ساتھ، علیؑ اور فاطمہؑ کی بیٹیاں ساتھ، اور ننگے سر۔

ہائے! سجادؑ نگاہیں اُٹھائے تو کیسے؟ ایک طرف زینبؑ کا کھلا سر، ایک طرف کلثومؑ کے کھلے بال۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

maablib.org

مجلسِ دوم

- سامانِ سفر تیار کرو اور یاد رکھو کہ بہترین سامان تقویٰ ہے اور مجھ سے ڈرتے رہنا۔
- بیماریاں کیسے پھیلتی ہیں، صحت کو کس چیز سے نقصان پہنچتا ہے۔
- کمال تو یہی ہے کہ انھی لوگوں کے بیچ میں رہو اور عبادت کرو۔
- ایسی بہترین خوشبو ناک میں آئی کہ آج تک میں نے ایسی خوشبو سونگھی ہی نہیں تھی۔
- بلکہ اسی قبر کے نزدیک جا کر یہ کتا کھڑا ہو گیا۔
- جو شروع میں گیا تھا، بدن لہولہان، جسم سے خون جاری، لباس پھٹا ہوا، جسم کا گوشت لٹکا ہوا اور وہ آ رہا ہے۔
- شاید مرنے والے کے رشتہ دار ہی کوئی نیکی بھجوا دیں۔
- اللہ کوئی عذاب نہیں بھیجتا، اللہ کی طرف سے کوئی عذاب نہیں آتا۔
- ان سے زیادہ گناہ شفاعتِ معصومینؑ سے ویسے ہی بخش دیئے جاتے ہیں۔
- بوڑھے باپ نے جوان بیٹے کا لاشہ، دفن کیا اور خطبہ دیا جو سنہرے حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔

مجلسِ دوم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَ اتَّقُوْنِ يٰاُولِي الْاَلْبَابِ ○ (سورۂ بقرہ، آیہ ۱۹۷)

جس انداز کی مجلس کل آپ نے سنی یقیناً اس قسم کی مجالس کے اثرات تو ہوں گے۔ اور شاید آج ہی ہمیں اس مجلس کا خمیازہ بھگتنا پڑے، لیکن جو موضوع شروع کیا گیا تھا اس کے لیے، اس انداز کی مجلس سے بچنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔

اور یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے جہاں پر حوالہ دیا، تو آخر آیت میں ایک لفظ ایسا استعمال کر دیا جس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ شکایت کرنے والے، یہ کون مولانا آ گئے۔

پتہ چل گیا قرآن کی آیت کے ایک لفظ سے، در حقیقت یہ ساری گفتگو انسان کی نادانی اور ناسمجھی کا نتیجہ ہوتی ہے۔

آیت کا ترجمہ سن لیں۔

"سامانِ سفر تیار کرو اور یاد رکھو کہ بہترین سامان تقویٰ ہے اور مجھ سے ڈرتے رہنا اے عقل رکھنے والو!"

دیکھئے!

اگر عقل ہے تو قرآن کہہ رہا ہے پھر ڈر پیدا ہوا۔ یہ ناسمجھی ہے، یہ نادانی ہے،

یہ بے عقلی ہے کہ آدمی یہ چاہتا ہے۔ (صلواۃ)

اس لیے کہ آنے والے خطرات اس سے آدمی اسی وقت بچ سکتا ہے، جب اس کو پتہ ہو کہ کیا کیا خطرہ پیش آ سکتا ہے۔ اور اگر آپ بات سننے سے انکار کر دیں اور یہ کہیں کہ ہمیں زیادہ ڈرائیے نہیں، تو جو آنے والے مسائل، جو آنے والے مصائب ہیں، جو آنے والی مشکلات ہیں، کیسے آدمی ان سے بچے گا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے بھی۔

وَ اتَّقُوْنِ یٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ (سورۂ بقرہ، آیہ ۱۹۷)

کہا: ''اے عقل رکھنے والو! مجھ سے ڈرو''۔

معصومؑ نے اس حوالے سے ایک ایسی مثال دی ہے جو مثال ہر ایک کی سمجھ میں آ جائے گی۔ اس لیے کہ عذابِ قبر، عذابِ آخرت۔

بیس سال پہلے، پچیس سال پہلے جب اس عنوان پر مجالس شروع کی گئی تھیں تو اس وقت ایک مسئلہ یہ بھی تھا کہ لٹریچر اتنا کم تھا کہ ہر حدیث پڑھنے کے بعد لوگوں کو اس مسئلے کا جواب دینا مشکل ہو جاتا تھا کہ اس کا حوالہ کیا ہے۔

معصومؑ نے اس حوالے سے ایک ایسی مثال دی ہے جس کا تعلق ہماری اس دنیا سے ہے، فرماتے ہیں:

اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمُ الْاَدْیَانِ وَعِلْمُ الْاَبْدَانِ

دو تین مختلف معصومینؑ کی یہ حدیث ہے۔

''علم کی دو قسمیں ہیں، ایک دین کا علم، ایک بدن کا علم''۔

انسان اپنے لیے، اپنی صحت کے لیے کتنا فکرمند رہتا ہے، بیماریاں کیسے پھیلتی ہیں، صحت کو کس چیز سے نقصان پہنچتا ہے۔ کیا کھانا چاہیے، کیا نہیں کھانا چاہیے۔ یہ سارا سلسلہ ہے جو علم الابدان ہے۔ بدن کا علم، اس میں بیان کیا جاتا ہے، جو آدمی

طبی ماہرین کی بات سننے کو تیار نہیں ہوتا تو باقی لوگ اسی کی مذمت کرتے ہیں کہ بھئی! یہ باتیں سنو، یہ تمھارے کام کی ہیں ورنہ نقصان اٹھاؤ گے، اور ہوتا بھی ایسے ہی ہے۔

اب ذرا سی بھی عقل رکھنے والا کبھی یہ نہیں کہے گا کہ کیا ہوا ہے ڈاکٹرز کی عقل نے، اتنا ہمیں ڈرا رہے ہیں کہ فلاں چیز نہ کھانا، ورنہ کینسر ہو جائے گا۔ لیکن نہ صرف یہ کہ ان باتوں کو سنجیدگی سے سنا جاتا ہے بلکہ گذشتہ سالوں کے مقابلے میں اپنی صحت کے بارے میں بھی انسان کا تجربہ بڑھ گیا ہے۔

آدمی خود بھی کوشش کرتا ہے کہ بہت ساری چیزوں کے بارے میں معلومات حاصل کرے۔ ضروری تو نہیں ہے کہ ہر سگریٹ پینے والے کو کینسر ہو جائے۔

امامؑ نے فرمایا: "ایک علم یہ ہے اور ایک ہے علم الادیان"۔

اس کا بھی یہی مسئلہ ہے۔ کل بھی میں نے کئی بار یہ جملہ دہرایا کہ محبانِ اہلِ بیتؑ اس عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ امکانات ہیں۔ آدمی سے سنے اور پھر یہ سوچے کہ اس سے بچنے کا طریقہ کیا ہے؟

تو جس طرح صحت کے اصول اس لیے نہیں بتائے جاتے ہیں کہ آپ کو ڈرایا جائے اور آپ کو پریشان کیا جائے، بلکہ اس لیے بتائے جاتے ہیں کہ آپ ہی کو آگے چل کر اس کا فائدہ ہو۔ اسی طرح یہ جو ہمارا موضوع ہے: "قبر اور آخرت میں کام آنے والی نیکیاں"۔

اس میں کل والی تمہید ضروری تھی کہ دیکھیے! یہ یہ خطرے پیش آسکتے ہیں۔

میں نے کل ایک جملہ اور کہا تھا، ابھی ہمارے پاس فقط ایک حدیث نہیں، بلکہ ایک سلسلہ ہے حدیثوں کا۔

اگر مجھے یہ موضوع دیا جائے کہ قبر اور آخرت میں جو عذاب کلامِ معصومؑ میں پایا جاتا ہے، ہم غیر معصومؑ کے کلام کو تو کوئی اہمیت دیتے ہی نہیں۔

کلامِ معصومؑ میں جو قبر اور آخرت کے حوالے سے عذاب کا پہلو پایا جاتا ہے، تو غالباً ماہِ رمضان کے پورے تیس دن بھی اس کے لیے ناکافی ہوں گے۔

میں نے بطور تبرک یعنی برکت اور اپنے موضوع کی تمہید کے لیے ایک حدیث پیش کی تھی۔ مگر قطعاً یہ موضوع نہیں ہے کہ محبانِ اہلِ بیتؑ کو ان کی محبت کے باوجود یہ عذاب ملے گا۔

اب آیئے ــــــ!

ذرا سی تمہید اور باندھ کر آج سے موضوع شروع کیا جائے گا، وہ یہ کہ کل جو آپ نے سنا تھا وہ کلامِ امامؑ تھا۔ پرسوں جو واقعہ آپ نے سنا تھا وہ کلامِ رسولؐ تھا، اور آج آپ پھر ایک واقعہ سنیئے جو شیخ بہائی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عالم کا ہے۔ ہمارے اس سلسلے میں چند علماء کا تذکرہ بھی ہوگا۔

بہرحال ــــــ!

یہ وہ علماء ہیں جنھوں نے ساری زندگی دینِ اہلِ بیتؑ کو پھیلانے اور آثارِ اہلِ بیتؑ کو ہم تک پہنچانے اور مومنین کرام کو سیرتِ اہلِ بیتؑ پر چلانے میں گزاری۔

بہرحال ــــــ!

ان کا بھی ایک احسان ہم پر ہے۔ چند علماء کا تذکرہ اس سلسلۂ مجالس میں آئے گا۔

شیخ بہائی، دو سال پہلے، اسی عشرے میں، مَیں نے ان کا واقعہ پڑھا تھا جو میر باقر داماد اور شیخ بہائی کے درمیان یعنی ہمارے علماء کے درمیان ایک دوسرے کے بارے میں محبت پائی جاتی ہے۔

علمی اختلاف الگ چیز ہے، لیکن دلوں میں کتنی صفائی تھی۔ شاہ عباس کا جو

واقعہ میں نے پڑھا تھا وہ انھی شیخ بہائی کے بارے میں ہے۔

ایک مرتبہ اس نے سوچا کہ ان دونوں کا امتحان لیا جائے، اور وہ واقعہ پیش آیا۔ بہت ہی مختصر، نہ صرف یہ کہ ایک مرجع عالی قدر، بہترین آرکیٹکٹر، یعنی شیخ علم تعمیرات کے ایسے ماہر ہیں کہ جب انگریز ایران پہنچے تھے تو انھوں نے شیخ بہائی کی بنائی ہوئی عمارتیں دیکھی تھیں تو ان کی عقلیں دنگ رہ گئی تھیں۔ بہت سارے مسائل تو ان کی سمجھ میں نہیں آرہے تھے۔ سمجھنے کے لیے انھوں نے کچھ عمارتوں کو تڑوا دیا، لیکن اس کے بعد دوبارہ اسے بنا نہ سکے۔

ایک موم بتی کے زور پر "حمام" کے پانی کا سالوں سے گرم رہنا، آج کے کی حد تک شیخ بہائی کے علم تعمیرات کے ماہر ہونے کا ایک ثبوت موجود ہے۔ دورانِ حج اور عمرہ ہم لوگوں کا ایک مسئلہ یہ کہ خانہ کعبہ کا طواف اس طرح کرنا کہ بایاں کندھا مسلسل دیوار کعبہ کی طرف رہے۔

رش زیادہ ہو تو وہاں کوئی احتیاط کام نہیں آتی لیکن جہاں رش نہ ہو، ایک اصول میں آپ کو بتاتا ہوں، خانہ کعبہ کے چاروں کونوں کی سیدھ میں آپ دیکھیے گا، تو دو دو مینار نظر آتے ہیں۔

اگر آپ ان دو میناروں کے درمیان نگاہیں جما کر چلیں تو چاہے دعا پڑھ رہے ہیں، چاہے کسی سے باتیں کر رہے ہیں، چاہے ذہن بھٹک کر کہیں پہنچ جائے آپ کا کندھا کبھی خانہ کعبہ سے نہیں ہٹنے پائے گا۔ ہمیشہ ایک کونے سے آگے بڑھیے دوسرے کونے کی سیدھ میں جو دو مینار ہیں۔ ان کے درمیان دیکھیے۔

تاریخ میں لکھا ہے کہ خانہ کعبہ کے ان میناروں کو کسی حکومت نے ذرا سا پھیلا دیا، پہلی بنیاد اس کی شیخ بہائی نے رکھی تھی۔ علم ریاضی کے بہترین ماہر۔ اسلام میں جادو حرام ہے لیکن جادوگر کے جادو سے لوگوں کو بچانے کے لیے بعض اوقات

اجازت دی گئی۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جادو کا توڑ جادو کے علاوہ کسی اور طریقے سے نہیں ہوسکتا۔

شیخ بہائی اس اعتبار سے شیعہ علماء میں ایک مانی ہوئی شخصیت ہیں۔ وہ واقعہ بھی انھی کا ہے کہ جب شاہ عباس نے ایران میں محبت اہلِ بیتؑ پھیلائی تو انھوں نے شیخ بہائی کے سپرد یہ کام کیا اور شاہ عباس ان کے گھوڑے کی لگام پکڑ کے چلا۔ تب ایران میں ایک بڑی تبدیلی آئی۔

یہ سارے واقعات میں پہلے اس منبر سے بیان کر چکا ہوں۔ کچھ پرانی باتیں دہرائی جائیں گی اور کچھ کو چھوڑ دیا جائے گا۔

یہ عظیم عالم اور مرجع مقدس اردبیلی جن کا واقعہ آج کی مجلس کے آخر میں آرہا ہے، ان کے انتقال کے بعد یہ مرجع بنے تھے۔ ان کا ایک واقعہ ہے۔

خیر ــــــ!

انھوں نے خود تو نہیں دیکھا لیکن ایسے آدمی سے نقل کیا ہے جس پر مکمل بھروسہ ہے اور خواب نہیں ہے بلکہ آنکھوں دیکھی بات ہے۔

شیخ بہائی فرماتے ہیں: جس زمانے میں مَیں ایران آچکا تھا اور اصفہان شہر میں ان تمام کاموں میں مشغول تھا، مرجعیت کی ذمہ داری، حوزہ علمیہ کے درس کی ذمہ داری، عام مومنین کے مسائل کا حل اس زمانے میں ایران میں جادو کا بڑا رواج تھا۔ چنانچہ مومنین کرام کو اس سے نجات دلانا ایک مصروف زندگی تھی۔ آدمی تھک جاتا ہے اور تھکن کے عالم میں ذرا سا اس کا دماغ تازہ ہو جائے۔

فرماتے ہیں: میرے ایک دوست ایسے ہیں جن کے پاس جا کر بیٹھتا تھا۔ وہ بڑے متقی اور پرہیزگار، علم میں شیخ بہائی سے کم تھے لیکن معرفت اور تقویٰ کی ایک عجیب منزل ہے۔ تھوڑی دیر ان کے پاس جا کر بیٹھتا تھا۔ ان کی خالی بات سنتا رہتا تھا۔

فرماتے ہیں: ایک دن جب بہت زیادہ تھکن کے عالم میں مَیں ان کے پاس پہنچا۔ یہ واقعہ شہید دستغیب نے بھی اپنی کتاب معاد میں لکھا ہے اور شیخ عباس قمی نے بھی اپنی کتاب "منازلِ آخرت" میں لکھا ہے لیکن خود شیخ بہائی نے بھی یہ واقعہ اپنے قلم سے تحریر کیا ہے۔

فرماتے ہیں: ایک دن میں بہت تھک چکا تھا۔ چنانچہ آج میں اس توقع کے ساتھ وہاں گیا کہ زیادہ دیر بیٹھوں گا، ان کی باتوں سے تازگی آجاتی تھی۔ اصفہان شہر کے باہر ان کا مکان تھا۔ بعض اوقات جب آدمی دین پہ عمل کرنا چاہتا ہے تو اپنے شہر اور گھر کے ماحول کو دیکھ کر بھی عاجز آجاتا ہے۔ اگرچہ اسلام نے منع کیا ہے۔

ایسا اسلام نہیں چاہیے کہ جنگل میں بیٹھ کر اللہ کی عبادت کر رہے ہیں یا پہاڑ کی چوٹی پہ اللہ کی عبادت کر رہے ہیں۔ کمال تو یہی ہے کہ انھی لوگوں کے بیچ میں رہو اور عبادت کرو، لیکن اس متقی، پرہیزگار اور معرفت والے بزرگ نے اپنا مکان شہر سے ذرا باہر بنوایا۔ پرانے زمانے میں قبرستان بھی شہر سے باہر بنائے جاتے تھے۔ چنانچہ ان کا گھر اور قبرستان آمنے سامنے تھا اور دو یا تین دن کے بعد ملا۔

احمد نراقی کا ایک واقعہ سنیں گے وہ بھی ایک ایسے مومن کا جس کا گھر قبرستان کے سامنے تھا، اس میں بتایا گیا ہے کہ قبر میں کیا ہوتا ہے، اس میں آئے گا کہ قبر میں آدمی بچتا کیسے ہے؟

خیر ـــــ!

گئے ان کے پاس، لیکن آج جو جا کر بیٹھے تو وہ مزہ نہیں آ رہا تھا جس کے لیے شیخ صاحب خاص طور پر شہر چھوڑ کر آئے تھے۔ ایسا لگ رہا ہے کہ وہ شیخ صاحب سے بھی زیادہ پریشان ہیں۔

شیخ نے گھبرا کر کہا: کیا بات ہے؟

جواب دیا: آج صبح ایک ایسا منظر میں نے دیکھا کہ اب تک میرا دماغ ٹھکانے نہیں، آنکھوں سے دیکھا ہے، کوئی خواب کی بات نہیں۔

شیخ نے کہا: ایسا کیا منظر دیکھا؟

جواب دیا: اپنے دستور کے مطابق آج بھی میں قبرستان میں گیا، روزانہ فجر کی نماز پڑھنے کے بعد میں قبرستان میں جاتا ہوں اور قبر کے مُردوں کو ثواب پہنچا کے آتا ہوں۔

ہمارا موضوع جو دراصل آج سے شروع ہونے والا ہے، قبر میں کام آنے والی نیکیاں۔ ایک وہ نیکیاں جو آدمی خود کرے تو قبر میں کام آتی ہیں۔ ایک یہ کہ اگر کوئی آدمی دنیا سے چلا گیا تو اس کے رشتہ دار نیکیاں کریں جو اس کے کام آئیں۔

فرماتے ہیں: میں روزانہ جاتا ہوں۔ میں قبرستان کے گیٹ سے داخل ہوا۔ سب کو سلام کیا اور پھر گیٹ کے قریب والی قبر پر میں قرآن پڑھنے لگا۔ ایک مرتبہ مجھے ایسا لگا کہ جیسے ایسی بہترین خوشبو ناک میں آئی کہ آج تک میں نے ایسی خوشبو سونگھی ہی نہیں تھی۔

اب ذرا مجھے حیرت ہوئی، میں نے آنکھیں کھولیں۔ دیکھا کہ خوبصورت نوجوان شاہی لباس پہنے ہوئے، سر پر ایک چھوٹا سا تاج اور وہ قبرستان میں داخل ہو رہا ہے اور چل رہا ہے۔ میں نے دیکھا وہ چلتے چلتے آخر قبرستان میں جا کر رُکا اور ایک قبر کے قریب کھڑا ہو گیا۔ پھر میں اگلی قبر پر گیا اور وہاں پر میں پھر کوئی دعا مانگنا چاہتا تھا۔ ویسے ہی میری آنکھ کھل گئی، اور میں نے قبرستان کو دیکھا تو میں گھبرا گیا۔ وہ نوجوان نظر نہیں آیا۔ قبرستان سے جانے کا ایک ہی راستہ تھا، جس کے قریب میں کھڑا ہوں۔

یہ آدمی ایسی خوشبو لگا کر آیا تھا کہ میری آنکھ نے مجھے فوراً متوجہ کیا تھا کہ اگر

یہ گیا ہوتا تو تب میں متوجہ ہوتا۔ چاروں طرف دیکھا، نظر نہیں آیا۔

اب قبرستان میں آیا تھا فاتحہ کے لیے۔ عقل حیران تو تھی لیکن میں نے کہا: اپنا اصل کام کروں، دوسری قبر کے نزدیک میں دعا میں مشغول ہوا کہ ایک مرتبہ میری ناک میں بدبو آئی اور ایسی بدبو آئی کہ تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ ایسی بدبو بھی دنیا میں ہوسکتی ہے، گھبرا کے میں نے آنکھیں کھولیں کہ یہ کون آدمی قبرستان میں آ رہا ہے، ایسی حالت میں؟

آدمی تو نظر نہیں آیا، قبرستان کے دروازے سے ایک کتا داخل ہوتا نظر آیا، بالکل سیاہ اور کالا کتا اور شکل ہی اس کی اتنی ہیبت ناک کہ ڈر گئے۔ میں گھبرا کے ایک طرف ہوا لیکن کتا سیدھا آگے چلا گیا۔ ذرا سا میں دیکھتا رہا کہ کتا کہاں جا رہا ہے، لیکن میں نے دیکھا کہ اسی کونے میں بلکہ اسی قبر کے نزدیک جا کر یہ کتا کھڑا ہوگیا جہاں تھوڑی دیر پہلے ایک نوجوان کو میں نے دیکھا تھا۔

خیر ــــ!

اتنا زیادہ فاصلہ تھا کہ میں نے سوچا کہ اپنا کام جلدی سے کرو اور نکلو قبرستان سے۔ ایک بار ادھر سے فارغ ہوا کہ ویسے ہی یا شاید جان بوجھ کر پھر نگاہیں اُٹھ گئیں۔ میں یہ دیکھ کر گھبرا گیا کہ وہ کتا بھی غائب ہو چکا ہے۔ ابھی میں پریشان کھڑا ہوں کہ مجھے ایک کتے کے بھونکنے اور ایک نوجوان کے چیخنے کی آواز آئی۔

یہ ایک ایسا منظر تھا کہ آدمی برداشت نہ کرسکے۔ میں ایک مرتبہ بھاگا اور دوڑا اس قبر کی طرف۔ جب میں آدھے قبرستان میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ایک قبر سے کوئی آدمی ہاتھ ٹیک کر باہر آ رہا ہے، اور تھوڑی دیر بعد دیکھا تو وہی نوجوان قبر سے باہر آ رہا ہے۔ جو شروع میں گیا تھا، بدن لہولہان، جسم سے خون جاری، لباس پھٹا ہوا، جسم کا گوشت لٹکا ہوا اور وہ آ رہا ہے۔

میں گھبرا کر اس کی مدد کے لیے گیا اور ایک بار اس سے کہا: بھائی! یہ ہو کیا رہا ہے؟ تم کون ہو؟ اور وہ کون کتا تھا جس نے تم پر حملہ کیا؟ اس نے اشارہ کیا۔ اسی قبر کی جانب اشارہ کیا جہاں یہ دونوں واقعات ہوئے۔

کہا: یہ جو مرنے والا ہے، کل اسے دفن کیا گیا، ہر ایک کو معلوم ہے کہ پہلی رات ذرا سی رعایت ملتی ہے، شاید مرنے والے کے رشتہ دار ہی کوئی نیکی بھجوا دیں۔

کہا: میں اس کے نیک اعمال ہوں، اللہ نے مجھے اس شکل میں بھیجا کہ تم جاؤ اور وہ جو کالا کتا آپ کو نظر آیا تھا وہ اس کے بُرے اعمال ہیں۔ ہم دونوں اس قبر میں جمع ہوئے، لیکن افسوس، مرنے والے نے ایک کتے کو زیادہ طاقتور بنا دیا تھا اور مجھے کمزور کیا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنی حد تک کوشش کی کہ مرنے والے کو بچاؤں اس کتے سے، لیکن مجھ میں اتنی طاقت ہی نہ تھی۔ جتنا مقابلہ کر سکتا تھا مقابلہ کیا۔ آخر میں زخمی کرنے کے بعد کتے نے مجھے نکال دیا۔ اب وہ جانے اور یہ کتا جانے، جو قیامت تک اس کی قبر میں رہے گا۔

اس کے آخر میں شیخ بہائی معصومینؑ کی دو احادیث کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ تجسم اعمال ایک ایسی چیز ہے جو کلامِ امامؑ سے ثابت ہے کہ قبر میں انسان کے اعمال کو باقاعدہ جسم بنا کر بھیجا جاتا ہے۔

اور یاد رکھیے ــــــ!

اللہ کوئی عذاب نہیں بھیجتا، اللہ کی طرف سے کوئی عذاب نہیں آتا۔ یہ آدمی خود نیک اعمال اور بُرے اعمال کرتا ہے، گناہ ہر ایک سے ہوتے ہیں، اور بہت سارے گناہ رحمتِ خدا سے ویسے ہی معاف ہو جاتے ہیں۔ اور ان سے زیادہ گناہ شفاعتِ معصومینؑ سے ویسے ہی بخش دیئے جاتے ہیں۔ لیکن اس طرح سے سلسلہ کہ دن رات آدمی گناہوں میں لگا ہو تو یہ کیفیت ہو جاتی ہے کہ وہ کتا اتنا طاقتور ہو جاتا

ہے جو قیامت تک تکلیف پہنچاتا رہتا ہے۔

یہی وجہ ہے، جن کو ان چیزوں کی حقیقت معلوم ہے، ان کی زبان پر ایک عجیب جملہ آتا ہے۔ حضرت ابوذرِ غفاریؓ کا نام آپ نے سنا۔ ہمارے یہاں غِفاری کہلاتے ہیں پیغمبرؐ نے ان کو لقب دیا ہے: ''لقمانِ اُمت''۔

من لا یحضرہ الفقیہ نامی کتاب، شیخ صدوق نے ان کا چھوٹا سا خطبہ نقل کیا، وہ پورا خطبہ بار بار پڑھنے کے قابل ہے۔ یہ معصومینؑ کے براہِ راست تربیت یافتہ صحابی ہیں۔ امامؑ نے انھی کے بارے میں یہ جملہ ارشاد فرمایا:

''آسمان نے آج تک ابوذرؓ سے زیادہ سچے انسان کے سر پہ سایہ نہیں کیا اور زمین نے آج تک ابوذرؓ سے زیادہ سچے انسان کو اپنے اُوپر نہیں اٹھایا''۔

یہ ہیں ابوذرؓ، جنھوں نے اس زمانے میں بھی محبت اہلِ بیتؑ کی خاطر، زمانے کی حکومت ٹھکرا رکھی تھی۔ اگرچہ اس کے نتیجے میں انھیں جلاوطن کر دیا گیا۔ ابوذرؓ کو اس جرم میں مدینے سے باہر نکال دیا گیا کہ یہ حکومتِ وقت اور حکمران پر اعتراض کرتے تھے۔

ابوذرِ غفاریؓ اپنی بیوی، اور چھوٹی سی بچی اور جوان بیٹے جن کا نام شیخ صدوق نے ذر لکھا ہے جس کی وجہ سے یہ ابوذرؓ کہلائے، ان کو لے کر ربذہ کی بستی میں جلاوطن ہوئے۔

ساری زندگی پیغمبرؐ کے ساتھ گزاری۔ روایتوں میں یہ ہے کہ سلام کا طریقہ ابوذرؓ سے چلا۔ جب پہلی مرتبہ یہ رسولؐ سے ملے تھے تو پیغمبرؐ کو دیکھتے ہی سلام کیا تھا اور وہی سے یہ کلمۂ سلام اسلام میں آیا۔ جوانی میں، عین خانہ کعبہ میں کھڑے ہو کر قریشِ مکہ کو اس وقت چیلنج کیا تھا اور ان کے بتوں کو بُرا کہا تھا۔ جب اسلام تقیہ کے ماحول میں تھا اور پیغمبرؐ نے کہا تھا: ابوذرؓ! تم اتنے سچے انسان ہو کہ آگے بھی جب

ایسے حالات پیش آئیں گے تو ہر ایک کو تقیہ واجب ہو جائے گا لیکن تمہارے لیے تقیہ نہیں ہے۔ چنانچہ مدینے کے اندر اس زمانے کے حکمران کے خلاف مسجد نبویؐ کے دروازے پر ایک جہاد کرتے رہتے تھے۔

اب سنئے ——!

عالم غربت، پردیس، جلاوطنی، جنگل میں جا کر بیٹھے اور جوان بیٹا انتقال کر گیا۔ بوڑھا باپ نے جوان بیٹے کا لاشہ، دفن کیا اور خطبہ دیا جو سنہرے حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔ مگر میں اس کے صرف دو جملے نقل کر رہا ہوں:

> ''اے میرے جوان بیٹے! بوڑھا باپ تیرے غم میں مر جاتا مگر دو چیزوں نے مجھے زندہ رکھا: ایک یہ کہ بیٹا یہ خیال میرے دل میں آتا ہے کہ تو وہاں چلا گیا جہاں تو خود اپنی کوئی مدد نہیں کر سکتا، میں موجود رہوں میں تیری زیادہ سے زیادہ مدد کروں تاکہ تیری زحمتیں کم ہو جائیں اور دوسری بات یہ کہ جتنی زندگی اللہ مجھے دے دے میں اپنی قبر کے لیے زیادہ سے زیادہ سامان جمع کروں''۔

ارباب ایمان ——!

قبر کا سامان ایک ایسا مسئلہ ہے کہ ابوذرؓ جیسا عظیم صحابی وہ بھی کہتا تھا کہ میں اور زندگی چاہتا ہوں تاکہ زیادہ سے زیادہ نیکیاں سمیٹ کر لے جاؤں، کیونکہ وہاں سب سے زیادہ کام آنے والے اپنے اعمال ہیں۔

اب ذرا دیکھئے ——!

وہ کام آنے والے اعمال کیا ہیں؟ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''جب کوئی مرنے والا اپنی قبر میں جاتا ہے، انتہائی گھبراہٹ کا عالم ہے۔ ایک

مرتبہ اس نے دیکھا کہ میری قبر میں ٹھنڈک بھی آئی، میری قبر میں روشنی بھی آئی اور میری قبر میں کچھ مجھ سے بات کرنے والے بھی آئے سامنے سے۔ اس نے دیکھا چھ نور چلے آرہے ہیں اور وہ خالی آئے نہیں بلکہ آنے کے بعد بکھر گئے۔ ایک اس کے سرہانے چلا گیا، ایک پائنتی کی طرف چلا گیا، ایک اس کے دائیں آ گیا اور ایک اس کے بائیں آ گیا۔ ایک اس کے سامنے آ گیا، اور چھٹا جو ان سب سے زیادہ نورانی تھا وہ ان پانچوں کے اُوپر اس طرح سے چلا گویا جیسے سردار اپنے غلاموں پر۔ اس کے بعد اس نے ایک منظر دیکھا کہ میری قبر میں عذاب آنا شروع ہوا مگر کدھر سے آئے۔ دائیں طرف سے آئے تو بائیں طرف کا نور اسے روکتا ہے، بائیں طرف سے آئے تو بائیں طرف کا نور اسے روکتا ہے۔ سرہانے سے آئے کہ پائنتی سے آئے ہر طرف جو نور کھڑا ہے اس کا کام ہی یہ ہے کہ آنے والے عذاب کو روکے۔

اب پہلے اسے خود حیرت ہوئی کہ یہ کون ہیں جو مجھے بچانے آ گئے؟ ایک مرتبہ اس نے یہ دیکھا کہ ان لوگوں نے خود بھی ایک دوسرے سے سوال کرنا شروع کر دیا۔ دائیں طرف سے پوچھا گیا: تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا: میں اس مرنے والے کی نماز ہوں۔ بائیں طرف والے نے کہا: میں اس کا روزہ ہوں۔ سرہانے والے نور نے کہا: میں اس کا حج اور عمرہ ہوں۔ سینے پہ موجود نور نے کہا: میں اس کی زکوٰۃ ہوں۔ پائنتی والے نور نے کہا: یہ جو مومنین کی مدد کرتا تھا میں وہ نیکی ہوں۔

پھر وہ چھٹا نور جو سب کے اُوپر تھا، اس نے سوال کیا ایک ایک سے۔ آخر میں پانچوں نے مل کر کہا: ہم نے تو اپنا تعارف کروا دیا۔ اب تم اپنا تعارف کراؤ، تم کون ہو؟

ایک مرتبہ اس نے کہا: میں اس کے سینے میں موجود محبت اہلِ بیتؑ اور ولایت آلِ محمدؐ ہوں۔ (نعرۂ حیدری)

اور ساتھ میں ایک جملہ بھی کہا: میں یہاں ہوں اس لیے تم یہاں ہو، اگر میں یہاں نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی یہاں نہیں آ سکتا تھا۔

نماز بچاتی ہے عذاب سے، لیکن وہی نماز بچاتی ہے جو ولایت آلِ محمدؐ کے ساتھ ہو۔ حج اور عمرہ بچاتا ہے عذاب سے، لیکن وہی حج و عمرہ جو ولایت آلِ محمدؐ کے ساتھ ہو، ہر نیکی بچا سکتی ہے لیکن سب کی شرطِ اوّلین یہ ہے پہلے ولایت آئے۔ یہ سب ولایت کے غلام ہیں۔ محبت اہلِ بیتؑ ہوگی تو یہ آئیں گے۔ اگر محبت نہیں ہے تو چاہے نماز ہو، چاہے روزہ ہو، چاہے حج و عمرہ ہو، چاہے زکوٰۃ ہو تو اگر یہ عذاب سے بچائیں تو اُلٹا عذاب بڑھ جائے گا۔ (نعرۂ حیدری)

ذکرِ مصائب روانگی کربلا سے کوفہ

کل آپ حضرات کے علم میں ہے کہ شہادت کی رات ہے۔ آج جس علیؑ کا میں تذکرہ کر رہا ہوں کل اسی علیؑ کے پوتے دوسرے علیؑ کا تابوت نکلے گا۔ اگر ولایت علیؑ جیسی نیکی نہ ہو تو وہی تماشا ہوتا جو میدانِ کربلا میں ہو رہا تھا۔

نمازیں بھی ہمارے سامنے دو قسم کی آتی ہیں: ایک وہ نماز آتی ہے کہ جب نمازی شور مچا رہے تھے: اے شمر! جلدی سے حسینؑ کا سر جدا کر، اس لیے کہ ہمارا نماز کا وقتِ فضیلت نکلا جا رہا ہے۔ ایک وہ ہیں کہ جنھوں نے نماز کو پڑھنا ہے فرزندِ رسولؐ کو ذبح کرنے کے بعد۔ اور ایک نماز وہ ہے کہ امام حسینؑ کے صحابی آسمان کو دیکھتے ہیں، عاشور کی دوپہر ہوتی ہے۔

مولاؑ! وقتِ نماز آ گیا، ایک نماز اور آپ کے ساتھ پڑھنا ہے، امام حسینؑ ہاتھ اُٹھا کر دعا دیتے ہیں:

جَعَلَكَ اللّٰهُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ

"اللہ قیامت میں تمہیں نمازیوں میں شامل کرے"۔

ایک نماز وہ ہے جہاں وقتِ فضیلت کے لیے جس کے قتل میں جلدی کی جاتی ہے، اور ایک نماز وہ ہے جس نماز کو بچانے کے لیے حسینؑ اپنے دو صحابیوں کو آگے کھڑا کر دیتے ہیں۔ ہماری نماز ہو جائے، تلواروں کو سینے پہ روکنا، تیروں کو سینے پہ روکنا۔

یاد رکھیے!

تو اذان ہمارے ہاں نہیں رہی۔ یہ نماز اور اذان تو وہ چیز ہے اگر سیاسی بھی ہو، مصلحت والی بھی ہو، دشمنی اہلِ بیتؑ والی بھی ہو، اہلِ بیتؑ کے خطبوں کو کاٹنے والی بھی ہو، تب بھی علیؑ کا پوتا یعنی علیؑ ابن حسینؑ جناب سجادؑ اس کا بھی احترام کرتا ہے۔

پتہ ہے؟ یہ اذان جو ابھی دی گئی، اذان کی نیت سے نہیں دی گئی ہے۔ یہ اذان جو ابھی دی گئی ہے اس لیے نہیں دی گئی ہے کہ وقتِ نماز آچکا ہے۔ یہ اذان اس لیے نہیں دی گئی ہے کہ اللہ کی کبریائی کا اعلان کرنا ہے۔ یہ اذان دی گئی ہے امام معصومؑ کے کلام کو کاٹنے کے لیے۔

سیاسی اذان، مصلحت والی اذان، جعلی اور نقلی اذان ہے۔ مگر ہے تو اذان نا۔ احترام اس کا بھی کیا۔ جناب سجادؑ نے اپنا خطبہ روک دیا۔ اذان کیسی ہی کیوں نہ ہو، اذان کا ایک احترام ہے۔ مولا سجادؑ، یہ جو ایک احترام کا پیغام بھی دے رہے ہیں۔

تو یاد رکھیے!

فرماتے ہیں: میں پورے سفر میں،

اربابِ عزا!!

یہ مدینے سے کربلا کا سفر نہیں ہے۔ یہ کربلا سے شام کا سفر ہے۔ یہ وہ سفر

نہیں ہے کہ سیدانیاں محملوں میں بیٹھی ہوں۔ نہیں بلکہ یہ وہ سفر ہے جس میں نہ پردہ ہے، نہ محمل، نہ عباسؑ ہے، نہ علی اکبرؑ۔

امام سجادؑ کہتے ہیں: پورے سفر میں مَیں نے کسی بی بی کو نمازِ شب بھی قضا کرتے نہیں دیکھا۔ اگر شامِ غریباں پانی نہ تھا تو خاکِ کربلا سے تیمم کر کے نماز پڑھی۔

مولا سجادؑ فرماتے ہیں: میں نے دیکھا بیبیوں کے ہاتھ پسِ گردن بندھے ہوئے ہیں، اسی حالت میں نماز پڑھی جا رہی ہے۔

میں نے ابھی بیبیوں کے حوالے سے جتنے جملے کہے یہ پھر بھی کم ہیں۔ ایک راوی مدینے میں جنابِ سجادؑ کے پاس پہنچا۔

کہا: مولا سجادؑ! کچھ ایسے لوگ جو کوفہ میں تھے یا راستے میں تھے یا شام میں تھے، انھوں نے اس قافلے کی تفصیل ہمیں بتائی۔ مولاؑ! ایک بات بڑی عجیب ہے، انھوں نے یہ بتایا کہ قافلے میں اُونٹوں پر یہ بیبیاں سوار تھیں اور ان کے آگے نوکِ نیزہ پر کٹے ہوئے سر چل رہے ہیں، مگر مولاؑ! انھوں نے بتایا، کٹے ہوئے سروں میں حسینؑ کا سر تھا، اکبرؑ کا سر تھا، قاسمؑ کا سر تھا، لیکن مولا عباسؑ کا سر انھیں نظر نہیں آیا، کیا عباسؑ کا سر کربلا میں نہیں کاٹا گیا؟

میرے مولاؑ نے کہا: عباسؑ کا سر بھی کاٹا گیا۔

کہا: آقا! تو پھر یہ سر نظر کیوں نہیں آیا؟

فرمایا: سنو! عجیب سوال کیا ہے۔ گیارہ محرم کو جب سب کٹے ہوئے سر آ گئے تو پسرِ سعد نے کہا: انھیں نوکِ نیزہ پر بلند کرو۔ نوکِ نیزہ لائے گئے، حسینؑ کا سر بلند ہوا، قاسمؑ کا سر بلند ہوا، اکبرؑ کا سر بلند ہوا، عباسؑ کا سر نوکِ نیزہ پر لگایا گیا، نوکِ نیزہ سے زمینِ کربلا پر گر پڑا۔ دوبارہ کوشش کی گئی، تین مرتبہ کوشش کی گئی لیکن تینوں مرتبہ

ناکامی ہوئی۔

پسرِ سعد نے کہا: ہمیں تاخیر ہو رہی ہے، اے خولی! یہ سر تو اپنے گھوڑے کی گردن میں باندھ لے۔

اے عزادارو ــــــ!

جب گھوڑا دوڑتا ہے تو گردن کو جھکا کر دوڑتا ہے، یہ کٹا ہوا سر کبھی زمینِ کوفہ سے ٹکرائے، کبھی زمینِ شام سے ٹکرائے۔

ہائے ــــــ!

سارے راستہ یہ سر زمین سے ٹکراتا گیا۔

راوی نے سوال بدل دیا، کہا: مولاؑ! اچھا پھر یہ بتایئے جب باقی سارے نوکِ نیزہ پر بلند ہو گئے، آخر آقا! عباسؑ کا سر کیوں نہ ٹھہرا؟

فرمایا: تجھے نہیں پتہ، ارے! میرا چچا کتنا غیرت مند تھا، جس نے گھر کے صحن میں اپنی بہنوں اور اپنی بھتیجیوں کے ننگے سر نہ دیکھے، ہائے! میرا غیرت مند چچا، نوکِ نیزہ سے کوفے کے بازاروں، شام کے درباروں، کیسے زینبؑ وکلثومؑ کا کھلا سر دیکھتا، ہائے میرا غیرت مند چچا۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ

maablib.org

مجلسِ سوم

- اہم ترین اور بنیادی نیکی محبت اہلِ بیتؑ ہے۔
- سامانِ سفر سے مراد، قبر کے بارے میں سوچتے رہنا، آخرت کے بارے میں سوچتے رہنا، اس کے لیے سامانِ سفر جمع کرنا ہے۔
- خاندانِ اہلِ بیتؑ کو پروردگار ساری دنیا کی ہدایت کا خاندان بنا رہا ہے۔
- نبیؐ اور امامؑ کا خواب حق ہوتا ہے۔
- فرمانِ پیغمبرؐ: دو شخصیتوں کا احترام کرو، ایک عالم، کسی بھی ملک و ملّت کا ہو، دوسرے شریف گھرانے کے آبرومند لوگ جو حالاتِ زمانہ کے بدلنے سے قیدی بن گئے۔
- جس سے رسولؐ نے منہ پھیر لیا اس سے علیؑ نے منہ پھیر لیا اور جس سے علیؑ نے منہ پھیر لیا، وہ چاہے کتنا ہی نیکوکار کیوں نہ ہو، پتہ نہیں اس کا انجام کیا ہوگا؟
- عباسؑ کا امتحان تلوار چلانا نہیں ہے، عباسؑ کا امتحان ہے تلوار نہ چلانا۔
- جنابِ سجادؑ نے کربلا میں بابا حسینؑ سے کہا: آقا! میں یہ برداشت نہیں کرسکتا کہ میرے خاندان کی آواز کوئی نامحرم سنے۔
- مولا سجادؑ سے کوئی پوچھے: ارے مولا سجادؑ! اللہ تعالیٰ نے کتنا بڑا امتحان آپؑ کا لیا ہے۔

مجلسِ سوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَ اتَّقُوْنِ يٰٓاُولِى الْاَلْبَابِ○ (سورۂ بقرہ، آیہ ۱۹۷)

سورۂ مبارکہ بقرہ کی آیت، جس کا ترجمہ یہ ہے:

"سامانِ سفر جمع کرو اور بہترین سامان تقویٰ ہے، مجھ سے ڈرتے رہنا اے صاحبانِ عقل"۔

قرآن کریم کی یہ آیت گذشتہ دو دن سے ہمارے اس موضوع کا سرنامۂ کلام ہے کہ دنیا میں تو انسان بے شمار طریقوں سے اپنی پریشانیاں دُور کر لیتا ہے مگر قبر میں پہنچنے کے بعد وہاں کام آنے والی نیکیاں کیا ہوں گی۔

پہلی اہم ترین اور بنیادی نیکی محبت اہلِ بیتؑ جس کا تذکرہ کل کی مجلس میں ہوا، اگرچہ یہی نیکی اتنی اہم اور اتنی جامع ہے، اگر اس کے مختلف پہلوؤں کو ہی واضح کیا جائے تو یہ پورا عشرہ اسی ایک بیان کے لیے ختم ہو جائے گا بلکہ پھر بھی یہ بیان ناکافی ہو۔ لیکن چونکہ صاحبانِ ایمان کا وہ مجمع جو دنیا میں آتے ہی پہلا پیغام یہی حاصل کرتے ہیں بلکہ اپنے بزرگوں کے اسلاف سے یہ پیغام لے کر آتے ہیں۔ اس لیے اس کی زیادہ وضاحت کی ضرورت نہیں، فقط اس میں ایک نکتہ قابلِ توجہ ہے۔ وہ آج نہیں آئے گا وہ کل آئے گا۔ اب اس کے بعد والی دیگر نیکیوں کا بیان شروع

ہو جانا چاہیے۔ مگر تمہید کے طور پر ایک مختصر سا واقعہ اس کے بعد میری اپنی زندگی کے طریقۂ کار کی وجہ سے، ایک مختصر سا معروضہ اور پھر موضوع کا تسلسل۔

واقعہ یہ ہے کہ یہ جو حکمِ قرآنی ہے، کتنے مختلف انداز اور طریقوں سے معصومینؑ اپنے ماننے والوں کو یاد کرا رہے ہیں۔ قرآن میں حکم تو آ گئے کہ سامانِ سفر جمع کرو لیکن اب امام معصومؑ جو شریک القرآن ہیں، قرآن کے اس حکم کو مختلف انداز سے، مختلف طریقوں سے وقتاً فوقتاً کبھی مثال دے کر، کبھی خطبے کے ذریعے، کبھی دعا کے ذریعے سمجھا رہے ہیں۔

ان میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ رات کی تاریکی ہے اور سردیوں کا موسم، مدینہ شہر ہے اور غیر متوقع طور پر مدینے میں بارش ہونے لگی۔ چنانچہ سخت اندھیرا، اب رات کی تاریکی، موسلا دھار بارش ابھی رُکی ہے لیکن اس کے اثرات گلیوں میں کیچڑ، ہر طرف اندھیرا اگر ضروری کام کسی کو بھی پیش آ سکتا ہے۔

مدینے کے ایک مومن کو کوئی ایسا مسئلہ پیش آ گیا کہ جس موسم میں کوئی آدمی گھر سے نکلنے کو تیار نہ ہو اور اب تیزی کے ساتھ وہ چل رہا ہے، اور ایک ہی خیال اس کے دل میں ہے کہ میں تو باہر نکلا لیکن ایسے موسم میں رات کے ایسے وقت اور کون آدمی باہر نکل سکتا ہے۔ اچانک اسے ایسا لگا جب وہ بنی سعدہ کے محلے سے گزر رہا تھا۔

مدینے کا ایک محلہ ہے جہاں زیادہ تر بیوہ عورتیں رہتی ہیں۔ بیمار اور فقیر مرد رہتے ہیں، یا ایسے یتیم بچے رہتے ہیں جن کی کوئی دیکھ کرنے والا نہیں ہے۔ ایسا لگا کہ کوئی آدمی میرے آگے آگے چل رہا ہے۔ گھبرا گیا، ایسے موسم میں میرے علاوہ اور کس کو پریشانی آ گئی کہ وہ مجھ سے پہلے گھر سے نکل آیا۔

ذرا تیز چل کر قریب پہنچا تو یہ دیکھ کر حیران اور پریشان رہ گیا کہ میرے چوتھا

امام زین العابدینؑ میرے آگے چل رہے ہیں۔

امامؑ کے کندھے پر ایک بوری تھی اور وہ بوری بھری ہوئی تھی، قریب گیا، سلام کیا، اے فرزند رسولؐ! میرا سلام قبول کیجیے۔

امامؑ نے سلام کا جواب دیا۔

کہا: مولاؑ! یہ رات کے اس وقت یہ بوری لے کر آپ کیوں نکلے؟

امامؑ نے فرمایا: کیا کیا جائے، میں سفر پہ جا رہا ہوں، سامانِ سفر کے بغیر تو سفر نہیں ہوتا، یہ میرے سفر کا سامان لے جانا ضروری ہے۔

خیر ——!

اب بات سمجھ میں آ گئی۔ اس زمانے میں ایسا ہوتا تھا کہ وہ قافلے جو ایک شہر سے دوسرے شہر میں جا رہے ہیں، کبھی شہر کے باہر پڑاؤ ڈالتے تھے۔ آدھی رات کو آتے اور وہ صبح کو نکل جاتے تھے۔

خیر۔۔۔!

کوئی اس کے اندر عجیب بات تو نہیں تھی۔ یہ راوی روزانہ امامؑ کے دسترخوان پر بیٹھنے والا ہے۔ ہر ایک کو معلوم ہے کہ میرے چوتھے امامؑ کا دسترخوان تو بہت مشہور ہے۔ ابوحمزہ ثمالیؒ نے ایک بار پوری تفصیل معلوم کی تھی میرے چوتھے امامؑ سے۔

خیر ——!

اگر موقع ملا تو آگے چل کر وہ واقعہ بیان کروں گا۔

روزانہ یہ امامؑ کی خدمت میں جا رہا ہے، دسترخوان پر بھی بیٹھتا ہے۔ امامؑ سے بات بھی کرتا ہے، تین چار دن گزر گئے، نہیں گیا۔

ایک مرتبہ یہ بازار سے جا رہا تھا، دن کا وقت تھا، سامنے سے امامؑ کو آتے دیکھا۔ یہ امامؑ کو دیکھ کر گھبرا گیا۔ تین رات پہلے امامؑ یہ کہہ کر کہ میں سفر پر جا رہا

ہوں، سامان میں نے رکھا ہے، مدینے کی گلیوں میں ملے تھے، آج مدینے شہر میں کیسے آ گئے؟

یہ امامؑ کو دیکھ کر حیران ہو گیا مگر امامؑ سے کیسے پوچھے کہ مولاؑ! یہ آپ کا کیسا سفر ہے، لیکن امامؑ نے اس سے پوچھ لیا۔ اے شخص! کہاں تھا؟ تین دن سے نظر نہیں آ رہا تھا؟ کیا بات ہے، خیریت تو ہے؟

کہا: مولاؑ! میں کیسے آتا، آپؑ نے خود ہی رات کو اندھیرے میں کہا کہ آپ سفر پر جا رہے ہیں۔ میں نے سوچا کم از کم ایک ہفتہ تو لگے گا، آرام سے جاؤں گا۔

مولاؑ! یہ کون سا سفر تھا کہ آپؑ تین دن کے بعد مدینے میں نظر آ رہے ہیں؟

امامؑ مسکرائے، فرمایا: میرے اس سفر سے تم کیا سمجھے؟

کہا: مولاؑ! وہی سمجھا جو الفاظ کا مطلب تھا، مدینے سے مکہ جا رہے ہوں گے۔

فرمایا: نہیں، میں اس دنیاوی سفر کی بات تھوڑی کر رہا تھا، میں قیامت و آخرت اور قبر کے سفر کی بات کر رہا تھا۔

مولاؑ! وہ آپؑ کے کندھے پر بوری تھی، اس میں سامان تھا۔

امامؑ نے فرمایا: تو کیا سمجھ رہا ہے؟ کیا سامان؟

کہا: مولاؑ! کچھ پہننے کے کپڑے ہوں گے، کچھ راستے کے لیے کمبل چادر ہوگی۔

امامؑ مسکرائے، فرمایا: یہ سارا سامان تو تُو گنوا رہا ہے جو دنیا میں کام آتا ہے اور میں بات کر رہا ہوں قبر اور آخرت کے سفر کی۔ اس کے اندر کھانے کی چیزیں اور درہم و دینار تھے جو ہر رات کو بنی سعدہ کے محلے میں ہر غریب اور پریشان حال کو دے کر آتا ہوں۔ رات کے اندھیرے میں جاتا ہوں تا کہ کسی کو پتہ نہ چلے کہ یہ کون دے کر گیا۔

تبھی کل کی صبح یعنی ۲۵ محرم کی صبح کو سارا بنی سعدہ رو کر کہہ رہا ہوگا کہ آج ہمیں پتہ چلا کہ سالوں سے کون تھا جو رات کے اندھیرے میں ہماری مدد کے لیے ضرورت کا سامان رکھ جاتا تھا۔

کیونکہ جب یہ امامؑ شہید ہو جائیں گے تو کل صبح ان کی مدد کرنے والا بظاہر کوئی نظر نہ آئے گا۔

امامؑ نے فرمایا: رات کے اندھیرے اور بارش میں مجھے اس لیے نکلنا پڑا کہ اگر میں نہ جاتا تو اگلی صبح پھر ان کے گھر افاقہ ہوتا۔ یہ وہ سامان ہے جو دنیا کے سفر میں کام نہیں آتا لیکن قبر و قیامت کے سفر میں کام آتا ہے۔

وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی

''سامانِ سفر جمع کرو''۔

آ کر چوتھے امامؑ سے پوچھو کہ سامانِ سفر کہتے کسے ہیں اور اس کا جمع کرنا کتنا ضروری ہے۔

تو آپؑ نے سنا کہ کس طرح سے امام معصومؑ اپنے ہر ماننے والے کو مختلف انداز اور طریقے سے یہی پیغام دے رہے ہیں کہ قبر کے بارے میں سوچتے رہنا۔ آخرت کے بارے میں سوچتے رہنا، اس کے لیے سامانِ سفر جمع کرنا، مگر یہ خیال نہ کرنا کہ دنیا کے کپڑے قبر میں کام آئیں گے، وہاں کا لباس الگ ہوتا ہے۔ میری ایک عادت ہے، جب کسی امامؑ کی ولادت یا شہادت آتی ہے تو کسی عزاخانے میں خاص طور پر جہاں بچے اور نوجوان ہوں، تھوڑا سا تاریخی تذکرہ امام معصومؑ کا ہوتا ہے۔

لیکن اس سے پہلے میں یہ بیان شروع کروں۔ منتظمین کی ایک خواہش ہے، آج شب شہادت ہے، تابوت بھی برآمد ہوگا ____ (صلوات)

جمادی الاولیٰ، اسلامی کیلنڈر کا پانچواں مہینہ، چندرہ تاریخ اور ۳۷ ہجری، معتبر

روایت کے مطابق، یہ اسی امام معصومؑ کی ولادت کی رات ہے، جس کی شہادت اور تابوت کو کندھا دینے کے لیے ہم یہاں جمع ہوئے ہیں۔

اگرچہ بعض علمائے کرام نے چار شعبان بھی لکھی ہے، تین شعبان امام حسینؑ کی ولادت اور چار شعبان ان کے فرزند کی ولادت۔

۳۷ ہجری کا سال وہ سال تھا جب میرے مولاؑ کی خلافت ظاہری کا زمانہ چل رہا تھا، یعنی ہمارا چوتھا امامؑ اس دنیا میں اپنے دادا کی زندگی میں آیا۔

معصومینؑ میں، آئمہؑ میں یہ آخری معصومؑ اور آخری امامؑ ہیں جو علیؑ کے زمانے میں پیدا ہوئے، علیؑ کی زندگی میں۔ نام دادا کے نام پر علیؑ رکھا گیا، چنانچہ علیؑ، اوّل علیؑ ہیں اور ہمارا یہ امامؑ بیچ والا علیؑ ہے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث تو بہت مشہور ہے: "ہمارا اوّل بھی محمدؐ، ہمارا اوسط بھی محمدؐ، ہمارا آخر بھی محمدؐ"۔

لیکن اس طرح سے علیؑ نام، یہ بھی معصومینؑ میں ہمیں چار دفعہ ملتا ہے۔ اوّل علیؑ تو ہمارے مولا ہیں، آخری علیؑ ہمارے دسویں امامؑ، اور بیچ والے دو علیؑ ایک چوتھا اور ایک آٹھواں امامؑ۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے چوتھے امامؑ کو بھی علیؑ اوسط بھی کہتے ہیں۔

ایک مسئلہ یہ زیر بحث ہے کہ چوتھے امامؑ کا لقب ہے علیؑ اوسط، بیچ والا علیؑ۔ تو یہ بیچ والا علیؑ کیوں کہا جاتا ہے؟

ایک نظریہ تو وہ ہے جو میں نے بتایا کہ چہاردہ معصومینؑ میں علیؑ نام کے چار امام گزرے۔ ان میں سے چوتھا امام درمیانہ والا ہے۔

دیکھیں ــــــ!

میری اپنی تحقیق کے مطابق، اصل نظریہ یہ ہے، ایک دوسرا نظریہ بھی ہے،

صرف اس لیے کہہ رہا ہوں کہ کبھی کبھار لوگ اسے بھی بیان کر دیتے ہیں، وہ یہ کہ شاید چوتھے امامؑ عمر میں حضرت علی اکبرؑ سے چھوٹے ہوں، تو کہا جاتا ہے حضرت امام حسینؑ نے اپنے ہر بیٹے کا نام علیؑ رکھا، تو وہ علی اکبرؑ ہیں اور کربلا کے سب سے ننھے شہید علی اصغرؑ ہیں اور کربلا کا یہ قیدی علیؑ اوسط ہے۔

کہا گیا: انھیں علیؑ اوسط، یعنی بیچ والا علیؑ، اپنے بھائیوں کے اعتبار سے کہا گیا۔

میری تحقیق ہے کہ نہیں، انھیں علیؑ اوسط اپنے بزرگوں اور بعد والے جو جو علیؑ نام کے تھے اس اعتبار سے کہا گیا۔

آپؑ کی ولادت پندرہ جمادی الاولیٰ کو ہوئی، اور آپ کی شہادت پچیس محرم ۹۵ ہجری کو ہوئی۔ اس اعتبار سے عمر مبارک ۵۸ سال قرار پاتی ہے۔

میدانِ کربلا کے بعد ۳۵ سال میرا یہ چوتھا امامؑ زندہ رہا۔ اور خاصی طویل مدت یعنی صرف چار معصومینؑ ایسے ہیں جن کی امامت ۳۵ سال سے زیادہ تھی۔ چوتھے، چھٹے، ساتویں اور دسویں امامؑ۔

اتنا طویل عرصہ امامت کا ملا کہ اتنا طویل عرصہ مولائے کائنات کی امامت کا نہیں ہے۔ حسنِ مجتبیٰؑ یا امام حسینؑ کی امامت کا اتنا طویل عرصہ نہیں۔

آٹھویں امامؑ یا پانچویں امامؑ کی امامت اتنی طویل نہیں۔ کربلا کے میدان میں ۲۳ سال کی عمر مبارک تھی۔ آپؑ کی والدہ جناب شہربانوؑ بڑے عجیب انداز سے اپنے باپ کے گھر سے شوہر کے گھر بھجوائی گئی اور وہ کہ آج سے تین سال پہلے، اسی حسینیہ زہراؑ میں انھی مجالس میں، مَیں نے جناب شہربانوؑ کا واقعہ پڑھا تھا۔

خاندانِ اہلِ بیتؑ کو پروردگار ساری دنیا کی ہدایت کا خاندان بنا رہا ہے، چنانچہ اس خاندانِ اہلِ بیتؑ میں دنیا کے علاقوں کے رشتے جمع کیے جا رہے ہیں۔

اب چونکہ نور ایک ہے، اسی کے چودہ ٹکڑے ہوئے ہیں۔ اس لیے مردوں کی حد تک تو مسئلہ بھی رہا کہ ایک نور دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو کر رسولؐ اور علیؑ کا نور بنا، اور اس کے بعد حسنینؑ کی صورت میں دوبارہ جمع ہو گیا، مگر دنیا کے ہر علاقے کا اس خاندان میں جمع کرنا تھا، تو اب طریقہ یہ اختیار کیا گیا کہ ائمہ طاہرینؑ کے مادر ہائے گرامی، وہ دنیا کے مختلف علاقوں سے آئیں، تا کہ ان اہلِ بیتؑ کا ساری دنیا سے مساوی رشتہ ہو جائے۔

باپ تو سب ہی ایک نور کا جزو ہیں اور شہزادی جناب بتولؑ، بنی ہاشم جزو ہیں لیکن باقی یورپ کے علاقے سے آئیں، ایران کے علاقے سے آئیں، امریکہ کے علاقے سے آئیں۔ امریکہ بھی اس زمانے میں دو حصوں میں تھا۔ ایک کالا امریکہ کہلاتا تھا اور ایک عرب امریکہ کہلاتا تھا اور دونوں علاقوں سے نمائندگی ہے، مثلاً زمانے کے امامؑ کی والدہ محترمہ جناب نرجسؑ خاتون روم سے آئیں۔ یقیناً اس سے اٹلی والا روم مراد نہیں۔

مگر بہر حال ——!

یورپ کا ایک حصّہ ہے، جناب حمیدہ خاتون ساتویں امامؑ کی والدہ محترمہ بربر کے علاقے سے آئیں جو کالا امریکہ کہلاتا تھا۔ دسویں امامؑ کی والدہ محترمہ مراکش سے آئیں، جو عرب امریکہ کہلاتا تھا، اور سب سے پہلے جو خاتون خاندانِ بنی ہاشم سے باہر سے آئیں وہ جناب شہربانو تھیں جو اس زمانے میں دنیا کی سب سے بڑی حکومت ایران کی شہزادی تھیں، یہاں سے سلسلہ شروع ہوا۔

یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ اگرچہ ائمہ طاہرینؑ میں سے کسی کی مادر گرامی کا تعلق براہِ راست ہندوستان کے علاقے سے نہیں تھا مگر انھی چوتھے امامؑ جن کی شہادت کا یہ دن ہے انھی چوتھے امامؑ کی ایک بیوی کا تعلق سندھ کے علاقے سے تھا۔ ایک بیوی

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی بیٹی تھیں۔ وہ جو پانچویں امامؑ کی والدہ بنیں اور ایک دوسری بیوی تھیں جو سندھ کے علاقے سے آئی تھیں اور انھیں جناب مختارؓ نے چوتھے امامؑ کی خدمت میں اس انداز سے بطور تحفہ بھجوایا تھا کہ ایک رات پہلے ہمارے چوتھے امامؑ نے خواب دیکھا تھا۔ نبیؐ اور امامؑ کا خواب حق ہوتا ہے۔ خواب میں دیکھا تھا کہ جناب خدیجہ طاہرہؑ نے مجھے اپنی ایک کنیز بخشی ہے اور کہا ہے کہ میں تجھے بیوی کے طور پر دے رہی ہوں بلکہ جیسے ہی یہ خواب مکمل ہوا۔

خود امامؑ فرماتے ہیں: دروازے پر دستک ہوئی اور مختارؓ کا غلام ان سندھی خاتون کو لے کر آیا جو بعد میں جناب زیدؓ شہید کی والدہ قرار پائیں۔

چوتھے امامؑ کی دو بیویوں کا تذکرہ ہو گیا۔ ایک چچا کی بیٹی جن کا نام بھی فاطمہؑ تھا، اور دوسری سندھ سے آنے والی جناب زیدؓ شہید کی والدہ محترمہ۔

۱۹۸۴ء کا رمضان، پندرہ سال پہلے، حسینیہ زہراؑ کے اسی منبر پہ میں نے تیس میں سے پچیس دن جناب مختارؓ کے حالات پڑھے تھے۔ اس کے اندر پورا تفصیلی واقعہ آیا لیکن وہ نکتہ مکمل ہوا کہ خاندان اہلِ بیتؑ مولاؑ سے لے کر بارہویں امامؑ تک مختلف علاقوں سے، مختلف گھرانوں کی شہزادیوں کو جمع کر کے اہلِ بیتؑ کا تعلق تقریباً ساری دنیا سے مساوی کر دیا تھا۔ ہر علاقے سے اہلِ بیتؑ کا ایک تعلق بن گیا، مگر سب سے پہلے جناب شہربانوؑ آئیں۔

اور جناب شہربانوؑ کا تذکرہ مَیں اس لیے کر رہا ہوں کہ ان کے واقعے میں ایک بہت مومنین کرام کو ناراض کر دینے والا پیغام ہے، مگر شہربانوؑ کا واقعہ ہے، مَیں تو پڑھوں گا، جنھیں ناراض ہونا ہے وہ ناراض ہو جائے لیکن مجھے توقع نہیں ہے۔

واقعہ یہ ہے جناب شہربانوؑ گرفتار کر کے مدینہ لائی گئیں۔ اسلامی فوج نے ایران کے علاقے پر حملہ کیا جو اس زمانے کی سب سے بڑی طاقت تھی لیکن شکست

فاش ہوئی۔ یزدجرد بادشاہ شکست کھا کر بھاگا۔ اپنے ساتھ اپنے اہل حرم کو لے کر چلا مگر اس کی دو بیٹیاں چھوٹ گئیں، کیوں چھوٹ گئیں؟

وہ بھی سنئے گا ابھی! اور یہ شہزادیاں گرفتار کر کے مدینہ لائی گئیں۔ شہزادیاں جب گرفتار ہوتی ہیں تو تنہا گرفتار نہیں ہوتیں، ان کی کنیزیں ان کے ساتھ ساتھ رہتی ہیں۔ چنانچہ انھی کنیزوں میں ایک کنیز کا نام شیرین ہے جو واقعۂ کربلا کے اندر اسیروں کے لٹے ہوئے قافلے کی میزبان بنی اور دوسری کا نام ہندہ ہے جس کی شادی یزید سے ہوئی۔

خیر ــــ!

تو کچھ کنیزیں ساتھ میں آئیں، سارا مدینہ ٹوٹ پڑا ان شہزادیوں کو دیکھنے کے لیے۔ اب یہ اختلاف ہے کہ یہ واقعہ کس زمانے میں پیش آیا، میں اس اختلاف کی تفصیل میں نہیں جارہا، میرا موضوع چوتھے امامؑ کی والدہ کا ایک پیغام ہے۔

بہرحال ــــ!

واقعہ کسی بھی زمانے کا ہو، کچھ علماء کہتے ہیں کہ خلافتِ ثانیہ کا واقعہ تھا۔ کچھ کہتے ہیں کہ مولاؑ کی اپنی خلافت شروع ہو چکی تھی تب کا یہ واقعہ تھا اور ہمارے علماء کا رجحان اسی دوسرے قول کی طرف ہے۔

سارا مدینہ ٹوٹ پڑا، اس لیے کہ ایران کا ایک بڑا نام تھا اور ایک بڑا رعب تھا، اب وہاں کی شہزادیاں آئیں تو سب آ گئے۔ جس وقت سب لوگ آ گئے اور آخر میں میرے مولاؑ تشریف لائے، یہ منظر دیکھا، علیؑ کو جلال آ گیا۔

فرمایا: یہ تم لوگوں کا کیا طریقہ کار ہے؟ کیا تم نے پیغمبرؐ کا یہ فرمان نہیں سنا کہ دو شخصیتیں ایسی ہیں کسی بھی ملک وملت کی ہوں اور چاہے قیدی بن کے کیوں نہ آئی ہوں ان کا احترام ضرور کیا کرو۔ ایک عالم، کسی بھی ملک وملت کا ہو، کسی بھی علاقے

کا ہو، عالم کا احترام، علم کا احترام ہے اور دوسرے شریف گھرانے کے آبرومند لوگ جو حالات زمانہ کے بدلنے سے قیدی بن گئے۔ یہ شہزادیاں ہیں، ان کا احترام کرو۔

یہ کہہ کر میرے مولاؑ نے سارے مجمع کو ہٹا دیا، اس وقت جناب شہربانو کی زبان پر ایک جملہ تھا اور وہ جملہ فارسی میں تھا۔ لوگ نہ سمجھ سکے، مولاؑ سے کہا: مولاؑ! دیکھئے! یہ شہزادی ہمیں بددعا کر رہی ہے۔

مولاؑ نے فرمایا: تمہیں کیسے پتہ ہے؟

کہا: مولاؑ! اس حالت میں ظاہر ہے کہ وہ ایسی زبان بول رہی ہوں گی۔

فرمایا: نہیں، یہ شہزادیاں کہہ رہی ہیں: خدا لعنت کرے خسرو پرویز پر جس کی وجہ سے یہ دن ہمیں دیکھنا پڑا۔

مدینے کے لوگوں کی سمجھ میں پورا واقعہ آ گیا۔ واقعہ یہ تھا کہ جب اللہ کے رسولؐ نے خیبر کی فتح کے فوراً بعد ساری دنیا کے بادشاہوں کو پیغام بھجوایا، اسلام کا تو ایک خط خسرو پرویز کے نام بھی گیا۔ وہی واقعہ جس سے The Message فلم کا آغاز ہوتا ہے۔

جس وقت ایران کے بادشاہ کے پاس یہ خط پہنچا اور اس نے دیکھا کہ پیغمبرؐ نے اپنا نام پہلے لکھا ہے، اس نے خط کو پڑھے بغیر چاک کر دیا۔

کہا: یہ کون ہے جس نے اپنا نام پہلے لکھا ہے؟

جس وقت یہ اطلاع پیغمبرِ خدا کو مدینے میں ملی تو دو آدمی پیغمبرؐ کے پاس آئے۔ تین مرتبہ سلام کیا۔ پیغمبرؐ نے ان کا چہرہ دیکھ کر منہ پھیر لیا۔

گھبرا کر کہا: آخر ہماری غلطی کیا ہے؟ ہم تو سفیر ہیں۔

پیغمبرؐ نے فرمایا: میں اس وجہ سے منہ نہیں پھیر رہا، تمہارے چہرے کو دیکھ کر مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا۔

وَيْلَكُمَا مَنْ أَمَرَكُمَا بِهٰذَا

"ویل ہو تم پر کس نے تم کو حکم دیا کہ اپنی ڈاڑھیاں شیو کر کے میرے سامنے آؤ"۔

انھوں نے کہا: ہمارے رب نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ڈاڑھیاں منڈواؤ۔

پیغمبرؐ نے فرمایا: لیکن میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ ڈاڑھیوں کو رکھا جائے۔

پیغمبرؐ نے چہرہ تک دیکھنے سے انکار کیا اور تین مرتبہ، اور ایسے لوگ جو اسلام نہیں لائے، مگر پیغمبرؐ کے دل کو اتنی تکلیف پہنچی۔

قبر میں سب سے پہلے رسولؐ اور علیؑ ہمارے کام آئیں گے مگر کم از کم ایسا تو ہوتا کہ اگر ہم ان کو سلام کریں تو وہ ہمیں دیکھیں تو۔ اگر منہ پھیر لیں جس سے رسولؐ نے منہ پھیر لیا اس سے علیؑ نے منہ پھیر لیا اور جس سے علیؑ نے منہ پھیر لیا وہ چاہے کتنا ہی نیک وکار کیوں نہ ہو، پتہ نہیں اس کا انجام کیا ہوگا۔

خیر ـــــ!

جناب شہربانوؑ اپنے پردادا خسرو پرویز کا تذکرہ کر رہی ہیں اور پیغمبرؐ ان آدمیوں سے کہہ رہے ہیں، تم آئے کیوں؟

کہا: ہمیں پرویز کے حکم پر یمن کے گورنر نے بھیجا ہے۔

فرمایا: جاؤ، واپس چلے جاؤ اس لیے کہ کل رات وہ اپنے بیٹے کے ہاتھوں مارا گیا۔ اب وہ زندہ ہی نہیں رہا۔

اسی وقت پیغمبرؐ نے ایک بددعا کی:

"اے اللہ! جس نے اس طرح میرا خط چاک کیا ہے تو اس طرح کی حکومت کے ٹکڑے کر دے"۔

خیر ــــــ!

مولاؑ نے فرمایا: شہزادیوں کا احترام ہر حالت میں واجب ہے، اور جناب شہربانو سے کہا: بیٹی! تو آزاد ہے اور تجھے اختیار ہے کہ اسے پورے مجمع میں سے جس سے چاہے تو شادی کر سکتی ہے۔

جناب شہربانو آگے بڑھیں اور میرے مظلوم امامؑ کی طرف اشارہ کیا اور کہا: میں ان کے گھر میں کنیز بن کے رہنا چاہتی ہوں۔ مولاؑ نے یہ شادی خود کروائی۔ اور ایک سال بعد ۳۷ ہجری کی چدرہ جمادی الاولیٰ اس شادی کے نتیجے میں میرا وہ چوتھا امامؑ اس دنیا میں آیا جس کا باپ عرب کا بادشاہ اور جس کی ماں ایران کی شہزادی۔ اگرچہ ویسے ان کا باپ کائنات کا بادشاہ ــــــ (صلواۃ)

ذکرِ مصائب بیمارِ کربلا

جناب شہربانو کا انتقال جناب زین العابدینؑ کے بچپنے میں ہو گیا اور چوتھا امامؑ بھی حسینؑ کی ان اولادوں میں شامل ہے جنھیں ان کی ماں نے نہیں پالا بلکہ زینبؑ کبریٰ نے پالا ہے۔

مرحوم اطہر حسن زیدی صاحب پڑھا کرتے تھے جس وقت زینبؑ کبریٰ چوتھے امام کو اپنے گھر میں لے کر آ گئیں تو میرے آقا حسینؑ نے اپنی بہن زینبؑ سے ایک خواہش کی۔ کہا: زینبؑ بہن! میرا یہ بیٹا بڑا غیرت مند ہے، کوشش کرنا کہ گھر کے اندر کبھی کوئی بی بی چاہے اس کی محرم کیوں نہ ہو، بغیر چادر کے اس کے سامنے نہ آنے پائے، میرا سجادؑ میرا سب سے غیرت مند بیٹا ہے۔

پروردگار نے ہر مجاہد کا امتحان لیا، اور بڑے عجیب انداز سے لیا۔

دیکھیے ــــــ!

عباسؑ کا امتحان یہ نہیں ہے کہ عباسؑ سے کہا جائے کہ تلوار چلاؤ۔ کھیل ہے عباسؑ کے لیے تلوار چلانا، لاکھوں کے لشکر میں علیؑ کے اس بیٹے کو بھیج دیجیے، نہ پریشانی ہوگی، نہ گھبراہٹ ہوگی۔ عباسؑ کا امتحان تلوار چلانا نہیں ہے۔ عباسؑ کا امتحان ہے تلوار نہ چلانا۔

اربابِ عزا!

یہ عباسؑ کا کتنا بڑا امتحان ہے، لاکھوں کے لشکر کو بھگانا، وہ تو عباسؑ خود کہتے تھے۔ جب جا رہے تھے عباسؑ، واپس آ رہے تھے، بریر ہمدانیؓ اور حبیبؓ نے عباسؑ کو واپس آتے دیکھا۔

بریرؓ نے کہا: حبیبؓ! یاد ہے نا، جب میرے مولاؑ نے عباسؑ کی ماں سے شادی کی تھی تو کیا کہا تھا؟

حبیبؓ کہتے ہیں: بریرؓ! تو نے بھی کیا منظر یاد کرا دیا۔ اب تک وہ مدینہ یاد آ رہا ہے کہ مادرِ عباسؑ باپ کے گھر سے رخصت ہو کر علیؑ کے گھر میں آ رہی ہیں۔ علیؑ نے ہم لوگوں کو جمع کیا، کہتے جا رہے ہیں: آج کی شادی تو خاص میں نے اس لیے کی ہے کہ میرا وارث میرے حسینؑ کو مل جائے۔ میرے حسینؑ کو ایک محافظ مل جائے۔

عباسؑ نے سنا، اس طرح سے انگڑائی لی کہ گھوڑے کی رکابیں ٹوٹنے لگیں۔ کہا: اے چچا حبیب! اے بریر! مجھے جوش دلاتے ہیں۔ آقا سے اجازت لے آیئے۔ کل دارالامارہ پہ حسینؑ کا علم لہرا رہا ہوگا۔

حسینؑ نے کہا: نہیں عباسؑ! میدانِ کربلا امتحان کا نام ہے، تمہارا امتحان یہی ہے کہ تم تلوار نہیں چلا سکتے ہو۔

وہ مولا عباسؑ کا امتحان ہے جس نے آپ کو رُلا دیا اور یہ مولا سجادؑ کا امتحان ہے، ہائے مولا سجادؑ! ایسا امتحان دیا۔

دو روایات زیدی صاحب قبلہ پڑھا کرتے تھے: پہلی روایت یہ کہ زینبؑ! یہ نہ خیال کرنا کہ سجادؑ ابھی بہت کمسن ہے، جتنا بھی کمسن ہو، وہ امامؑ بھی ہے، غیرت مند بھی ہے۔ گھر کی کوئی عورت کبھی اس کے سامنے بغیر چادر کے نہ آئے۔ میرا غیرت مند بیٹا برداشت نہیں کرسکتا۔ لیکن اسی سجادؑ کو کبھی کوفہ جانا ہے، کبھی شام۔

ایک دوسری روایت بھی پڑھا کرتے تھے۔ شب عاشور چوتھا امامؑ بیمار ہے۔ غشی کے عالم میں ہے، تھوڑی دیر بعد آنکھیں کھولتے ہیں، پھر غشی کے عالم میں۔ ایک مرتبہ میرے مولاؑ نے خاندان کی بیبیوں کی ذمہ داری لگائی کہ ایک ایک بی بی بیمار کی تیمارداری کرے گی۔

صبح سے کچھ دیر پہلے میرے مولا سجادؑ کی آنکھ کھلی۔ آپ کو معلوم ہے نا! شب عاشور حسینؑ نے اپنے ساتھیوں سے کہا تھا کہ اپنے خیمے اُکھاڑو اور سیدانیوں کے تین طرف یہ خیمے لگا دو۔ چوتھی طرف تو خندق کھودی گئی تاکہ دشمن سیدانیوں کے خیموں تک نہ پہنچ جائے۔ سجادؑ کی آنکھ کھلی، ایک مرتبہ جو بی بی تیمارداری کر رہی ہیں، ان سے دریافت کرتے ہیں یہ میرے کان میں آوازیں کیسی آرہی ہیں؟

کہا: آقا! یہ اصحاب امامؑ ہیں جن کے خیمے چاروں طرف لگے ہیں۔

کہا: ذرا بابا کو بلانا۔

حسینؑ آئے، کہا: بیٹا! کیسی طبیعت ہے؟

کہا: بابا! شکر ہے خدا کا، مگر ایک بات تو بتایئے یہ جو اصحاب کے خیمے ہیں، یہ اتنے قریب لگ گئے ہیں کہ ان کی آواز اگر ہمارے خیموں میں آرہی ہے تو مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ کہیں ہماری بیبیوں کی آواز کہیں ان کے خیموں میں نہ جا رہی ہو۔

آقا! میں یہ برداشت نہیں کرسکتا کہ میرے خاندان کی آواز کوئی نامحرم سنے۔

مرحوم زیدی صاحب کہتے تھے: بس! ایک بار حسینؑ نے سنا، گھبرا کر بستر سے کھڑے ہوئے پھر بیٹھ گئے۔ پھر کھڑے ہو گئے۔

کہا: سجادؑ بیٹا! آج تو جیسا انتظام میں نے کیا ہے ویسا رہنے دو، کل رات سے تم جاننا اور ان بیبیوں کا پردہ جانے، کل سے یہ انتظام تیرے حوالے ہے۔

شب عاشور جس کو بیبیوں کے پردے کا اتنا خیال ہے، شام غریباں کوئی سجادؑ سے آ کر پوچھے: ارے سجاد مولاؑ! اللہ نے کتنا بڑا امتحان آپ کا لیا ہے۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

مجلسِ چہارم

- "اس سے پہلے کہ موت آجائے تم خود اپنے آپ کو ماردو"۔
- "اے خدا! میں قبر کی تنگی اور تاریکی سے تیری پناہ مانگتا ہوں"۔
- سارا علم حاصل کرنا بیکار، اجتہاد کی منزل پہ جانا بے فائدہ، حضرت موسیٰؑ جیسے نبی کو اطمینان دلانے والا علم کوئی کام نہ آیا۔ سارا فتویٰ بیکار، جب تک کہ اہلِ بیتؑ اور علیؑ کی محبت نہ ہو۔
- سورۂ مُلک کا کام ہے رحمت کو برسانا، جس کا کام ہے رحمت کو پھیلانا، خصوصاً شبِ جمعہ۔ جس جگہ سورۂ ملک پڑھا جائے وہاں رحمت کی بارش ہوتی ہے۔
- دُنیا میں ایک مشغلہ لوگوں کا ہے شکار کرنا، اور ہر طرح کے شکاری ہوتے ہیں مگر سب سے بڑے شکاری وہ ہوتے ہیں جو مولویوں کے شکاری ہوتے ہیں۔
- جب کوئی مومن کافر کی قبر پر چلتا ہے تو مومن کے چلنے سے کافر کو اذیت اور عذاب محسوس ہوتا ہے اور جب مومن، مومن کی قبر پر چلتا ہے تو مومن کو راحت اور آرام محسوس ہوتا ہے۔
- راہِ خدا کا صدقہ یقینی موت کو بھی واپس کر دیتا ہے۔
- نعمتِ خدا بھی علیؑ ہیں، رحمت لانے والے بھی علیؑ ہیں، عذاب لانے والے بھی علیؑ ہیں۔

مجلسِ چہارم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَ اتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ○ (سورۂ بقرہ، آیہ ۱۹۷)

"سامانِ سفر جمع کرو اور بے شک بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے مجھ سے ڈرتے رہنا اے صاحبانِ عقل"۔

قرآن کریم سورۂ بقرہ میں اس آیت کے حوالے سے ہر صاحبِ عقل کو آنے والے سفر کی تیاری کا حکم دے رہا ہے۔ یہ وہی حکم ہے جسے امام معصومؑ نے ذرا سا انداز بدل کر اس انداز سے دیا:

مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا

"اس سے پہلے کہ موت آجائے تم خود اپنے آپ کو ماردو"۔

خودکشی کا حکم نہیں ہے، یعنی گویا یہ سمجھو کہ جیسے تم مرچکے ہو، قبر کی ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی میں بند ہو۔ دور دور تک کوئی مونس ہے اور نہ کوئی ساتھی ہے۔ وحشت تنہائی، غربت، اندھیرا، گرمی، تنگی اور یہ سمجھو کہ خالی یہ پریشانیاں ہوتیں تو کیا کم تھیں کہ ایک مرتبہ اللہ کی بارگاہ سے آنے والے وہ دو نمائندے جن میں ایک کا نام ہے منکر اور دوسرے کا نام ہے نکیر۔ وہ تمہارے پاس آگئے اور ایک بار تم سے ایسا سوال کر رہے ہیں جس کے جواب میں تم تڑپ کے کہہ رہے ہو:

اے خدا! ایک مرتبہ واپس دنیا میں اور بھیج دے۔ اب میرا وعدہ ہے کہ میں تیرے کسی حکم سے بھی انحراف اور بغاوت نہیں کروں گا۔ اب میں جاؤں گا تو عمل صالح کر کے آؤں گا۔

امام فرمائے، سوچو کہ اللہ نے تمہاری یہ دعا پوری کر دی اور تم جو وعدہ کر کے آئے ہو اور تم کو تمہاری دنیا میں بھیج دیا گیا۔

ہر رات بستر پر سوتے وقت اپنے آپ کو مُردہ سمجھ کر خود اپنے آپ سے سوال کرو کہ اگر قبر سے واپس آ گئے تو اب کیا کرنا ہے۔

ہر جنازے کو دیکھ کر اپنے آپ سے سوال کرو کہ تمہارا جنازہ ہے اور تمہیں نئی زندگی دی گئی ہے۔ ہر قبرستان میں جا کر ہر قبر کو دیکھ کر اپنے آپ سے یہ کہو کہ تمہیں اس میں بند کر کے دوبارہ واپس بھیجا گیا ہے۔

چنانچہ دعائیں روزانہ کی نمازوں کے بعد، دعائیں شب جمعہ کی، دعائیں نیمہ شعبان اور اعمالِ شب قدر کی دعائیں، زیارت، عمرے اور حج کی، بار بار یہی دعا تکرار ہوتی ہے۔

"اے خدا! میں قبر کی تنگی اور تاریکی سے تیری پناہ مانگتا ہوں"۔

ایک اور حدیث سن لیجیے، ہمارے یہاں ایک بڑا متنازعہ جھگڑے اور اختلاف والا مسئلہ یہ ہے کہ کیا قبر میں فقط عقیدے کا سوال ہوگا یا عمل کا بھی۔ ہمارے علماء اعلام کی اکثریت اسی نظریہ کی قائل ہے کہ کم از کم مومن سے قبر میں عقیدے کے ساتھ ساتھ عمل کا بھی سوال ہوگا۔

اور دلیل یہ حدیث ہے کہ جو امام زین العابدینؑ نے ارشاد فرمائی:

"سنو! قبر میں جانے کے بعد چھ سوال ہیں اور تین سوال ہیں۔

ایک ایسا عجیب جملہ امامؑ نے استعمال کیا کہ صاحبانِ ایمان نے چونک کر

پوچھا: مولاؑ! کیا مطلب؟

فرمایا: چھ سوال وہ ہیں جو دنیا کے ہر انسان سے قبر میں پوچھے جائیں گے، بشرطیکہ وہ بالغ ہو، عاقل ہو۔

فرمایا: چھ تو ہر ایک سے پوچھے جائیں گے لیکن تین اور پوچھے جائیں گے۔ تین سوال وہ ہیں جو خاص ان لوگوں سے پوچھے جائیں گے، جو پہلے چھ سوالوں کا صحیح جواب دے جائیں گے۔

① مَنْ رَبُّكَ ؟

"تیرا رب کون ہے؟"

② وَمَنْ نَبِيُّكَ ؟

"تیرا نبیؐ کون ہے؟"

③ وَمَنْ إِمَامُكَ ؟

"تیرا امامؑ کون ہے؟"

④ وَمَا دِيْنُكَ ؟

"تیرا دین کیا ہے؟"

⑤ وَمَا قِبْلَتُكَ ؟

"تیرا قبلہ کیا ہے؟"

⑥ وَمَا كِتَابُكَ؟

اور "تیری کتاب کون سی ہے؟"

دینیات، بچوں کی پہلی کتاب، یہ حدیث وہاں لکھی جاتی ہے اور اس حدیث کا جواب ہے: مُردے کو تلقین، جو ہم مرنے والے کے کندھے پکڑ کر اسے تلقین سناتے ہیں۔ وہ بھی سوال کا جواب ہے، امامؑ فرماتے ہیں: چھ سب کے لیے، لیکن چھ ہیں اور

تین ہیں، جو ان چھ میں سے کسی ایک کے جواب میں ناکام ہو گیا ہے، وہی سے اس کا حشر نشر شروع ہو گیا، یعنی جو میٹرک کے امتحان میں فیل ہو گئے۔ اب اسے بی اے میں بیٹھنے کی اجازت نہیں لیکن جس نے ان چھ کا جواب دے دیا، اس سے تین سوال اور ہیں۔

یہ تینوں سوال پوری ایک مجلس کا موضوع بن سکتے ہیں، بشرطیکہ ہمارا عنوان ہے قبر کے حالات، یہ عنوان نہیں ہے بلکہ "قبر میں کام آنے والی نیکیاں" عنوان ہے۔

اس لیے خالی امامؑ کے جملے پڑھے بغیر کسی تشریح کے اصل موضوع پر آتا ہوں۔

فرمایا: جو پہلے چھ سوالوں کا جواب دے کر کامیاب ہو گیا ان سے کہا گیا: اب ایک بات اور بتاؤ، اللہ نے تمہیں جتنی نعمتیں دی تھیں یہ نعمتیں کس طرح سے استعمال کی ہیں ایسا تو نہیں کہ اللہ ہی کی نعمت کو اللہ ہی کی مخالفت میں استعمال کیا گیا۔

یہ تین سوال خاص کر شیعیانِ حیدر کرارؑ سے پوچھے جائیں گے۔

یہ ایک حدیث میں نے اس لیے بھی پڑھی کہ جس امامؑ کی شہادت کا دن گزرا ہے ذرا سا تذکرہ ان کا ہو جائے۔

یہ اس لیے بھی پڑھی کہ یہ اندازہ ہو جائے کہ قبر میں ہم سے پوچھا کیا جائے گا، تب ہم اس فکر میں آگے بڑھیں کہ اِن سوالوں میں بچنے والی نیکی کون سی ہے؟ چنانچہ اب بات شروع ہو رہی ہے، اصل موضوع پر۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کیا تیاری کرنا ہے، اور کون سی ایسی چیزیں جو ہمیں قبر کے ان مراحل سے بچا سکتی ہیں، جن کا تذکرہ خاص طور پر دوسری مجلس میں ہوا تھا۔

ہاں ـــــ!

اگر اسلام یہ اعلان کرے کہ یہ عذاب تو ہر ایک پہ آ کر رہے گا چاہے کتنا ہی

زور لگا لو، بچ ہی نہیں سکتے۔ تب بھی یہ موضوع بیکار ہو جاتا کہ جب بچ ہی نہیں سکتے تو تیاری کیسی لیکن نہیں، ہمیں برابر سے یہ بتایا گیا، جتنا بھی عذاب ہوگا وہ سب دُور کیا جاسکتا ہے۔ اگر انسان پہلے سے تیار ہو۔

نمبر ایک، مقدس اردبیلی کا یہ جملہ کہ: "سارا علم حاصل کرنا بیکار، اجتہاد کی منزل پہ جانا بے فائدہ، حضرت موسیٰؑ جیسے نبی کو اطمینان دلانے والا علم کوئی کام نہ آیا۔ سارا فتوئی بیکار جب تک کہ اہلِ بیتؑ اور علیؑ کی محبت نہ ہو۔

سب سے بڑی، سب سے اہم ایسی نیکی کہ باقی جتنی نیکیاں ہیں وہ بھی اس وقت کام آئیں گی جب یہ اس کے ساتھ ہوں گی۔

نمبر دو، قرآن کریم یقیناً ایک ایسی کتاب ہے جو اصل میں انسانیت کی ہدایت کے لیے نازل ہوئی مگر قرآن کے بے شمار ضمنی فائدے بھی ہیں۔ یقیناً کتاب ہے ہدایت کی، کتاب شریعت کی، کتاب تزکیہ نفس کی، لیکن یہی قرآن کہہ رہا ہے:

وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ
(سورۂ اسراء، آیہ ۸۲)

"ہم نے قرآن میں نازل کیا ہے ایسی چیز بھی جو صاحبانِ ایمان کو شفا دیتی ہے اور صاحبانِ ایمان کے لیے رحمت لے کر آتی ہے"۔

قرآن نے لفظِ شفاء استعمال کیا ہے، ہم صاحبانِ ایمان کے لیے شفاء لے کر آتے ہیں۔ چنانچہ جمعہ کی صبح ہے۔ نبوی مسجد ہے، شہر مدینہ ہے، چودہ سو سال پہلے کا واقعہ ہے۔

چودہ سو سال پہلے کوئی جمعہ کی صبح تھی، مسجد نبویؐ میں اصحابِ رسولؐ حلقہ بنائے بیٹھے تھے، کہیں مسائل پر بحث ہو رہی ہے، کہیں پر عبادتیں کی جا رہی ہیں۔ اللہ کا رسولؐ

اپنی محراب میں موجود ہے۔ ایک گھبرایا گھبرایا، پریشان پریشان، مسجد میں داخل ہوا۔

صحابیِ رسولؐ ہیں، چہرے پہ ہوائیاں اُڑ رہی ہیں۔ رنگ زرد ہے، جسم کانپ رہا ہے۔ لوگوں نے دیکھا، گھبرا کر کہا: خیریت تو ہے، یہ تمہاری کیا حالت ہے؟ تم تو سفر پر گئے ہوئے تھے؟ کیا اس سفر میں کوئی نقصان ہوگیا؟ کیا کسی حادثے یا سانحہ کا سامنا کرنا پڑا۔

کہا: بھائیو! ابھی مجھ سے کچھ نہ پوچھو، میں جا کر رسولؐ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں۔

پیغمبرؐ کے قریب آیا، سلام کر کے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! میں نے ایک ایسا واقعہ ابھی تھوڑی دیر پہلے دیکھا ہے، کہ میرا بدن کانپ اٹھا اور میں اپنے آپ پر قابو نہیں پا رہا ہوں۔

اے اللہ کے رسولؐ! کہیں ایسا تو نہیں کہ کوئی غیر انسانی مخلوق میرے پیچھے لگ گئی ہو؟

پیغمبرؐ نے مسکرا کر کہا: بتاؤ تو سہی ہوا کیا ہے؟

کہا: اے اللہ کے رسولؐ! ہر ایک کو معلوم ہے کہ میں سفر پر گیا تھا اور میری واپسی ہو رہی تھی۔ آج میں سفر کرتے کرتے ایک درخت کے نیچے رُکا، سواری کا جانور باندھا، دسترخوان بچھایا، پھر نماز پڑھی اور چونکہ شب جمعہ تھی اس لیے میں نے آپؐ سے بار بار سنا، قرآن مجید کے سورۂ مُلک کی تلاوت کی۔ ابھی تلاوت مکمل کی کہ یکایک میرے کان میں کسی کی آواز آئی:

اے بھائی! تو نے میرے اُوپر احسانِ عظیم کیا اور تمہاری وجہ سے صدیوں کے عذاب سے مجھے نجات ملی ہے۔ میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

گھبرا کر میں نے چاروں طرف دیکھا، کوئی نظر نہیں آ رہا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ

کوئی صحرا اور جنگل میں رہنے والا میرے پیچھے لگ گیا ہے۔

اے اللہ کے رسولؐ! میں نے آرام بھی نہیں کیا، گھوڑے کو دوڑا کر سیدھا آپ کے پاس آیا ہوں، یہ کون ہے؟ یہ کیسی آواز میں نے سنی؟ پیغمبرِ خداؐ مسکرائے۔

ایک حدیث ہے، اور ایسی حدیث ہے کہ معصومؑ نے جب ارشاد فرمائی تھی تو دشمنانِ اہل بیتؑ نے امامؑ کا مذاق اڑایا تھا۔

امامؑ نے فرمایا: اس دنیا میں بالشت برابر جگہ ایسی نہیں ہے جہاں کوئی نہ کوئی دفن نہ ہو۔ جہاں کسی نہ کسی کی قبر نہ ہو۔ جب دسویں امامؑ کو گرفتار کر کے لے جا رہے تھے تو راستے میں مذاق اڑایا گیا۔

کہا گیا: اے فرزندِ رسولؐ! جس راستے سے ہم گزر رہے ہیں، آج تک اس راستے سے کوئی آدمی نہیں گزرا تو یہاں کس کی قبر ہوگی؟ اور آپ کہتے ہیں ہر جگہ قبر ہے۔

اسی رات برفانی طوفان آیا، بہت سارے آدمی مرے اور ان کی قبریں بنیں تو اس وقت امامؑ نے فرمایا: یہ ہیں وہ قبریں جن کا میں نے کہا تھا۔

پیغمبرِ خداؐ نے مسکرا کر کہا: جس درخت کے نیچے تو نے پڑاؤ ڈالا تھا اس کے نیچے ایک ایسے مومن کی قبر ہے جو حضرت ابراہیمؑ کا ماننے والا تھا، لیکن گناہگار تھا اور عذابِ خدا میں مبتلا تھا۔ تو نے قرآن کا ایک ایسا سورہ وہاں پر پڑھ دیا کہ جس جگہ یہ سورہ پڑھا اتنی رحمت، اتنی برکت اللہ کی طرف سے آتی ہے کہ سخت سے سخت اور بد سے بدترین عذاب میں مبتلا آدمی، اس کا بھی عذاب دُور ہو جاتا ہے، شرط یہ کہ عقیدہ صحیح ہو۔

جیسے ہی یہ بات پوری ہوئی تو اصحابِ رسولؐ جو اسی مسجد میں جمع ہیں، گھبرا کر کہتے ہیں: یارسولؐ اللہ! کیا یہ صرف انہی لوگوں کے لیے فائدہ مند ہے، جن کی قبر پہ

پڑھا جائے؟

پیغمبرؐ خدا نے کہا: نہیں، سورۂ مُلک کہیں بھی پڑھا جائے، یہ ایک ایسا سورہ ہے جس کا کام ہے رحمت کو برسانا، جس کا کام ہے رحمت کو پھیلانا۔ خصوصاً شب جمعہ۔ جس جگہ سورۂ مُلک پڑھا جائے وہاں رحمت کی بارش ہوتی ہے۔

اب دو باتیں میں ابھی عرض کرنے والا ہوں:

نمبر ایک، یہ حدیث میں اکثر پڑھتا ہوں اس لیے کہ عذابِ قبر سے بچاؤ کا بہترین طریقہ ہے، سورۂ مُلک ہے۔

قبرستان جائیں اور اپنے قریبی رشتہ دار کی قبر پر یہ سورہ پڑھ کر آئیں۔ اپنے گھر میں ہر شبِ جمعہ اس کی تلاوت کریں۔ سورۂ مُلک۔

ایک اعتراض کیا گیا: یہ اعتراض کرنے والے تو ہر جگہ ہوتے ہیں، اور جیسا کہ میں اکثر کہتا ہوں کہ ہم سب کے استاد مولانا غلام عسکری صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ وہ اکثر ایک جملہ کہا کرتے تھے، فرماتے تھے:

دنیا میں ایک مشغلہ لوگوں کا ہے شکار کرنا، اور ہر طرح کے شکاری ہوتے ہیں۔ مگر سب سے بڑے شکاری وہ ہوتے ہیں جو مولویوں کے شکاری ہوتے ہیں۔

بعض اعتراضات صرف دشمنی کے ہوتے ہیں، بعض اعتراضات بڑے معقول ہوتے ہیں۔ کسی نے کہا: مولانا! اسلام میں عمل کا دارومدار نیت پر ہوتا ہے۔ اس آدمی نے سورۂ مُلک پڑھا اور اس کی نیت ہی نہیں تھی کہ میں کسی صاحبِ قبر کو ثواب پہنچا رہا ہوں، پھر اسے فائدہ کیسے ملا؟

بات صحیح بھی ہے مگر اسی سورۂ مُلک کی ایک فضیلت ظاہر کرنے کا موقع ملا۔

دیکھیے!

کچھ اعمال دوا کی طرح ہوتے ہیں جو کرے گا اسی کو فائدہ ہے، جس کے لیے

کیا جائے گا اسی کو فائدہ ہے، اور کچھ نیکیاں اسپرے کی طرح ہوتی ہیں، جس علاقے میں وہ نیکی کی جائے اس علاقے کے سارے افراد کو فائدہ ملے گا، سورۂ ملک رحمتِ خدا کا اسپرے ہے، جہاں پر برسے گا سارا علاقہ رحمت والا ہو جائے گا۔ (نعرۂ حیدری)

''ہم نے قرآن میں ایسی چیزیں نازل کیں جو صاحبانِ ایمان کے لیے رحمت اور شفاء ہیں''۔

لیکن یہی پر ایک اعتراض ہے، قبرستان میں، دشمنانِ اہلِ بیتؑ بھی ہوتے ہیں، حتیٰ یہ کہ کربلا تک کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ لشکرِ یزید اپنے لاشے دفن کر کے گیا تھا تو رحمتِ خدا کیا ان کو بھی ملے گی؟

یہ بھی اسلام کا ایک اصول ہے، بعض چیزیں اسلام نے ایسی بتائی ہیں کہ ایک ہی چیز ہے، ایک ہی وقت میں ایک کو فائدہ پہنچاتی ہے دوسرے کو نقصان پہنچاتی ہے۔

''ہم نے قرآن میں وہ نازل کیا ہے جس سے مومن کو رحمت اور شفا مل رہی ہے اور ظالم کو خسارہ اور نقصان مل رہا ہے''۔

مولاؑ کی زیارت کی۔ مولاؑ کا لقب ہے: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَی الْاَبْرَارِ ''میرا سلام ہو آپؑ نیکوکاروں کے لیے، آپؑ اللہ کی نعمت ہیں اور دشمنانِ خدا کے لیے آپ ہی اللہ کا عذاب ہیں''۔

نعمتِ خدا بھی علیؑ ہیں، رحمت لانے والے بھی علیؑ ہیں، عذاب لانے والے بھی علیؑ ہیں۔

اب آیئے ــــــ!

ایک اور حدیث، میں نے یہ دیکھا: قم، مشہد اور اس طرح کی دیگر زیارتوں پہ لوگ جاتے ہیں۔ بعض صاحبانِ ایمان کو ایک چیز کی بڑی کوفت ہوتی ہے، واپس

آ کر شکایت بھی کرتے ہیں۔ مولانا! یہ کیا وہاں کا دستور ہے کہ سارا صحن قبروں سے بھرا ہوا ہے؟ ہم پاکستان اور ہندوستان کے لوگ، راستے میں اگر قبر آئے تو حتی الامکان کوشش کرتے ہیں کہ دائیں بائیں مڑیں قبر پہ ہمارا پیر نہ پڑنے پائے۔

وہاں پورا صحن قبر سے بنایا گیا۔ اگر قبروں سے بچ کے چلے تو حرم کے اندر جا ہی نہیں سکتے۔

یاد رکھئے......!

یہ آج کی بات نہیں ہے، یہ طریقہ کار معصومینؑ کے زمانے سے تھا اور ایسا ہی ایک چکر آ گیا، میں چلوں تو کیسے چلوں؟

ایک آدمی نے ساتویں امامؑ سے جا کر دریافت کیا: اے فرزندِ رسولؐ! یہ جو قبریں ہوتی ہیں ان پر چلنے کا کیا مسئلہ ہے؟

امامؑ نے کہا: چلو، کوئی حرج نہیں۔

راوی نے کہا: مولاؑ! کچھ قبریں مومنوں کی ہوتی ہیں؟

کہا: یاد رکھو، جب کوئی مومن کافر کی قبر پر چلتا ہے تو مومن کے چلنے سے کافر کو اذیت اور عذاب محسوس ہوتا ہے، اور مومن جب مومن کی قبر پر چلتا ہے تو مومن کو راحت اور آرام محسوس ہوتا ہے۔ تمہارا چلنا مرنے والے کے لیے راحت و آرام لے کر آئے گا۔

تو کبھی چیز ایک ہوتی ہے لیکن کام دو کرتی ہے۔ قرآن کے لیے ہم شفاء اور رحمت ہیں اور ہم ہی ظالم کے لیے خسارے اور نقصان کا سودا ہیں۔

تو اطمینان سے پڑھئے سورۂ مُلک۔ جہاں یہ پڑھا جائے، جہاں جہاں صاحبانِ ایمان ہوں گے وہاں گویا رحمت کا اسپرے ہو گیا۔

تیسری چیز سنئے!

اچھا ــــــ!

تیسری چیز اتنی سامنے کی ہے، قبر میں کام آنے والی نیکیاں۔ اتنی سامنے کی ہے کہ لوگ بھول جاتے ہیں، وہ یہ کہ اس دنیا میں جب آپ رہتے ہیں۔ مصیبتیں، پریشانیاں، بیماریاں، حادثات اور بلائیں، یہ سب آنے کا امکان ہے۔ اس سے بچنے کا آپ کے پاس بہترین طریقہ کیا ہے؟

آپ نے کہا: راہِ خدا کا صدقہ۔

ہم روزانہ گھر سے نکلتے ہیں، صدقہ دے کر نکلتے ہیں، ہم ہر شام کو گھر میں داخل ہوتے ہیں، صدقہ دے کر داخل ہوتے ہیں۔

حدیث ہے کہ صبح کا صدقہ سارے دن کی مصیبتوں کو دُور کرتا ہے، شام کا صدقہ ساری رات کی مصیبتوں کو دُور کرتا ہے۔ بیمار کے لیے صدقہ نکال لیں تو بیماری چلی جائے گی۔

صدقہ خالی ردِّ بلا کے لیے نہیں ہے۔ کوئی مسئلہ آپ کو پیش آجائے، اس کے لیے صدقہ ہے مگر صدقے کو ہم نے محدود کرلیا۔

اور ہمارے یہاں مشہور یہ ہے کہ صدقہ صرف زندگی تک دیا جاسکتا ہے۔

دیکھیے ــــــ!

کافر، ایک بے دین جس کے پاس دوسری زندگی کا تصور ہی نہ ہو، وہ کہے کہ صدقہ اس زندگی میں کام آتا ہے تو سمجھ میں آتا ہے۔

ہمارے اور آپ کے پاس موت کا تصور کیا ہے؟

اب سنیے ــــــ!

دو حدیثیں، پہلی حدیث، ان لوگوں کی جنھیں ابھی تک صحیح معنوں میں صدقے کا فائدہ پتہ نہیں چلا۔ اور دوسری حدیث خاص کر قبر میں کام آنے والی کے حوالے سے۔

آج دو باتیں مجھے ایسی کرنا ہیں جو ہر آدمی جانتا ہے لیکن موت کے حوالے سے لوگ بھول جاتے ہیں۔ ایک تو یہی صدقے کی بات۔

حضرت عیسیٰؑ جا رہے ہیں، دیکھا کہ ایک گھر میں ابھی ابھی بارات آ کے رُکی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے اپنے صحابیوں سے کہا: ان بے چاروں کو پتہ ہی نہیں، آج اس دلہن کو لانے پر اتنی خوشی منا رہے ہیں، کل یہی وقت ہوگا کہ اس دلہن کا جنازہ یہاں سے نکل رہا ہوگا۔ اگلے دن انھی میں سے کوئی آدمی اتفاقاً کسی اور کام سے یہاں سے گزرا۔ لیکن جیسے ہی گھر کے سامنے پہنچا تو کوئی آثار ہی نہیں ہیں موت کے۔ اُلٹے قدموں واپس گیا۔ کہا: یا نبیؑ خدا! غضب ہو گیا، جس گھر کے بارے میں آپ نے کہا تھا کہ وہاں سے جنازہ اُٹھے گا، وہاں تو کوئی جنازہ نہیں۔

اب اسلام کا ایک اور اصول، میں اس سے پہلے کئی بار یہ اصول بتا چکا ہوں، وہ یہ کہ اگر کبھی تم ایسا کام کر رہے ہو کہ تم پر تہمت لگ سکتی ہے۔ لوگوں کو بدگمانی ہو سکتی ہے تو ایک مرتبہ وضاحت ضرور کر دو، لیکن پھر بھی لوگ نہ مانے تو ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔

چنانچہ حضرت عیسیٰؑ کھڑے ہو گئے۔ میں نے ان لوگوں سے کہا تھا: آج جنازہ نکلے گا اگر میری بات صحیح نہ ہوئی، چاہے یہ لوگ زبان سے کچھ نہ کہیں لیکن دل میں شک آ جائے گا۔

دلہن سے کہا: اپنی جگہ سے کھڑی ہو جا، وہ کھڑی ہو گئی۔ دیکھا کہ اس کے پیچھے انتہائی زہریلا سانپ موجود ہے۔ اپنے سارے ساتھیوں سے کہا: دیکھو! یہ وہ خبر جو میں نے کل دی تھی۔

کسی نے سوال کر لیا: یا نبیؑ خدا! یہ تو ہمیں یقین آ گیا کہ آپ کا کلام غلط نہیں ہو سکتا، لیکن پھر یہ بچی تو کیسے بچی؟

کہا: اس کا جواب میں نہیں دوں گا بلکہ دلہن خود دے گی۔

کہا: بیٹا کل سے لے کر آج تک تو نے کون سا نیکی کا کام کیا ہے؟

کہا: یا نبیؑ خدا! آج صبح اس گھر میں میری پہلی صبح تھی۔ سارے گھر والے خوشی منا رہے ہیں۔ دروازے پر ایک فقیر آ کر صدا دے رہا ہے کہ راہِ خدا میں صدقہ دے دو، کسی نے اس کی آواز نہ سنی۔ میں نے سوچا: آج اس گھر میں میرا پہلا دن ہے اور اگر پہلے دن ہی سوال کرنے والا خالی ہاتھ میرے گھر کے دروازے سے واپس چلا گیا تو ساری زندگی یہاں رہنا مشکل ہو جائے گا۔

میں اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی، آگے بڑھی، باورچی تلاش کر کے روٹیاں لا کر دیں۔

حضرت عیسیٰؑ فرماتے ہیں: یاد رکھ، راہِ خدا کا صدقہ یقیناً موت کو بھی واپس کر دیتا ہے اور جس کام کا آغاز صدقے سے کیا جائے، ہمیشہ اس کام میں برکت ہوتی ہے۔

ذکرِ مصائب شامِ غریباں

ایک محلے کی بات ہے، نوجوان سو رہا ہے، رات کو اس نے خواب میں دیکھا کہ اللہ کے رسولؐ اس کے پاس تشریف لائے، جب اس نے پیغمبرؐ کا پیغام سنا تو چکرا گیا۔

پیغمبرؐ نے فرمایا: اے شخص! میرا ایک کام کرے گا؟

اس نے کہا: یا رسولؐ اللہ! آپ کے نام پر جان قربان۔

کہا: فلاں گھر میں جا اور اس سے کہہ دے کہ بچی کی دعائیں نے سن لی ہے اور جہنم کے عذاب سے تجھے نجات دلائی ہے۔

آنکھ کھلتے ہی چکرا گیا۔ مسئلہ یہ ہے جس گھر کا پیغمبرؑ نے ذکر کیا وہ کسی مسلمان کا گھر نہیں بلکہ آتش پرست مجوسی کا ہے۔ اس مجوسی نے ایک بار اپنے طریقے کے ایک مسئلے پر عمل کیا جس کو دیکھ کر آدمی گھبرا جاتا ہے۔

مجوسی کی شریعت میں ایک ایسا مسئلہ ہے کہ ہماری عقل اسے قبول نہیں کرتی۔ اس نے اس پر عمل تک کیا، مجوسیوں کے ہاں سگے بھائی بہن کی شادی جائز ہے۔ اس نے اپنے بیٹے کی شادی اپنی بہن سے کی، بڑا شاندار جشن ہوا۔

بہر حال ــــــ!

وہ نوجوان بڑا پریشان رہا، مسلسل تین راتوں تک پیغمبرؑ اس کے خواب میں آتے رہے اور پیغام دیتے رہے۔ آخر چوتھی رات کو خواب میں آئے تو جلال کے لہجے میں کہا: اگر تو نے میرا پیغام نہ پہنچایا، تیرے ساتھ میرا کوئی تعلق نہیں۔

اگلے دن اس نوجوان نے اس مجوسی کا دروازہ کھٹکھٹایا۔

اس نے کہا: تم یہاں کیسے؟

کہا: ایک بات کہنا ہے، گھر میں آنے کی اجازت دو۔

اندر آیا، اور کہا: میرے رسولؐ نے ایک پیغام بھجوایا ہے، میں نے چھوٹی بچی کا جملہ سن لیا ہے، اور تجھے ہر قسم کے عذاب سے نجات دلا دی۔

یہ سن کر مجوسی کہتا ہے:

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ......(صلواۃ)

آخر گھبرا کر کہا: بھائی! یہ تم نے کلمہ کیوں پڑھا؟

کہا: میرے دل نے گواہی دی کہ جو بات ایک چھوٹی سی بچی اور میرے علاوہ کسی کو نہیں معلوم وہ اسے کیسے پتہ چلی۔

اس نے کہا: مجھے بھی بتاؤ۔

کہا: ہوا یہ تھا کہ پچھلے ہفتے میرے گھر میں شادی تھی۔ میں نے سارے شہر سے اپنی قوم والوں کو بلایا، اچھے اچھے کھانے پکوائے۔ ایک بار میں صحن میں کھڑا ہوا کہ پڑوس میں کوئی مسلمان رہتا تھا۔ ایک بار میرے کان میں آواز آئی: بچی کہہ رہی ہے: اماں! ہمارے پڑوسی کے گھر میں کتنے اچھے کھانے پک رہے ہیں اور آج صبح سے ایک دانا ہم نے نہیں کھایا ہے، شاید یہ کچھ ہمیں بھی بھجوا دے۔

کہتا ہے: میں نے غلام کو بلایا، بازار جا، مسلمان باورچی کو لے کر آ۔ باورچی آ گیا۔

کہا: یہ سارے کھانے تھوڑے تھوڑے جلدی تیار کر دو۔ کھانا تیار ہو گیا، کنیز کو لیا۔ برابر کے دروازے پر گئے، دستک دی۔ بیوہ خود دروازے پر آئی۔

کہا: کون؟

میں نے کہا: بہن! میں تمہارا پڑوسی ہوں۔ میں تمہارے لیے کھانا لے کر آیا ہوں۔

کنیز کھانا لے کر اندر گئی۔ ماں بچوں کو لے کر انتظام کر رہی ہے۔ وہ تین سال کی بچی کہتی ہے: اماں! ہمارا پڑوسی کتنا اچھا ہے۔ میں اپنے رسولؐ سے سفارش کروں گی کہ اسے ہر عذاب سے بچا لے۔ کھانا شروع ہوا۔ اور آج آ کر تو نے مجھے رسول کا پیغام دیا کہ میں نے بچی کا جملہ سن لیا۔

بس ـــــ!

یہ جملہ کل مکمل کروں گا، آج تو اتنا کہتا ہوں کہ اے اللہ کے رسولؐ! ایک عام مسلمان کے گھرانے پر یتیم کھانے والے! تین سال کی یتیمہ کی ایک بات سن کر کافر اور مجوسی کی بخشش کرانے والے!

بے شک آپؐ رحمۃ للعالمین ہیں، اگر ایک عام بچی آپ کی رحمت کی حق دار ہے، تو کیا ننھی سکینہؑ جو طمانچے کھا رہی ہے۔ اے رسولؐ! ذرا اپنے حسینؑ کی یتیمہ کو بھی دیکھیے۔

حمید ابن مسلم کہتا ہے: جب سارے خیمے جلے اور آخری خیمے سے ایک بچی اس حالت میں باہر آئی۔ اس کا کُرتا آگ پکڑ رہا ہے، مگر اسے اپنے کُرتے کا خیال نہیں ہے۔

میں ڈر گیا، کہیں یہ آگ بچی کو نقصان نہ پہنچائے۔ میں نے قریب آ کر ہاتھ بڑھایا تو بچی جلال کے عالم میں پیچھے ہٹی، خبردار! میرے جسم کو مَس نہ کرنا، میں فاطمہؑ کی پوتی سکینہؑ ہوں۔

میں نے ہاتھوں کو جوڑا، کہا: شہزادی! فقط آگ بجھانا مقصود ہے۔

میں نے آگ بجھائی۔ بچی نے حیرت کے عالم میں مجھے دیکھا، اے شخص! جہاں اتنی مہربانی کی ہے، ایک مہربانی اور کردے، اور مجھے نجف کا پتہ بتا دے۔

گھبرا کر کہا: بچی! نجف کا پتہ کیوں پوچھ رہی ہے؟

کہا: نجف میں میرا دادا علیؑ دفن ہے، میں جاؤں گی۔ جا کر کہوں دادا علیؑ! ہر ایک کی مدد کو آنے والے! ارے! تیرے حسینؑ کی یتیمہ طمانچے کھاتی رہی۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ

maablib.org

مجلسِ پنجم

- نماز وہ ہو جو قیامت میں فائدہ پہنچا سکے۔
- شیطان بھلا کبھی یہ برداشت کر سکے گا کہ کوئی مومن عذابِ خدا سے محفوظ رہے۔
- صدقہ پیسے نکالنے کا نام نہیں ہے، صدقہ غریب کے ہاتھ میں پیسے پہنچانے کا نام ہے۔
- فرمانِ امامؑ: مومن کے بچے کو ہماری دادی زہراؑ جنت میں پالتی ہیں۔
- سب سے بڑی نیکی محبت اہلِ بیتؑ ہے۔
- عقیقہ صدقہ نہیں ہے کہ پیسے سے کام چل جائے، جانور کا ذبح کرنا ضروری ہے۔
- نیکی وہ ہے جو دعا کی طاقت میں اضافہ کر دیتی ہے، اور وہ دعا وہاں تک پہنچاتی ہے جہاں دعا قبول ہو جائے۔
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اے اُمِ حمیدہ! میرے سارے شیعوں کو یہ پیغام پہنچا دینا، ہم ہر ایک کی بخشش کرائیں گے لیکن جو نماز کو حقیر سمجھ رہا ہے، ہماری شفاعت اُسے ہرگز نہیں مل سکے گی۔
- شامِ غریباں کو پانی نہ تھا، ساری بیبیوں نے خاکِ کربلا پر تیمم کر کے نماز مغربین پڑھی۔

مجلسِ پنجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی وَ اتَّقُوْنِ يٰاُولِی الْاَلْبَابِ○ (سورۂ بقرہ، آیہ ۱۹۷)

"سامانِ سفر جمع کرو اور یاد رکھو بہترین سامان تقویٰ ہے، مجھ سے ڈرتے رہنا اے صاحبانِ عقل!"

سورۂ بقرہ، کلام پروردگار، ارشاد ربانی مسلسل پانچ دن سے ہمارا موضوع اسی کے حوالے سے وہ سامانِ سفر تھا جو سب سے زیادہ قبر اور قیامت میں کام آتا ہے۔

دیکھئے ـــــ!

میں نے یہ نہیں کہا کہ جو صرف قبر و قیامت میں کام آتا ہے۔ نہیں، جو سب سے زیادہ قبر و قیامت میں کام آتا ہے، ورنہ اس دنیا میں ساری چیزیں وہ ہیں جو قدم قدم پر ہماری مدد کرتی ہیں۔ آج ہمارے بے شمار مسائل اس لیے بھی ہیں کہ یہ ساری چیزیں ہم بھلا گئے ہیں۔ ہم نے اس کو فراموش کر دیا۔

ہمارے خیال میں نماز ہو تو وہ قیامت میں فائدہ پہنچا سکے۔ اس کی وہ برکتیں ہم بھول گئے جو دنیا کے حوالے سے ہیں۔ ہمارے خیال میں زکوۃ و خمس کی ادائیگی ہو۔ وہ ہمیں اُدھار کا سودا لگتا ہے کہ جی سالوں کے بعد اس کا فائدہ ملے گا۔ ہم بھول گئے کہ یہ ساری نیکیاں اس دنیا میں بھی ہمارے کام آتی ہیں۔

ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ اس سلسلۂ مجالس کے لیے جتنی بھی باتیں آپ کے سامنے بیان کی جا رہی ہیں، باقاعدہ نمبر دے کر میں آگے بڑھ رہا ہوں۔

پہلی چیز، دوسری چیز، تیسری چیز —— یہ جتنی چیزیں آخری مجلس یعنی بیسیوں کی مجلس تک بیان ہوں گی، الگ سے ان پر میں نے یہ تحقیق بھی کی کہ ان میں ہر بات کے ساتھ تین وعدے معصومینؑ کے ہیں۔

پہلا وعدہ یہ کہ یہ جتنی چیزیں ہیں، یہ انسان کی عمر میں برکت لانے والی ہیں۔

اس سے پہلے جو مجالس کا سلسلہ چل رہا ہے، وہاں یہ اتفاق سے آج ایک اور لفظ آ گیا تھا، عمر کی برکت۔ جس کے اندر یہ پیغام بھی ہے کہ اللہ اتنی طولانی عمر دے گا کہ انسان اپنی اولاد کی کم از کم خوشیاں دیکھ لے۔ تین وعدے اس پوری فہرست کے حوالے سے آپ سن رہے ہیں۔

دوسرا وعدہ: دعائیں قبول ہونے لگیں گی، ہماری دعائیں ہماری زبان سے نکلتی تو ہیں مگر یہ گارنٹی کیسے کہ وہاں تک پہنچ بھی پائیں گی یا نہیں۔ یہ جو نیکیوں کا بیان آپ سن رہے ہیں، ہر نیکی وہ ہے کہ جو دعا کی طاقت میں اضافہ کر دیتی ہے۔ اور وہ دعا کو وہاں تک پہنچاتی ہے جہاں دعا قبول ہو جائے۔

تیسرا وعدہ: روزگار اور رزق میں انسان کے برکت بڑھ جاتی ہے۔

جتنی چیزیں بیان ہوئیں، جو آج بیان ہو رہی ہیں اور جو ان شاء اللہ کل سے لے کر آخر تک آئیں گی۔

قبر اور قیامت کے حوالے سے موضوع چل رہا ہے، مگر یہ نہ سمجھے کہ یہ سارا موضوع اُدھار کا ہے اور آپ یہ بورڈ دیکھ دیکھ کر اُدھار کو اپنے ذہن سے نکال چکے ہوں جو اکثر دکانوں پہ لگا ہوتا ہے۔

''اُدھار مانگ کر شرمندہ نہ کریں''۔

تو آپ نے کہا کہ یہ قبر و قیامت تو اُدھار کی بات ہے اور ہم کو شرمندہ ہونا نہیں ہے، لہٰذا اس کا ہم سے کیا تعلق۔

جس علاقے میں آپ ہیں یہاں پر تو ہر چیز کریڈٹ پر ملتی ہے لیکن یہ نیکیاں نقد بھی ہیں۔ آج آپ کی روزی میں برکت لانے والی، آج آپ کی عمر میں برکت لانے والی۔ آج آپ کی دعاؤں کو قبول کروانے والی لیکن اصول موضوع بہرحال! صبر اور قیامت ہے۔ وہاں کام آنے والی نیکیاں، تیسری نیکی کا بیان چل رہا تھا۔ اگرچہ کراچی میں مَیں نے اس تیسری نیکی پر پورا ایک عشرہ پڑھا ہے۔ صَدقہ، بظاہر دس منٹ میں مکمل ہو جانے والا موضوع، مگر اس کے اتنے سارے پہلو ہیں کہ پورا ایک عشرہ اور اگر علامہ مجلسیؒ کی یہ کتاب آپ کو مل سکے جس کا نام ہے "عین الحیواۃ"۔ اس میں بھی صدقے کے حوالے سے کم سے کم آپ کو ڈیڑھ سو صفحات کا بیان ملے گا۔ مگر میرے موضوع میں چونکہ اتنی ساری باتیں پہلے سے ہیں، اس لیے اب مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ وہ باتیں رہ نہ جائیں اس لیے اب فقط ایک جملہ بیان کر کے مَیں چوتھی چیز پہ جا رہا ہوں۔

اور ابھی سے یہ کہہ دوں کہ بہت سے لوگ اس دنیا میں چوتھی چیز کو تیسری چیز سمجھتے ہیں، جب کہ دو الگ باتیں ہیں۔

آخری مسئلہ یہ، شیطان بھلا کبھی بھی یہ برداشت کر سکے کہ کوئی مومن عذابِ خدا سے محفوظ رہے۔ اس نے کہا: اگر مجھ پر عذابِ خدا آیا تو میں تجھے بھی نہ بخشوں گا۔

اور اس دن کہا جس دن اللہ کے دربار سے اسے دھکے دے کر باہر نکالا جا رہا تھا۔ شیطان کبھی یہ نہیں چاہتا کہ ہمیں کوئی نیکی ایسی ملے جو عذابِ خدا کو روکے۔

وہ چاہتا ہے ہم پر عذاب آئے، روکنے والی نیکیوں سے ہمیں دُور کرتا ہے۔ چنانچہ خاص صدقے سے حوالے سے بھی خود شیطان نے اپنے ایک انٹرویو میں یہ

کہا کہ میں سب سے زیادہ پریشان ہوتا ہوں۔ ایک یہ کہ جب کوئی مومن صدقہ دیتا ہے، دوسرا وہ جو پانچویں چیز ہے جو آج کی مجلس میں آرہی ہے، جب کوئی مومن نماز پڑھتا ہے۔

اب شیطان جب یہ دیکھے کہ فلاں مومن ہر ممکن کوشش کے باوجود میرے ہاتھ سے نکل گیا اور وہ صحیح راستے پر چلا گیا۔ تو اب شیطان دوسرے انداز سے حملہ کرتا ہے۔ اچھا! یہ نماز پڑھ رہا ہے تو اب ایسا کرو کہ اپنی ساری نماز پڑھے بھی یہ اور بیکار بھی ہو جائے۔

اچھا ــــــ! یہ حج پہ جا رہا ہے اور اپنی ساری زندگی کے گناہ معاف کرا کر لائے گا۔ ایسا حج اس کو کرواؤ کہ خرچہ بھی ہو، زحمت بھی ہو اور پتہ چلے کہ حج میں سے اسے کچھ نہ ملا۔

اچھا ــــــ! یہ صدقہ دے رہا ہے، تو اب ایسا کرو کہ یہ صدقہ دے بھی اور اس کو صدقے کا فائدہ نہ ملے۔ جیسے ہم نماز پڑھیں بغیر وضو کے، ہم نماز پڑھیں اور بغیر قبلے کے۔

اسی طرح سے صدقے کے حوالے سے شیطان ہم سے غلطی کراتا ہے۔ آپ کو یہ تو بتا دیا گیا کہ آپ کو یہ قبر میں فائدہ پہنچائے گی، لیکن طریقہ تو صحیح ہو، اور وہ ایک مختصر سی بات۔

قبر کے حوالے سے کل میں کہہ چکا ہوں۔ اس رات کو صدقہ دیں جس رات کو مُردہ قبر میں جا رہا ہے، ورنہ وہ صدقہ جو بعد میں دیا جائے فائدہ دے گا لیکن پورا فائدہ نہیں دے گا۔ مگر زندگی میں جو آپ صدقہ دیتے ہیں، اپنی ردِّ بلا کے لیے، اس میں ایک بہت ہی اہم غلطی کا خیال رکھئے گا۔ صدقہ جس وقت غریب کے ہاتھ میں پہنچتا ہے اس وقت وہ صدقہ بنتا ہے۔ صدقہ ہم اپنی جیب سے پیسے نکالیں، یہ صدقہ

نہیں ہے۔ جب غریب اسے اپنے قبضے میں لے تو یہ صدقہ ہے۔ چنانچہ تمام مراجع کرام کے رسالے میں جملہ ملے گا کہ صدقے میں یہ ضروری ہے کہ جس کو دیا جائے اس کا غریب ہونا ضروری ہے۔

ہمارے یہاں ایک رواج یہ چل رہا ہے کہ گھر میں صندوق رکھ دیا، روزانہ صبح صدقہ نکالتے ہیں اور اس میں ڈال دیا۔ مہینے بھر کے بعد، ایک اچھی خاصی رقم بنی تو کسی غریب کو دیا، یہ صدقہ نہیں ہے۔ یہ صدقہ بنے فقط اس دن کا جس دن غریب کو دیا گیا۔

اگر آپ پہلی تاریخ سے روزانہ صدقہ نکالتے ہیں اور ہر مہینے کی تیس تاریخ کو غریب کو پہنچاتے ہیں تو تیسویں دن کی بلائیں تو یہ صدقہ روکے گا کیونکہ یہ اس دن کا صدقہ ہے مگر پہلی سے لے کر انتیسویں تک یہ صدقہ بنا ہی نہیں ہے۔ صدقہ پیسے نکالنے کا نام نہیں ہے۔ صدقہ غریب کے ہاتھ میں پیسے پہنچانے کا نام ہے۔

صدقہ دوا ہے، غریب کی مدد کا ذریعہ نہیں ہے۔ لوگ اصل میں غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ سمجھتے ہیں کہ صدقہ غریب کی مدد کا ذریعہ ہے۔ غریب کی مدد اس میں ضمناً ہوتی ہے۔ اصل میں یہ دوا ہے، اور دوا اپنے طریقے سے استعمال کی جائے تو تب فائدہ دیتی ہے۔

اب ایک سوال وہ یہ کہ پھر کیا طریقہ کہ صدقے کا فائدہ بھی مل جائے۔ روز کے روز صدقہ نکالیں اور پہنچا دیں غریب کو، بلکہ ابھی ابھی جو ایک جملہ میں نے کہا ہے اس سے بات واضح ہو گئی ہوگی۔

صدقہ میں یہ بھی شرط نہیں ہے کہ غریب ہی کو دیا جائے، غریب کو دیں تو ثواب زیادہ ہے، لیکن اگر کوئی غریب نہ ملے تو کسی کھاتے پیتے کو بھی دے دیں تو پھر بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

اب سنئے ــــــ!

مختصر سے تین طریقے، نمبر ایک: غریب کے ہاتھ میں پہنچنا چاہیے، لیکن اگر غریب کسی کو اپنا نمائندہ بنا دے، اس کو آپ دے دیں، وہ بھی غریب کہلائے گا کیونکہ اسلام میں نمائندگی یا وکالت چلتی ہے۔

دوسرا طریقہ، وہ یہ کہ اگر یہ طریقہ ذرا مشکل ہو رہا ہے، کیونکہ اس میں آپ کو ایک تو پابند ہونا پڑے گا، دوسرا کسی کو پیسے دیے جاتے ہیں، اس پر رعب ڈالنے کے لیے۔ اگر ہم اس سے نمائندگی لیں تو ہمیں جھکنا پڑے گا۔ یہ کچھ لوگوں کے لیے بڑا مسئلہ ہوتا ہے۔

تمام غریبوں کے نمائندے کا نام ہے امام، ان کی نیبت میں نائب امام اور نائب امام اپنے نمائندے آپ کے شہر میں بھیجتے ہیں۔ اگر کسی بھی مجتہد کے وکیل سے اجازت لے لی جائے تو مجتہد کے وکیل مجتہد کی طرف سے حق ہیں اور مجتہد کو اصل میں امامؑ کی طرف سے حق ہے، کہ وہ تمام غریبوں کی طرف سے آپ کو اختیارات دے دے۔

تیسرا اور آخری مسئلہ، وہ یہ کہ صدقہ ایڈوانس میں دیا جا سکتا ہے، قرضے کی نیت سے۔

اس سے ملتا جلتا مسئلہ ہے فطرہ۔ رمضان میں فطرہ آتا ہے، شرعاً فطرہ واجب ہے چاند رات کو، لیکن ساری خریداری چاند رات سے پہلے ہو جاتی ہے۔ ہم یہ سوچتے ہیں کہ اگر ہم نے غریب کو چاند رات میں لے جا کر فطرہ دیا تو اتنا کم وقت ہوگا کہ شاید یہ اس بے چارے کے کسی کام بھی نہ آسکے۔ چنانچہ فطرے کے بارے میں یہی مسئلہ پوچھا جاتا ہے۔

علماء جو جواب دیتے ہیں وہ صدقے میں بھی چلتا ہے۔ آپ چاند رات سے

پہلے رمضان کے شروع میں بھی دیں لیں، مگر اس کو قرضہ کے نام سے دیں، اور چاند رات کو دل ہی دل میں یہ خیال کرلیں کہ میں نے فلاں غریب کو قرضہ دیا ہے۔ میں اتنا فطرہ نکال کر اس کا قرضہ معاف کرتا ہوں اور یہ بالکل صحیح ہوگیا۔

یہی طریقہ صدقے میں بھی چلتا ہے۔ تو چنانچہ یہ موضوع مکمل، اب اس سے پہلے کہ آج کا موضوع چلے۔

نیکی نمبر چار، یہ بہت مختصر رہے گی اس لیے جیسا کہ میں نے کہا کہ یہ اتنا زیادہ طولانی نہیں ہے کیونکہ یہ تیسری چیز سے ملتی جلتی ہے، بہت سے لوگ تو دونوں کو ایک ہی چیز سمجھ بیٹھتے ہیں۔

نمبر چار، وہ ہے عقیقہ۔ ایک مسئلہ ہمارے یہاں ہے عقیقہ۔ یہ اسلام کی طرف سے بتایا ہوا ایک ایسا حفاظتِ جان و مال کا طریقہ ہے جو دنیا میں بھی کام آتا ہے، آخرت میں بھی کام آتا ہے۔

اور جو سب سے اہم جملہ مجھے کہنا ہے، وہ یہ کہ عقیقہ صدقہ نہیں ہے۔ اکثر لوگ اسے صدقے کی ہی ایک قسم سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے بعض گھرانوں میں رواج ہے کہ عقیقے کی دعوت کو قبول نہیں کیا جاتا۔ عقیقے کے گوشت کو ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے۔ اور بعض جگہ سادات کرام یہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح سید پہ صدقہ حرام ہے تو عقیقہ بھی صدقہ ہے، لہٰذا یہ بھی حرام ہے۔ یہ صرف ایک غلط فہمی ہے۔

عقیقہ قطعاً صدقہ نہیں ہے، دھوکہ اس لیے ہو رہا ہے کہ بعض اوقات بیمار کو صحت مند کرنے کے لیے حکم ہے کہ جانور کی جان اس کی طرف سے دو اور ایک بکرا بیمار کی طرف سے بطور صدقہ دیا جاتا ہے۔ تو خیال یہ آگیا کہ اب ہر بکرا صدقہ ہوگا ایسا تو نہیں ہے۔

ایک بکرا عید الاضحیٰ میں ذبح ہوتا ہے، صدقہ تو نہیں ہے۔ ایک بکرا حج میں ذبح

ہوتا ہے، صدقہ تو نہیں ہے۔ ایک بکرا عمرے کی غلطیوں کے اُوپر ذبح کرنا پڑتا ہے، صدقہ تو نہیں ہے۔

بکرا ذبح ہوتا اگر بیمار کی صحت کے لیے ہو اور اس سے یہ خیال کرلیا جائے کہ اب جتنے بکرے ذبح ہوں گے وہ سب صدقہ ہوں گے۔ یہی غلط فہمی ہوگی جو ہمارے یہاں ہے۔

امام معصومؑ سے راوی نے کہا: مولاؑ! ایسا لگ رہا ہے کہ بیماریوں نے اور بلاؤں نے میرا گھر دیکھ لیا ہے۔ ایک پریشانی کے بعد دوسری، دوسری کے بعد تیسری، تیسری کے بعد چوتھی۔

امامؑ نے فرمایا: یہ بتا، کیا تیرا عقیقہ ہوا تھا؟

کہا: مولاؑ! میں سوال کیا کررہا ہوں اور آپؑ جواب کیا دے رہے ہیں؟

امامؑ نے کہا: تجھے نہیں معلوم، ہر پیدا ہونے والا بچہ گروہ رکھا ہوا ہے اپنے عقیقے سے، جب تک عقیقہ نہیں کروگے تو سمجھو وہ بیماریوں سے نجات نہیں پاسکتا۔

کہا: مولاؑ! میں پینسٹھ سال کا بڈھا ہوں، اب؟

کہا: ہاں، اگر عقیقہ نہیں ہوا تو مرتے دم تک جب تمہیں یاد آجائے عقیقہ کرواؤ حتیٰ یہ کہ جو بچہ سات دن کا ہو کر مرجائے۔

بچہ تو معصوم ہے، اور اگر مومن کا بچہ ہو تو امامؑ فرماتے ہیں: مومن کے بچے کو ہماری دادی زہراؑ جنت میں پالتی ہیں ــــ (صلواۃ)

امامؑ نے کہا: سات دن کا ہو کر مرے، تو اس کا عقیقہ کرواؤ۔ اس لیے کہ سات دن تک تو ٹھیک ہے اس کے بعد وہ بچہ اپنے عقیقے سے اپنی قبر میں فائدہ اُٹھائے گا۔

دوسری حدیث: راوی نے کہا: مولاؑ! ہمارے علاقے میں جانور نہیں مل رہا

ہے۔ اگر ہم عقیقے کے بکرے کے پیسے راہِ خدا میں صدقہ کر دیں۔

امامؑ نے فرمایا: یاد رکھو! عقیقے کے موقع پر اللہ خون بہتا دیکھنا چاہتا ہے۔ خون کا بہانا ضروری ہے، یہ کوئی صدقہ نہیں ہے کہ پیسے سے کام چل جائے، جانور کا ذبح کرنا ضروری ہے۔ اگر جانور نہیں مل رہا تو انتظار کرو، بعد میں کر لو لیکن عقیقے کے اندر جانور ہی ذبح ہوتا ہے۔

تیسری حدیث: جب عقیقہ کیا جاتا ہے تو دعا کیا پڑھی جاتی ہے؟

اَللّٰھُمَّ لَحْمُھَا بِلَحْمِہٖ وَدَمُھَا بِدَمِہٖ

"اے خدا! جانور کا گوشت لے لے، اور اس کا گوشت بچ جائے، جانور کی کھال لے لے اور اس کی کھال بچ جائے، جانور کی ہڈی لے لے اور اس کی ہڈی بچ جائے"۔

یہ تحفظ کا ایک ایسا ذریعہ ہے کہ پہلے یہ سمجھانا مشکل تھا، آج کل یہ سمجھانا آسان ہے۔

آئیے ـــــ!

ایک ضعیف حدیث کی طرف، اس حدیث پر اگر آپ عمل نہ بھی کریں تو حرج نہیں ہے مگر بحار میں یہ ضعیف حدیث موجود ہے:

"جب بھی کسی انسان کے گھر بچہ پیدا ہوتا ہے اس وقت جنوں کی قوم اور شیطانوں کے گروہ میں بھی ایک بچہ پیدا ہوتا ہے اور وہ ساری زندگی انسان کے بچے کو پریشان کرتا ہے۔ اگر انسان کے بچے کے بدلے میں عقیقہ کیا جائے تو جب جانور کی گردن کٹتی ہے تو اس جن کے بچے کی بھی گردن کٹ جاتی ہے"۔

تو اس سے ذرا کچھ اور بات واضح ہوئی۔ اصل جملہ اس میں صرف ایک تھا

کہ امامؑ نے فرمایا: سات دن کے بعد بچہ بھی مرے اور قبر میں جائے تو اس کا بھی عقیقہ کرو۔ عقیقہ قبر کے اندر بھی تمہارے کام آتا ہے، اور تمہیں فائدہ پہنچاتا ہے۔

پانچویں نیکی: مُلا احمد نراقی صاحب مستند الشیعہ، ذرا سا پڑھا لکھا انسان، جب بھی یہ نام سنے گا تو عقیدت سے اس کا سر جھک جائے گا۔ مستند الشیعہ، شیعہ کی بنیادی کتابوں میں سے ایک کتاب ہے، اس کے مؤلف ہیں احمد نراقی۔ ان کا زمانہ ہے آج سے پونے دو سو سال پہلے کا اور حضرت امام خمینی رضوان اللہ علیہ نے اپنی کتاب "حکومتِ اسلامیہ" اس میں جن چند مجتہدین اور مراجع کا بڑے احترام کے ساتھ ذکر کیا ہے، ان میں ایک نام مُلا احمد نراقی کا ہے۔

امام خمینیؒ جیسا بابصیرت مرجع احترام اور حد سے زیادہ احترام، تذکرہ کر رہے ہیں مُلا احمد نراقی کا۔ اپنے زمانے کے مرجع تھے۔ دنیائے تشیع ان کی تقلید میں اور یہ بہت پُرانا زمانہ نہیں۔ ان کا اپنا واقعہ نہیں ہے لیکن کہتے ہیں کہ میں نے اپنے بابا سے یہ واقعہ سنا، میرے والد مُلا مہدی نراقی فرماتے ہیں:

ایک دن نوروز کی عید کا دن آیا۔ نوروز کی عید ایک اسلامی عید ہے، یا کلچرل عید ہے، یہ بحث چھوڑ دیجیے۔

بہرحال ــــــ!

منائی جاتی ہے، بڑی شان وشوکت سے منائی جاتی ہے اور کسی مرجع نے آج تک اس کے خلاف فتویٰ نہیں دیا۔ اور اس کی عید کی ایک خاصیت یہ ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے گھر جاتے ہیں، عام عید میں ہم سویاں کھاتے ہیں، بقرہ عید میں ہم گوشت کھاتے ہیں۔ نوروز کے دن سُفرے پر سات ایسی چیزیں رکھی جاتی ہیں جو "س" سے شروع ہوتی ہیں اور ایک دوسرے کے گھر لوگ آتے جاتے ہیں۔

اچھا ــــــ!

اب یہ آٹھ، دس دوست محلے کے ہر گھر میں جا رہے ہیں۔ ایک ان کا دوست شہر سے باہر رہتا ہے۔ انھوں نے سوچا کہ اسے بالکل آخر میں رکھیں۔ پہلے قریب والوں کو فارغ کرلو۔

آخر میں وہاں گئے۔ سہ پہر کا وقت ہو رہا تھا، سورج ڈوبنے کے قریب ہے۔ صاحبانِ خانہ نے دیکھا کہ باہر سے مہمان آئے ہیں۔ خوش ہوگئے، مگر ایک درخواست اس نے کی۔ وہ یہ کہ میرا مکان ہے چھوٹا، اور پہلے سے کچھ خواتین آئی ہوتی ہیں۔ وہ پہلے فارغ ہو جائیں پھر آپ آیئے گا۔

کہا: ہم کھڑے ہیں۔

باہر کھڑے رہے، مگر یہ بھول گئے تھے کہ دستر خوان پر عورتیں بیٹھی ہیں۔ وہ اندر پریشان، یہ لوگ باہر پریشان، کھڑے کھڑے تھک گئے۔ سامنے قبرستان تھا۔ قبرستان میں بیٹھنے کی جگہ تھی، جا کر بیٹھ گئے۔ مگر وہاں بھی بیٹھے بیٹھے تھک گئے۔

ایک ذرا مذاق کرنے والا دوست تھا، چاروں طرف دیکھا اور کہا: اے قبرستان کے مُردو! زندہ کے گھر تو گئے تھے۔ اس نے تو ہم کو پلٹ کر پوچھا بھی نہیں۔ بھائی! ذرا تم ہی ہمیں کچھ کھلا پلا دو۔

پیچھے سے آواز آئی: ”بسم اللہ شب جمعہ کو تشریف لے آنا“۔

اب تو ہوش و حواس اُڑ گئے، گھبرا گئے۔ اب وہ صاحب خانہ آیا کہ عورتیں چلی گئیں۔

کہا: ارے! ہماری جان پہ بنی ہے اور تم کہتے ہو کہ عورتیں چلی گئیں۔ واپس گھر آگئے، ایک ہی محلے میں سب کے گھر تھے۔ شب جمعہ تک جاگتے رہے۔ آخر سب جمع ہوئے، کہا: چلو قبرستان۔

قبرستان میں آئے، قبر کے قریب گئے، قبر بھی بند، آخر ڈرتے ڈرتے کہا:

مہمانوں کو بلایا ہے تو ہم آگئے ہیں۔

بس ــــ!

جیسے ہی یہ کہا، قبر کھلی اور ایک غلام نکل کر باہر آیا۔ کہا: میرا آقا آپ کا انتظار کرتے کرتے گھبرا گیا، آیئے۔

ایک آدمی حوصلہ بڑھا کر اندر داخل ہوا، پھر باہر آیا، کہا بھائیو! ذرا جلدی سے آؤ، ایک ایک کر کے سب اترے۔ قبر میں قدم رکھا اور دیکھا کہ ایک بہت ہی عالیشان سڑک چلی جارہی ہے۔ خوبصورت سڑک، چلے جارہے ہیں۔ چلتے چلتے دیکھا کہ ایک عالیشان محل ہے۔ اس کے دروازے پر ایک خوبصورت نوجوان، سر پہ سونے کا تاج، بدن پر شاہی لباس، اور مسکرا کر ہر ایک کو گلے سے لگا رہا ہے، اور کہہ رہا ہے:

اے میرے مہمانو! میں تو مایوس ہوگیا تھا۔ یہ سب لوگ محل کے اندر پہنچے، اب جو سفرئی بچھایا گیا تو کھانے بھی عالیشان۔

ایک نے کہا: اے شخص! کیا آپ کوئی نبی ہیں؟ سارا بدن اس کا کانپ اٹھا۔

کہا: میں نبی نہیں ہوں۔

کہا: پھر آپ ہیں کون؟

مسکرا کر کہا: آپ نے نہیں پہچانا؟

کہا: میں آپ کے محلے کا قصائی ہوں، میری گوشت کی دکان تھی۔

کہا: اچھا! پھر یہ بتا آخر تیری کون سی نیکی ایسی ہے جس کی وجہ سے تجھے یہ رتبہ ملا اور مرتے ہی ملا؟

کہا: مجھے یہاں آنے کے بعد یہ بتایا گیا کہ میری دو نیکیاں ایسی ہیں جس کی وجہ سے پروردگار مجھے جنت دے رہا ہے اور اتنی جلدی دے رہا ہے، پہلی نیکی یہ کہ

میں نے کبھی کسی واجب نماز کو قضاء نہیں ہونے دیا۔ اور دوسری نیکی یہ کہ کاروبار میں میں نے کبھی ناپ تول میں کمی نہیں کی، اور کسی مسلمان کو دھوکہ اور فریب نہیں دیا۔

ہمارا موضوع اس میں پہلی نیکی، سب سے بڑی نیکی ہے محبت اہلِ بیتؑ، اور اس کے بعد ہے نماز۔ یہ وہ نیکی ہے کہ دنیا، وقتِ موت، قبر، قیامت، پُل صراط اور جنت۔

ذکرِ مصائب شہادت سعید ابن جبیرؓ

ابوبصیر نے جناب اُم حمیدہ سے جا کر یہ سوال کیا: شہزادی! آپ یہ بتائیے کہ جب میرے چھٹے امامؑ کی شہادت ہو رہی تھی تو ان کا آخری جملہ کیا تھا؟

کہا: سنو! آخری وقت میں سب کو دیکھا، آخر میں مجھے دیکھا اور مجھے دیکھ کر ایک جملہ کہا اور میرا امامؑ دنیا سے چلا گیا۔ آخری جملہ یہ تھا:

> ''اے اُم حمیدہ! میرے سارے شیعوں کو یہ پیغام پہنچا دینا، ہم ہر ایک کی بخشش کرائیں گے، لیکن جو نماز کو حقیر سمجھ رہا ہے، ہماری شفاعت اسے ہرگز نہیں مل سکے گی''۔

اور یاد رکھیے!

میں کہتا ہوں: اس دنیا کا ہر آدمی نماز کے بارے میں سُست اور لاپرواہ ہوسکتا ہے مگر ایک آدمی کبھی بھی نماز کے بارے میں سُست نہیں ہوسکتا، جو کربلا والوں کا ماتم کرے اور جو اسیرانِ کوفہ و شام کے مصائب پر آنسو بہائے۔

جو مومن اپنے چوتھے امامؑ سے یہ روایت سنے کہ میں نے دیکھا، کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام ایک نماز شب تک قضا نہیں کی۔ ایسے وقت بھی آئے کہ یہ قافلہ راتوں کو بھی نہیں روکا گیا۔ بیبیاں اُونٹوں پر بیٹھی ہیں۔ دونوں ہاتھ پسِ گردن

بندھے ہیں۔ مگر بندھے ہاتھوں کے ساتھ اُونٹوں کی پشت پر بیٹھ کر یہ نماز شب تک ادا کر رہی ہیں۔

جسے پتہ ہو کہ حسینؑ نے نماز کو اتنا عظیم بنا دیا کہ نماز کی خاطر اپنے دو صحابی قربان کر دیئے۔ عاشور کی صبح ہوئی، اکبرؑ کو بلایا۔ اکبرؑ بیٹا! عاشور کا آغاز تیری اذان سے ہوگا۔ عاشور کی ظہر ہوئی۔ دو صحابیوں کو بلایا۔ تم سامنے کھڑے رہنا، تمہارے سینے تیروں کو روکیں گے لیکن نماز اس سے زیادہ ضروری ہے۔

عاشور کی سہ پہر ذوالجناح سے گر کے بھی حسینؑ نے جلتی ریت پر پیشانی رکھی۔

شامِ غریباں آئی، پانی نہ تھا، ساری بیبیوں نے خاکِ کربلا پر تیمم کر کے نماز مغربین پڑھی۔ ہم جیتے ہیں تو عاشور کا نام لے کر، اور مرتے ہیں تو عاشور کا نام لے کر۔ کربلا ہماری رگِ حیات ہے۔ مگر عاشور کا سارا دن صبح سے لے کر شامِ غریباں تک نماز، نماز، نماز۔

ظہر کا وقت آیا، ایک صحابی نے آسمان کو دیکھا، مولاؑ! وقتِ ظہر آ گیا ہے، دل چاہتا ہے، ایک نماز اور آپ کے پیچھے پڑھو۔ حسینؑ نے ہاتھ اُٹھائے: "اللہ تجھے نمازیوں کے ساتھ محشور کرے"۔

حبیب نے کہا: آقا! میں ذرا ان سے اجازت لے کر آؤں کہ اتنی دیر جنگ بند کی جائے۔

وہاں گئے، کہا: ذرا ہمیں نماز پڑھنا ہے۔

ایسا جواب ملا، حبیبؓ جیسا غیرت مند برداشت نہ کر سکا۔ کہا: اب میں آپ کے پیچھے نماز نہیں پڑھ رہا، میں آپؐ کے ناناؐ کے پیچھے نماز پڑھنے جنت میں جا رہا ہوں مگر حسینؑ نے کہا: باقی صحابیو! صفیں بنا لو، نماز شروع ہوئی۔ سعید ابن جبیرؓ صبح

سے بہت پریشان، اس وقت خوشی کی انتہا نہ رہی۔

صبح سے کیوں پریشان، بچانوے سال کا بوڑھا تھا، گھبرا گھبرا کر ساتھیوں سے کہتا تھا: ارے میں آقا کی کیا خدمت کروں، میرے ہاتھوں میں رعشہ ہے، نہ تلوار چلا سکتا ہوں، نہ نیزہ اٹھا سکتا ہوں۔

ابھی جو نماز شروع ہوئی، تڑپ کے آگے بڑھے۔ آقا! مجھے اپنے آگے کھڑا ہونے کی اجازت دیں۔ میرے ہاتھ تلوار نہیں چلا سکتے۔ مگر میرے سینے کی بوڑھی پسلیاں آنے والے تیروں کو تو روک سکتی ہیں اور تیر پہ تیر چلے۔ حسینؑ کا رکوع ہو رہا، حسینؑ کا سجدہ ہو رہا، حسینؑ کا قیام و قعود ہو رہا۔ یہ بوڑھا ہر تیر کو روک رہا ہے۔

ادھر حسینؑ کی نماز ختم ہوئی ادھر سعید گرے، سعید کا سر حسینؑ کی گود میں پہنچا اور سعید نے آنکھیں کھولیں: فرزندِ رسولؐ! کیا میں نے حقِ وفا ادا کر دیا؟

حسینؑ جیسے صابر کی آنکھوں میں آنسو، فرمایا:

يَاسَعِيْدُ اَنْتَ اَمَامِي فِي الْجَنَّةِ

"حسینؑ جنت میں بھی جائے گا تو تُو میرے آگے آگے چل رہا ہوگا"۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

maablib.org

مجلسِ ششم

- بعض اوقات تو واجب ہوتا ہے مرنے والے پر باقی رہتا لیکن جس مجتہد سے آپ نے کسی مسئلے میں اجازت لی ہو جیسے ہی مرجع کا انتقال ہوتا ہے وہ ساری اجازتیں ختم ہو جاتی ہیں۔
- کیا عقیقے کا گوشت، جس کی طرف سے عقیقہ ہو، اس کے رشتہ دار کھا سکتے ہیں۔
- قبر میں کام آنے والی نیکیوں میں بہترین نیکی نماز کو قرار دیا گیا۔
- ہمارے باقی سارے گناہ پہلی نیکی یعنی محبت اہلِ بیتؑ کی وجہ سے معاف ہونے کے امکانات۔
- آلِ محمدؐ جس نماز کو مقصدِ کربلا قرار دے رہے ہیں۔
- جس عبادت کو مقصدِ کربلا قرار دے رہے ہیں اس عبادت کا مذاق اُڑانے والا، اور اس عبادت سے نفرت کرنے والا بھلا کیسے آلِ محمدؐ کے قریب ہو سکتا ہے؟
- تم نے کیا سمجھا ہے اب تک علیؑ کی سیرت کو، علیؑ اپنے قاتل کی نماز بھی قضا ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔
- اگر کسی کے پاس راہِ خدا میں اپنے مرنے والے کے لیے ایک پیسہ نہ ہو تو دو رکعت نماز پڑھ لے۔
- مولا حسینؑ کی بڑی تمنا تھی۔ اگر میرا لاشہ دفن نہ ہو سکے تو کم از کم ایک مٹھی خاک کوئی ڈال دے۔

مجلسِ ششم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی وَ اتَّقُوْنِ یٰاُولِی الْاَلْبَابِ○ (سورۂ بقرہ، آیہ ۱۹۷)

"قبر میں کام آنے والی نیکیاں!" ــــ موضوع بہت وسیع ہے، اسی لیے جان بوجھ کر میں ہر چیز کی تفصیل میں نہیں جا رہا، لیکن کیا کیا جائے بعض باتوں کا بیان صاحبانِ ایمان کو کچھ ایسے سوالات کرنے پر مجبور کر دیتا ہے کہ یہ خیال کرتے ہوئے کہ ان سوالات کا جواب اگر ابھی نہ دیا گیا تو پھر معاملہ خراب ہو جائے گا۔

پہلا سوال یہ کہ صدقہ جمع کر کے کچھ دنوں کے بعد بھجوانا؟

اب اس حوالے سے جتنی باتیں میں نے کی تھیں۔ ان میں ایک یہ تھی کہ کسی بھی مجتہد یا اس کے وکیل سے اجازت لے لی جائے۔

بعض مومنین پہلے سے یہ چیزیں سنے ہوئے ہیں لیکن پھر بھی وضاحت پر وضاحت کرنا پڑتی ہے۔ انھوں نے یہ دریافت کیا کہ ہاں دس سال پہلے یہ مسئلہ ہمیں پتہ چل گیا تھا، اس لیے ہم نے حضرت آیت اللہ العظمیٰ السید ابوالقاسم الخوئی اعلی اللہ مقامہٗ سے اجازت لے لی تھی۔

تو یہ وضاحت ضروری ہے کہ ایک مجتہد کے انتقال کے بعد آپ زندہ مجتہد کی اجازت سے اس مجتہد کے فتووں پر باقی رہ سکتے ہیں بلکہ بعض اوقات تو واجب ہوتا

ہے مرنے والے پر باقی رہنا لیکن جس مجتہد سے آپ نے کسی مسئلے میں اجازت لی ہو جیسے ہی مرجع کا انتقال ہوتا ہے، وہ ساری اجازتیں ختم ہوجاتی ہیں۔

مجتہد کے جتنے وکیل اور نمائندے ہیں، مجتہد کا انتقال ہوتے ہی، سب کی وکالت اور نمائندگی بھی ختم ہوجاتی ہے۔

یہ غلط فہمی اتنی زیادہ ہے کہ ہم چونکہ مرحوم مجتہد کی تقلید پر باقی ہیں، اس لیے اس کی اجازت بھی ہمارے لیے باقی ہوگی، یہ اتنی زیادہ ہے کہ پاکستان اور ہندوستان میں تو بہت سارے مخلصین نے ادارے جن کے پاس کسی مجتہد کی طرف سے خمس کا اجازت نامہ ہے۔ مجتہد کے انتقال کو طویل عرصہ گزر گیا، لیکن اب تک وہ وہی اجازت نامے چھاپ کر خمس جمع کر رہے ہیں۔

نیک، دیندار، اچھی شہرت رکھنے والے مرحوم آغا محسن الحکیم کا اجازت نامہ اب تک چھاپہ جارہا ہے۔

سوال نمبر دو، کیا عقیقے کا گوشت، جس کی طرف سے عقیقہ ہو، اس کے رشتہ دار کھا سکتے ہیں۔

جواب: فی الحال جو ہمارے مجتہدین ہیں ان کے فتوے میں عقیقے کا گوشت کھانے کی پابندی کسی پر بھی نہیں ہے، البتہ والدین اور جن کا نان ونفقہ والدین دیتے ہیں ان کے لیے یہ گوشت کھانا مکروہ ہے۔

یقیناً پرانے مراجع میں سے کچھ کا یہ فتویٰ تھا کہ والدین کے لیے عقیقے کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے۔ کچھ فتویٰ تو اس سے بھی سخت تھا کہ جن جن کا اس بچے سے خونی رشتہ ہے، سب کا احترام ہے، لیکن دیگر مسائل کی طرح اس مسئلے میں ہمارے موجودہ مراجع کا فتویٰ یہ بنتا ہے کہ مکروہ ضرور ہے۔ وہ بھی باپ اور ماں کے لیے لیکن حرام ہونا یا پابندی کسی پر بھی نہیں ہے۔

سوال نمبر تین، وہ یہ کہ کل کی تقریر کی روشنی میں اگر ستر یا اسی سال کا بزرگ، اپنا عقیقہ کروائے تو کیا اسے اپنے بال بھی منڈوانا ہوں گے؟

جواب: عقیقہ الگ چیز ہے، بال منڈوانا الگ چیز ہے۔

اسلام نے کہا: بہتر یہ ہے کہ بچے کی پیدائش کے ساتویں دن یہ مستحب بھی کرو اور وہ بھی کرو۔ لیکن اگر کسی وجہ سے ایک مستحب نہ ہو سکا، یعنی عقیقہ نہیں ہوا، تو بال تو ضرور منڈے گئے ہوں گے۔ اور اگر نہ بھی مونڈے تو ضرور مونڈے گئے ہوں گے اور اگر نہ بھی مونڈے تو بال مونڈنے کا وقت ختم ہو گیا۔

وہ پہلے بال جو بچے کے سر پہ ماں کے پیٹ کے ہوتے ہیں، ان کے مونڈنے کا ساتویں دن حکم ہے۔ اس کا عقیقے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ چنانچہ آج اگر کوئی چالیس، پچاس سال کی عمر میں عقیقہ کر رہا ہے تو جانور ذبح کرتا ہے، بالوں کا اس سے کوئی دخل نہیں ـــــ (صلواۃ)

چوتھا سوال: نہ کوئی فقہی مسئلہ ہے، نہ میرے موضوع سے ربط ہے۔ وہ یہ کہ کسی نے یہ پوچھا کہ ابھی تک آپ نے ان مجالس میں اپنا دوسرا موضوع شروع نہیں کیا؟

کل ان شاء اللہ میں نے ایک مجلس پڑھنی ہے، لہٰذا ارادہ یہ ہے کہ مومنین کرام کی اس خواہش کو بھی پورا کیا جائے گا۔

آج چھٹی بات، پانچ باتوں کا بیان ہو چکا ہے۔ آج چھٹی بات آنا چاہیے تھی لیکن پانچویں بات کو ذرا سا تفصیل میں لے کر چھٹی بات آپ تک پہنچائی جائے۔

اور پانچویں بات قبر میں کام آنے والی نیکیوں میں بہترین نیکی نماز کو قرار دیا گیا بلکہ جب ملک الموت روح قبض کرنے آتا ہے۔

یہ میرا موضوع نہیں تھا اس سال، اس وقت کی بہترین نیکی اسی نماز کو قرار دیا گیا بلکہ ہمارے باقی سارے گناہ پہلی نیکی یعنی محبت اہلِ بیتؑ کی وجہ سے معاف ہونے کے امکانات اور بہت زیادہ امکانات ہوتے ہیں۔ لیکن نماز کے حوالے سے اہلِ بیتؑ نے بھی کہہ دیا: بے نمازی کی بخشش ہم کرا سکتے ہیں۔

ہاں ـــــ!

کبھی کبھار کسی سے نماز قضاء ہوگئی، ایک آدمی ایک طویل عرصہ نماز نہ پڑھتا ہو اور پھر شروع کر دے وہ سب شفاعت کا حق دار ہے، مگر باقاعدگی سے، ساری زندگی یہ ارادہ کر لیا کہ نہ کبھی مصلّے پر کھڑا ہونا ہے، اور کبھی خدا کے سامنے جھکنا ہے، جو خدا کے آگے جھکنے کو تیار نہیں۔

آلِ محمدؐ جس نماز کو مقصدِ کربلا قرار دے رہے ہیں۔ آج آپ میں سے ہر ایک اپنے اپنے گھر سے زیارتِ وارثہ پڑھ کے نکلا ہوگا اور اس میں یہ کہہ کر نکلا ہوگا:

اَشْهَدُ اَنَّ قَدْ اَقَمْتَ الصَّلٰوۃَ

جس عبادت کو مقصدِ کربلا قرار دے رہے ہیں اس عبادت کا مذاق اڑانے والا، اور اس عبادت سے نفرت کرنے والا بھلا کیسے آلِ محمدؐ کے قریب ہو سکتا ہے۔

نہج البلاغہ میں میرے مولاؑ نے نماز کے حوالے سے ایک خطبہ دیا اور کہا: تم لوگوں نے نماز کو کیوں نظر انداز کر دیا ہے، کیا تمہیں نہیں معلوم کہ قرآن سورۂ مدثر میں کہتا ہے کہ اہلِ جہنم کی پہلی فریاد یہ ہوگی:

لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ

"ہم نمازی نہ تھے اس لیے اس جہنم تک پہنچے"۔

چنانچہ ایک جملہ مولاؑ کے حوالے سے ہر سال پڑھتا ہوں۔ ہماری اس

شریعت کا اور فقہ کا ایک اصول ہے کہ امام کا قول بھی حجت ہے، امام کا فعل بھی حجت ہے، امام کی تقریر بھی حجت ہے۔ جو امام کہے وہ بھی شریعت ہے، جو امام کریں وہ بھی شریعت ہے اور جس کی امام تائید فرمائیں وہ بھی شریعت ہے۔

قولِ امام تو ہم نے سنا، عملِ امام نے تو اتنا بڑا پیغام دیا کہ جب انیس رمضان ابن ملجم سو رہا تھا اور میرا امام مسجد میں داخل ہوا تو سب کو جگایا، ابن ملجم کو بھی جگایا۔ میرے مولاؑ ابن ملجم کو جگا کر اپنے عمل سے یہ پیغام دے رہے ہیں کہ تم نے کیا سمجھا ہے، اب تک علیؑ کی سیرت کو علیؑ اپنے قاتل کی نماز بھی قضا ہوتے نہیں دیکھ سکتا، چہ جائیکہ علیؑ کا شیعہ۔

جو علیؑ قاتل کو بیدار کر کے نماز پڑھائے گا وہ اپنے محب سے تو اس سے پہلے تقاضا کرے گا اور اسی حوالے سے کتاب ''دارالسلام فیما وقع فی المنام'' مرزا حسین نوری کی ایک بہترین کتاب ہے اس سے ایک واقعہ پڑھ رہا ہوں۔

اس واقعے کے بیان سے پہلے ایک چھوٹی سی بات ضمناً سمجھ لیجیے اور وہ یہ کہ جتنی نمازیں ہم اور آپ پڑھتے ہیں، یہ وہ ہیں کہ جو ہم پر واجب ہیں اور اس کا ثواب ہم کو پلٹتا ہے مگر اسلام نے ایک راستہ یہ بھی رکھا ہے، اور ایک نماز ایسی بتائی جو ہمارے مرحومین کے کام آنے والی ہے۔

اسلام ایک اُمید کا راستہ کھولتا ہے، وہ یہ کہ اگر کوئی ایسا شخص اس دنیا سے چلا گیا جس کے بارے میں امکان ہے کہ کہیں ایسا تو نہ ہو کہ اسے قبر کے اندر کسی سختی یا عذاب کا سامنا کرنا پڑے۔ تو اسلام نے کہا: ایک نماز ہم سے سیکھ لو۔ نمازِ وحشتِ قبر، یہ دو رکعت نماز ہے۔ بلکہ اس نماز کی روایت میں نے پہلے بھی کسی مجلس میں پڑھی تھی کہ جب اللہ کے رسولؐ نے یہ ارشاد فرمایا:

''مرنے والوں کو قبر کی پہلی رات صدقہ پہنچاؤ''۔

اور یاد رکھو ــــــــ!

زندہ کی مدد تو ہمیشہ کرنا پڑتی ہے، مرنے والے کی پہلی رات ٹھیک کر دو، آگے تمہیں زحمت کی ضرورت ہی نہیں۔ قبر کی پہلی رات جس کی درست ہو گئی۔ اب قیامت تک اس کی قبر درست ہو گئی، لیکن اللہ کے رسولؐ نے جب طریقہ بتایا کہ پہلی رات صدقہ دو، تو ایک مسلمان مجمع میں سے کھڑا ہو گیا۔

یاد رکھئے ــــــــ!

یہ خیبر کی فتح سے پہلے کا واقعہ ہے، اور فتح خیبر سے پہلے، مدینہ والوں نے کبھی کھجور تک پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ اس وقت پیغمبرؐ نے قبر سے عذاب سے بچنے کا طریقہ صدقہ بتایا۔

تو واقعاً ایک آدمی کو احتجاج کرنا چاہیے۔ اگرچہ اس کے الفاظ بڑے ہی ادب والے تھے لیکن مفہوم کچھ یہ تھا:

"اے رسولؐ اللہ! یہ کیا بات ہوئی کہ ہر جگہ پیسے والا ہی فائدہ اٹھاتا چلا جائے اور غریب بے چارہ جس کے گھر میں کھانے کو کچھ نہیں وہ قبر میں بھی محروم رہا"۔

پیغمبرؐ خدا مسکرائے، فرمایا: ایسا نہیں ہے، اگر کسی کے پاس راہِ خدا میں اپنے مرنے والے کے لیے ایک پیسہ نہ ہو تو وہ دو رکعت نماز پڑھ لے۔ یہ نماز اس کو پورا فائدہ پہنچائے گی جو صدقہ پہنچاتا ہے۔

پھر بعد میں معصومینؑ کی کچھ احادیث آئیں جس سے یہ واضح ہوا کہ وہ ایک الگ نیکی ہے، یہ ایک الگ نیکی ہے۔ مگر اس نیکی کا وقت بھی قبر کی پہلی رات۔

وہ پہلی رات اگر آپ نے کھو دی، تو نمازِ وحشت فائدہ نہیں پہنچائے گی۔ پھر بھی مرنے والے کے لیے ہر شبِ جمعہ نماز ہدیہ پڑھیے۔ لیکن جو فائدہ قبر میں پہلی

رات کا ہے، وہ اس کے بعد نہیں ہے۔

شیخ عباس قمی اپنے استاد مرزا حسین نوری، جن کی کتاب کا واقعہ ابھی میں شروع کرنے والا ہوں، ان کی ایک اور کتاب سے ان کا واقعہ نقل کر رہے ہیں۔ یہ تو شاگرد اپنے استاد کا واقعہ نقل کر رہے ہیں۔

مرزا حسین نوری کا لقب ہے مجلسی ثانی، جنھیں پتہ ہے کہ تشیع میں علامہ مجلسی کا کتنا احترام ہے۔ یہ دوسرے مجلسی کہلاتے ہیں۔ فرماتے ہیں: میرے زمانے میں میرے استاد مُلّا فتاح علی، مرزا حسین نوری کہتے ہیں: ایک دن میرے استاد اپنے شہر کی ایک سڑک سے جا رہے تھے، ایک آدمی نے آ کر ان کا راستہ روکا، اور کہا: کیا آپ میرے سوال کا جواب دیں گے؟ کہ کل رات آپ نے فلاں آدمی کے لیے کیا خاص عمل کیا تھا؟

انھوں نے چونک کر پوچھا: تیرے اس سوال کا مقصد کیا ہے؟

کہا: مقصد یہ ہے کہ وہ مرنے والا میرا سگا بھائی تھا، کل اس کا انتقال ہوا۔ کل ہم نے اس کو سلطان آباد کے ایک قبرستان میں دفن کیا۔ ساری رات ہم پریشان رہے۔ اس لیے کہ سگے بھائی کو تو پتہ ہے نا، کہ مرنے والا کوئی بڑا متقی نہیں تھا۔ ہمیں پتہ ہے کہ وہ گنہگار بھی تھا۔

صبح کی نماز کے بعد ایک بار میری آنکھ لگ گئی۔ کل کا سارا دن تجہیز و تکفین میں گزرا، ساری رات پریشانی میں گزری۔ جیسے ہی آنکھ لگی۔ خواب میں مَیں نے دیکھا کہ میرا بھائی مجھے نظر آ رہا ہے۔ بڑا خوش بڑا ٹھیک ٹھاک۔ میں گھبرا گیا۔ جو اس کے چھپے ہوئے اعمال مجھے پتہ تھے۔ اس کے حساب سے، اسے پریشان ہونا چاہیے تھا۔ عذاب آنا چاہیے تھا۔

میں نے پوچھا: بھائی! خیریت تو ہے؟

کہا: الحمدللہ! اب خیریت ہے۔

کہا: اب سے کیا مطلب؟

کہا: جب تم لوگ مجھے قبر میں بند کر کے واپس آ گئے تو قبر کی تاریکی کو دیکھ دیکھ کر میں گھبرا رہا تھا، اور پھر میں نے دیکھا کہ چاروں طرف سے عذاب میری طرف آنے لگا۔ جب بالکل میرے قریب پہنچا اور میں نے سوچا کہ اب میں مرا کہ اچانک میری قبر میں کوئی کود کر آیا۔ آنے والا ایک آدمی تھا۔

اعمال مختلف شکلوں میں دکھائے جاتے ہیں، ایک آدمی آیا اور چاروں طرف سے اس طرح سے گھوم گھوم کر مجھے اپنے حصار میں لے کر ہر عذاب کو بھگا دیا۔ مَیں حیران، پریشان، یہ ہے کون؟ جو میرا مددگار بن کر آ رہا ہے؟

میں نے اس سے پوچھا: تو کون ہے؟

کہا: مجھے مُلا فتاح نے تیری مدد کے لیے بھجوایا ہے۔

اب یہ زندہ بھائی کہتا ہے کہ میری آنکھ لگ گئی اور میں نے یہ ارادہ کیا کہ سورج نکلتے ہی آپ سے ملاقات کروں گا۔

آپ بتائیے، کل رات میرا بھائی ایسے تھا، نہ آپ اسے جانتے ہیں اور نہ وہ آپ کو جانتا ہے، آپ نے آخر اس کی مدد کیسے کی؟

جواب دیا: جیسے ہی مسجد میں اعلان ہوا کہ آج فلاں آدمی کا انتقال ہوا ہے، میں نے اپنی عادت کے مطابق رات ہوتے ہی تیرے بھائی کے لیے دو رکعت نماز وحشت قبر پڑھی تھی۔ یہ نماز وحشت قبر ہی تھی جو تیرے بھائی کے اس طرح کام آئی کہ ہر آنے والے عذاب کو بھگا دیا۔

شیخ عباس قمی فرماتے ہیں: میرے استاد نے کہا اور مَیں بھی کہتا ہوں کہ اس کے بعد سے آج تک جب کسی مرنے والے کی خبر پاتا ہوں بشرطیکہ وہ مومن ہو، اس

کے لیے نماز وحشت ضرور پڑھتا ہوں۔

تو صاحبانِ ایمان۔۔۔۔!

ذرا سی آپ کو زحمت ہوگی لیکن یہ ایک ایسی مدد ہے کہ جب کسی مرنے والے کی موت کی اطلاع آئے تو اس کے لیے نماز وحشت ضرور پڑھو۔

ہوسکتا ہے کہ اس کی برکت سے جب آپ اپنی قبر میں جائیں اور کوئی اور نماز وحشت نہ پڑھے۔ تو آپ ہی کی پڑھی ہوئی نماز وحشت آپ کے کام آجائے۔

یہ بھی دس، پندرہ احادیث میں کہا گیا ہے۔

مرزا حسین نوری جن کے بارے میں ابھی میں نے عرض کیا کہ اپنے علم حدیث کی مہارت کی وجہ سے علامہ مجلسی کے بعد شیعہ تاریخ کے سب سے بڑے محدث مانے جاتے ہیں۔

فرمایا: شہر بصرہ میں دو دوست رہتے تھے اور ایسے دوست کہ جن کی مثال نہیں۔

خیر۔۔۔۔!

اب بڑھاپا آگیا، ایک ہی محلے میں ان کا مکان ہے، ایک ہی سکول میں پڑھے۔ بڑے ہوئے تو ایک ہی بازار میں انھوں نے دکان کھولی۔ انھیں تجارت کی غرض سے ہندوستان آنا پڑا۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ جب ہندوستان سونے کی چڑیا کہلاتا تھا۔

چلے یہ لوگ، اب ڈیڑھ دو سو سال پرانا زمانہ ہے، بصرہ سے چلے اور ہندوستان جا رہے ہیں۔ چلتے چلتے جب یمن کے کونے میں پہنچے، تو وہاں سمندری طوفان آگیا اور ان میں سے ایک دوست نے دوسرے کو ڈوبتے ہوئے دیکھا، اب وہ آدمی ڈوب چکا تھا۔ اب اس کو ایک لکڑی کا تختہ ملا، اس کے سہارے بہتے بہتے آخر

ساحل یمن پر کہیں آ کر ٹھیرے۔ یمن وہ ہے کہ جس کے بارے میں تقریباً ۳۵ احادیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ وادی برہوت وہیں پر ہے۔

مرنے کے بعد نیک آدمیوں کی روحیں وادی السلام میں جائیں گی جس کے بارے میں روایت ہے کہ یہ یمن کے قریب ہے۔ گنہگاروں کی روحیں وادی برہوت میں جائیں گی جس کے بارے میں روایت ہے کہ وہ یمن کے قریب ہے۔ چنانچہ یہ بھی یمن کے قریب پہنچا۔ اسے وادی برہوت وغیرہ کے بارے کچھ پتہ نہیں تھا، یہ تو میں نے آپ کی معلومات کے لیے بتایا ورنہ یہ یمن کے قریب پہنچا اور بہت پیاسا، سمندر میں تین دن سے تیر رہا ہے اور سمندر میں جو سورج چمکتا ہے۔ واقعاً آدمی کا مغز پگھل جائے، پیاس کے عالم میں سمندر کا پانی پیا اور پاگل ہو جائے۔

چنانچہ احتیاط کی جاتی ہے۔ اب جو ساحل پر قدم رکھا تو پیاس کی وجہ سے، زبان لٹک رہی تھی۔ بے چینی کے عالم میں چلا کہ کہیں سے پانی مل جائے۔ دیکھا کہ کچھ فاصلے پر ایک کنواں نظر آ رہا ہے، قریب آ کر دیکھا تو کنویں میں پانی ہے۔

اب پیاسا بہت زیادہ تھا۔ چنانچہ جلدی سے ڈول ڈالا اور پانی نکالا اور پینا چاہتا ہے، ایک بار اس نے دیکھا کہ اس کے کان میں ایک آواز آئی: بھائی! اتنے سالوں کی دوستی، کیا پہلے مجھے پانی نہ پلاؤ گے۔ میں تجھ سے زیادہ پیاسا ہوں۔ اس نے دائیں بائیں دیکھا، لیکن کوئی نہ تھا، لیکن ایک مرتبہ پھر آواز آئی، مگر تیسری مرتبہ خالی آواز نہیں آئی بلکہ ایک زنجیر کی آواز آئی اور ایسا لگا یہ آواز میرے سر پہ آ رہی ہے اور پھر دیکھا تو اپنا وہی دوست دیکھا جو ابھی تین دن پہلے سمندر میں ڈوب کر مرا۔

لوہے کی زنجیر اس کے گلے میں ہے اور اس حالت میں لٹک رہا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر جلدی سے پانی اسے پلانا چاہا، جیسے ہی پانی پلانا چاہا تو کسی نے زنجیر کھینچ لی۔ تین مرتبہ یہ واقعہ پیش آیا۔ ایسا خوف پیش آیا کہ وہاں سے دوڑا اور صحرا میں غش

کھا کر گر پڑا۔ پھر وہاں سے اپنے وطن آ گیا، جیسے ہی وطن آیا تو سارے گھر والوں کے لیے عید ہو گئی۔

خلاصہ یہ کہ ایک مرتبہ سارے گھر والے خوشی منا رہے ہیں، مگر دوست کے گھر والے۔ کہا: آپ آ گئے لیکن ہمارے بابا کہاں ہیں؟ سب کچھ بتا دیا، خالی یمن میں ڈوبنا نہیں بتایا بلکہ صحرائے یمن میں ملاقات بھی بتا دی۔

چھ سات مہینے گزر گئے، ایک رات جو آج کی رات ہے شبِ جمعہ، جس میں مرنے والے اپنے زندہ رشتہ داروں سے ملاقات کے لیے آتے ہیں، مختلف انداز سے آتے ہیں۔ آدھی رات آ گئی اور سو چا ایک عجیب خواب دیکھا، خوبصورت نوجوان آتا اور گلے لگتا ہے۔ شکریہ دوست! تم نے واقعی حقِ دوستی ادا کیا۔

گھبرا گیا، ارے بھائی! آخر تم ہو کون جو لپٹے جا رہے ہو؟

کہا: مجھے نہیں پہچانا؟ تمہارے بچپن کا دوست، تمہارے ساتھ سفر پہ گیا تھا اور تمہارے سامنے ڈوب کر مرا تھا۔

پوچھا: یہ سب کیا ہے؟

کہا: ادھر میں سمندر میں ڈوبا اور ملک الموت نے میری روح نکالی اور جھٹ پٹ ملائکۂ عذاب کے حوالے کر دیا۔

کہا: اس کے تو حساب کی بھی ضرورت نہیں اور وہ سارا عذاب شروع ہو گیا۔ مگر آج رات دو اتنے خوبصورت فرشتے آئے، آتے ہی میرے گلے سے زنجیر کاٹ دی، ایک نے حوض میں لے جا کر مجھے غوطا دیا۔ جیسے ہی اس حوض سے مجھے نکالا، ساری تکلیف گئی۔ سارا عذاب گیا، سارا بڑھاپا گیا، ساری بدصورتی گئی اور ایسا اس کا پانی خوشگوار اور میٹھا کہ ایک گھونٹ پانی میرے منہ میں گیا تھا۔ جب میں اس میں غوطا کھا رہا تھا اور ایسا کلیجہ ٹھنڈا ہوا اور ایسا میں سیراب ہوا کہ دُور دُور تک اب پیاس

کے آثار نہیں۔

میں نے پوچھا: یہ کون سا پانی ہے؟

کہا: اس کا نام ہے حوضِ کوثر۔

خواب دیکھنے والا، اس بات پر حیران و پریشان کہ یہ سب ماجرا کیا ہے؟

گھبرا کے کہا: لیکن یہ تو بتاؤ، اُدھر عذاب کیوں آیا اور عذاب سے نجات کیوں ملی؟

کہا: یہ میرا بیٹا بتائے گا، اب میں جا رہا ہوں۔

بعض خواب ایسے ہوتے ہیں کہ دل کہتا ہے کہ یہ سچا ہے۔

خیر ــــ!

وہ اس کے بیٹے کے پاس گیا۔ اس نے کہا: چچا! مجھے بلا لیا ہوتا۔

کہا: ایسا مسئلہ تھا کہ میں بے چین تھا کہ کسی طرح خود دریافت کروں۔

اس نے خواب بیان کیا: بیٹے نے سنا، شکر کا سجدہ ادا کیا۔ آخر اس نے کہا: چچا! لیکن وہ عذاب کیوں آیا تھا؟

پھر کہا: ٹھیک ہے میں ماں سے دریافت کرتا ہوں۔ ماں سے دریافت کیا تو ماں نے کہا: تیرا باپ نماز میں بڑی لاپرواہی کرتا تھا۔

جب ماں نے یہ بتایا تو میں نے یہ ارادہ کر لیا کہ اور تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا، بابا کے گناہ میں معاف کراتا ہوں، اور آج یعنی جمعرات کو اپنے باپ کی جوانی کی ساری نمازیں پڑھ کے میں فارغ ہوا۔

ذکرِ مصائب کربلا سے کوفہ

بہت بگڑا ہے ہمارا ماحول لیکن ابھی اتنا ضرور ہے کہ بُرے سے بُرا بیٹا بھی

باپ کی اور کوئی مدد نہ کرے کم از کم باپ کی میت پہ آ جاتا ہے۔

واقعات خود میں نے دیکھے ہیں۔ایسے مجرم جو مفرور تھے، پکڑے اس بات پر گئے کہ باپ یا ماں کی میت پر آ گئے۔ یہ ان سے برداشت نہ ہوا کہ ہم زندہ ہوں اور ہمارے باپ کی میت اُٹھے اور ہم وہاں کندھا بھی نہ دیں۔

بُرے، غلط، بدکردار، مجرم، وہ بیٹا بھی ہمارے یہاں برداشت نہیں کر سکتا کہ باپ کا جنازہ جائے اور یہ کندھا تک نہ دے سکے۔ تو اس معصوم بیٹے کی کیا حالت ہوگی۔تاریخ عالم کے صفحات پر ایک معصوم بیٹا ہمیں نظر آتا ہے، کتنا غیرت مند ہے وہ بیٹا، مگر ہائے! نہ بابا کو غسل دے سکتا ہے، نہ بابا کو کفن پہنا سکتا ہے، نہ بابا کی نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے، نہ بابا کو دفن کر سکتا ہے۔

ذرا پوچھے کوئی جناب سجادؑ سے کہ یہ بھی کتنا بڑا امتحان ہے۔ایک مٹھی خاک بھی نہ ڈال سکا اپنے بابا کی میت پر۔

مولا سجادؑ! ایک مٹھی خاک ڈالنے میں کیا مشکل ہے۔ وہ تو آپ چلتے چلتے جھک کر ایک مٹھی بھرتے اور بابا کے لاشے پہ ڈالتے، لیکن اس بیٹے کی حالت یہ ہے ہاتھ پسِ گردن بندھے ہوئے ہیں، پاؤں میں بیڑیاں ہیں۔

جب میں یہ مصائب پڑھتا ہوں تو کسی نوجوان نے مجھ سے کہا: مولانا! یہ جو آپ کہتے ہیں، ایک مٹھی خاک کیوں نہ ڈالی۔ یہ محاورتاً کہتے ہیں نا ورنہ ایک مٹھی خاک کی حیثیت؟

میں نے جواب دیا: نہیں، اور کسی مرنے کا تذکرہ ہو تو ایک مٹھی محاورتاً حسینؑ کا تذکرہ ہو تو حقیقتاً کیونکہ میرے مولا حسینؑ کی بڑی تمنا تھی۔ اگر میرا لاشہ دفن نہ ہو سکے تو کم از کم ایک مٹھی خاک کوئی ڈال دے۔

بنی اسد کے مردوں سے وعدہ لیا دفن کا، بنی اسد کی عورتوں سے وعدہ لیا دفن

کا۔ بچوں سے کیا کہا؟ اے بنی اسد کے بچو! تم قبر کھود نہیں سکتے تو کھیلتے کھیلتے فرات کے کنارے آ جانا اور اپنی ننھی سی مٹھی میں خاک لے کر میرے لاشے پہ ڈال دینا۔

ہائے میرا مظلوم آقا، کتنی تمنا تھی کہ اگر دفن نہ کیا جا سکا تو بچوں کی ننھی مٹھیوں کی خاک ہی میرے لاشے پر پڑ جائے۔ اور ہائے وہ یتیم اور وارث سجادؑ جو اپنے بابا کی اس خواہش پر عمل نہ کرسکا، مگر بے بس نہیں تھا، حکمِ پروردگار سے آپؑ نے کام لیا۔

جب پروردگار سے اجازت ملی تو وہ سجادؑ آئے کس شان سے بابا کو دفن کیا مگر ساتھ میں یہ بتا گیا اے سجادؑ والو! سوچتے رہنا کہ سجادؑ کتنا بڑا امتحان دے رہا ہے۔

آج کل میرا مولاؑ کبھی بازاروں میں جا رہا ہے، کبھی درباروں میں جا رہا ہے، کبھی بلوائے عام میں جا رہا ہے، اور اس انداز سے جا رہا ہے، جیسے ہی کوئی شہر شروع ہوتا ہے، مولاؑ کو سواری سے اُتارا جاتا ہے، پیدل چلایا جاتا ہے۔ ہاتھ میں اُونٹوں کی مہار ہوتی ہے اور اس اُونٹ کی مہار ہوتی ہے جس پر سجادؑ کی پھوپھی زینبؑ بے مقنع و چادر، سفید بالوں سے چہرہ چھپائے ہوئے ہے اور سارے راستے اگر کبھی یہ قافلہ رُکتا ہے تو شمر ملعون قافلہ چلانے کے لیے نہ اُونٹوں کے قریب آتا ہے، نہ نیزوں کے قریب جاتا ہے۔ سجادؑ کے قریب آتا ہے اور کوڑا اُٹھا کر پشتِ امامؑ پر اس طرح سے یہ کوڑا مارتا ہے کہ وقتِ شہادت امام محمد باقر علیہ السلام بتاتے ہیں:

"بابا کے گلے میں طوق تھا، اور بابا کی ساری پشت پر کوڑوں کے وہ زخم موجود تھے"۔

مگر خود سجادؑ نے بتایا: آ کے دیکھو میرا امتحان، اور کس دن بتایا؟

لشکرِ یزید چلا گیا۔ اپنے نجس لاشے لے کر چلا گیا، اب کربلا کی ریت پر فقط حسینؑ کے لاشے بکھرے ہیں۔ تین دن گزرے یا دس دن ایک بار ڈرا ہوا بنی اسد کا

قبیلہ اپنے گھروں سے نکلا۔ میدانِ کربلا چلا۔ سارا بنی اسد کا قبیلہ آ گیا۔ میدان میں پہنچے تو گھبرا گئے۔ یہ تو سب پتہ ہے کہ سب لاشے شہداء کے ہیں مگر پہچان ہی نہیں ہو رہی۔ آقاؑ کا لاشہ کہاں ہے، شہزادوں کے لاشے کہاں ہیں؟ اصحابِ باوفا کے لاشے کہاں ہیں؟

اچانک راہِ کوفہ سے کسی کی آواز گونجی، ٹھہر جاؤ، میرا انتظار کرو۔ میں آ رہا ہوں۔ سب نے مڑ کر دیکھا تو عجیب منظر دیکھا، اُونٹ پر سوار ایک نوجوان اُونٹ کو دوڑاتا ہوا آ رہا ہے مگر عجیب مسافر ہے، اس مسافر کے گلے میں طوق ہے۔ ہاتھوں میں ہتھکڑی ہے، پاؤں میں بیڑیاں ہیں۔

آنے والے نے اُونٹ کو بٹھایا، ہتھکڑی کھولی، بیڑی جدا ہوئی، گلے کا طوق جدا نہ ہوا۔ قریب آیا اے سردار! بڑا پریشان نظر آ رہا ہے؟

کہا: وعدہ کر کے گیا تھا، وعدہ لیا تھا آقا نے۔

کہا: میں بتاتا ہوں۔

کہا: یہ لاشہ اٹھاؤ۔ یہ حبیب ابن مظاہرؓ کا لاشہ ہے۔ یہ مسلم ابن عوسجہ کا لاشہ ہے، یہ بُریر ہمدانی کا لاشہ ہے۔ یہ غلام حبشی جون کا لاشہ ہے، یہ ہلال ابن نافع بجلی کا لاشہ ہے۔ ایک ایک لاشے کے قریب جاتے، مرنے والے شہید کا نام بتا کے لاشہ اُٹھوا دیتے۔

آخر میں ایک لاشہ نظر آیا، آنے والا کلیجہ پکڑ کے بیٹھ گیا۔

سردار نے پوچھا: یہ کس کا لاشہ ہے؟

کہا: دیکھتے نہیں، سارا بدن ٹکڑے ٹکڑے ہے، یہ حسنؑ کے گلبدن قاسمؑ کا لاشہ ہے۔ جو زندہ تھا اور دائیں طرف کے گھوڑے بائیں طرف دوڑے تھے اور بائیں طرف کے گھوڑے دائیں طرف۔

یہ لاشہ بھی اُٹھوایا، آگے ایک اور لاشہ نظر آیا۔ آنے والا سر پکڑ کے بیٹھ گیا۔
سردار نے پوچھا: یہ کس کا لاشہ ہے؟
کہا: دیکھتے نہیں، کلیجے سے برچھی کا ٹوٹا ہوا پھل ابھی تک نظر آرہا ہے۔ یہ حسینؑ کے لعل علی اکبرؑ کا لاشہ ہے۔
اب کربلا کا آخری لاشہ نظر آیا۔ آنے والے کی نگاہ پڑی۔ ایک چیخ ماری: ہائے میرا بابا! ارے میں یتیم ہو گیا۔ غش کھا کر گر پڑا، پانی چھڑکا گیا۔
سردار نے پوچھا: یہ کس کا لاشہ ہے؟
کہا: دیکھتے نہیں، گھوڑوں کی ٹاپوں تلے پامال یہ رسولؐ کے نواسے، علیؑ کے بیٹے، فاطمہؑ کے لختِ جگر حسینؑ کا لاشہ ہے۔
سردار نے ہاتھ جوڑے اور کہا: اگر یہ آقا حسینؑ کا لاشہ ہے تو آپ نے یہ کیوں کہا: میں یتیم ہو گیا؟
اب ذرا اپنا تعارف کرایئے، آپ ہیں کون؟
کہا: اَنَا عَلِیُّ ابْنُ الْحُسَیْن
"میں اسی حسینؑ کا بیٹا ہوں"۔
بابا کا لاشہ اُٹھوالیا۔ سارا میدان اب خالی ہو چکا ہے۔
سردار واپس مڑا۔ کہا: مولا! چلیں ہمارے ساتھ، کچھ دیر ہمارے مہمان بنیں۔
مولاؑ نے کہا: ابھی کیسے جارہے ہو؟
کہا: آقا! وعدہ پورا کرلیا، سارے لاشے دفن ہو گئے۔
کہا: سارے لاشے دفن نہیں ہوتے، ابھی ایک لاشہ تو باقی رہ گیا۔
سردار نے پوچھا: کس کا لاشہ؟
کہا: چلو! میرے ساتھ فرات کے کنارے۔

میرے دادا علیؑ کا وارث، میرا چچا عباسؑ۔

عباسؑ کا لاشہ اس قابل نہ تھا کہ اُٹھایا جاتا، ایک چٹائی منگوائی گئی، بھتیجے نے چچا کا جسم چٹائی پر جمع کیا۔ یہ چٹائی لے کر اپنے ہاتھ سے قبر میں اُترے، باہر آئے۔

سارے قبیلے سے کہا: پیچھے چلے جاؤ، یہ کہہ کر دوبارہ قبر میں گئے۔ بہت دیر گزر گئی۔

راوی کہتا ہے: مولاؑ باہر نہ آئے، میں گھبرا گیا، خیریت تو ہے۔

قریب آ کر دیکھا تو ایک عجیب منظر تھا، عباسؑ کے سینے پر سر رکھے میرا مولا سجادؑ! لیٹا ہے اور کہہ رہے ہیں:

اے میرے غیرت مند چچا عباسؑ! آپؑ یہاں آرام کر رہے ہیں اور میں صرف یہ بتانے آیا ہوں کہ آپؑ کی بہنوں پر کیا گزر رہی ہے۔

اے میرے غیور چچا! آپ کی جس بہن کے سر سے کبھی مکان میں بھی چادر نہ اُتری، آج کوفے کا بازار ہے، شام کا دربار ہے، نامحرموں کا مجمع ہے اور زینبؑ کھلے سر۔

چچا عباسؑ! جو امتحان خدا نے آپؑ سے نہ لیا وہ آپؑ کا بھتیجا امتحان دے رہا ہے۔

ہائے میرے مولا سجادؑ!

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

مجلسِ ہفتم

- عمل انسان انجام دے بغیر معرفت کے وہ کوئی اور بات ہے، وہی کام کرے معرفت کے ساتھ تو کوئی اور بات ہے۔
- تم نے ایک ایسا کام کیا جس کی وجہ سے اللہ تم سے خوش ہو کر تمہارے اکاؤنٹ میں نیکیاں منتقل کرتا ہے۔
- اب خوف خدا پیدا ہوا۔ قبر قریب آتی نظر آ رہی ہے۔
- یہ خود قبر میں کام آنے والی ایک نیکی ہے، اور اتنی اہم نیکی ہے جتنی اب تک بتائی گئیں۔
- جتنا زیادہ علم اپنے ساتھ لے کر قبر میں جائے گا اتنا زیادہ اس کو قبر میں فائدہ ملے گا۔
- جاہل کی نماز ستر رکعت ہو، اس کا ثواب کم ہے۔ معرفت رکھنے والے کی دو رکعت نماز کا ثواب زیادہ ہے۔
- عذاب قبر کا جتنا زیادہ رشتہ غیبت کے گناہ سے جوڑا گیا ہے، شاید اتنا کسی اور گناہ سے نہ ہو۔
- کربلا کے قیدی پیاسے ہی کوفہ گئے، پیاسے ہی شام گئے۔
- ہم اس وقت تک رہا نہیں ہوں گے جب تک کہ پہلے ہمیں اپنے شہیدوں کا ماتم کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔

مجلسِ ہفتم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی وَ اتَّقُوْنِ یٰٓاُولِی الْاَلْبَابِ ○ (سورۂ بقرہ، آیہ ۱۹۷)

مختلف عزاخانوں میں آج شہدائے کربلا کے بیسویں کی مجلس ہونے کی وجہ سے بعض صاحبانِ ایمان نے یہ خصوصی گزارش کی تھی کہ مجلس ذرا تاخیر سے شروع کی جائے لیکن وہ صاحبانِ ایمان جو پابندیٔ وقت کے یہاں پر تشریف لا چکے ہیں میرے لیے یہ بھی بڑا مشکل تھا کہ ان کی ان زحمتوں کو نظر انداز کروں، اس لیے اس مجمع سے معذرت، جو یہاں پہنچا ہی ہے، جن کی درخواست مجھے مجبوراً رد کرنا پڑ رہی ہے۔

"قبر میں کام آنے والی نیکیاں" ـــــ آج کی اس مجلس میں یہ دیکھتے ہوئے کہ وقت بڑی تیزی سے گزر گیا۔ آج دو تین ایسی باتیں آ رہی ہیں، جن کے حوالے سے یہ گزارش کروں کہ یہ چیزیں جو قبر میں کام آنے والی نیکیاں ہیں، ہمارے معاشرے میں رائج ہیں، یعنی ان سے عمل ہو ہی رہا ہے، پھر بھی ان کا بیان اس لیے کیا جا رہا ہے اور ایک تو بچے ہیں اور پھر کچھ نوجوان جو دیکھتے ہیں کہ فلاں فلاں چیز کی جا رہی ہے، ان کے پاس اس چیز کا پس منظر نہیں ہوتا، کہ آخر اس کی وجہ کیا ہے۔

اور دوسرا جو ابھی جو میں اس مجلس سے پہلے ایک مجلس پڑھ رہا تھا، اس میں میں نے عرض کیا تھا کہ عمل انسان انجام دے بغیر معرفت کے وہ کوئی اور بات ہے،

وہی کام کرے معرفت کے ساتھ تو کوئی اور بات ہے۔

جو دو تین باتوں کا بیان آج آرہا ہے، یہ وہ باتیں ہیں کہ ہمارے ہاں رائج ہیں۔ پھر ذرا سا ان کا پس منظر واضح ہے لیکن اس سے پہلے ایک گزارش اور ہے، وہ یہ کہ تین چار دن سے یہاں کی مجالس کا طریقہ کار یہ بن گیا ہے، ہر مجلس کے شروع میں دو تین مسئلے موضوع کے متعلق سہی لیکن ان کا بیان ہو رہا ہے۔

آج بھی ایسے دو تین سوالوں کے جوابات سنئے پھر یہ جو دو تین طرف سے سوالات کا سلسلہ شروع ہو گیا، اس کے حوالے سے اعتراض کچھ لوگوں کے ذہن میں آیا ہوگا، اس کا بھی ایک جواب سن لیجیے۔

سوال نمبر ایک، صدقہ اس کا اتنا فائدہ بیان ہوا لیکن کہا جس کو دیا جائے اسے یہ بتانا ضروری ہے کہ ہم تجھے صدقہ دے دیں؟

جواب: جتنے واجبات اللہ کی طرف سے اموال کے لحاظ سے واجب ہیں ان کا سامنے والے مستحق کو قطعاً بتانے کی ضرورت نہیں۔

سوال: صدقے کے بارے میں تھا جواب میں نے ساری مالی عبادتوں میں لے لیا۔ کسی کو زکوٰۃ دے رہے ہیں اسے بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ زکوٰۃ ہے۔ کسی کو فطرہ دے رہے ہیں اسے یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ یہ فطرہ ہے۔ کسی کو سہم سادات دے رہے ہیں، مجتہد کی اجازت سے کسی کو سہم امام دے رہے ہیں بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور صدقے کا بھی یہی مسئلہ ہے بلکہ عقیقے کے گوشت کا بھی یہی مسئلہ ہے۔ آپ نے عقیقہ کیا۔ آپ کو پتہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں لیکن یہ بھی معلوم ہے کہ عام معاشرہ عقیقے کے نام سے بہت گھبرا جاتا ہے۔ چنانچہ اگر عقیقے کا نام لیجیے گا تو شاید وہ گوشت کھانے کو تیار بھی نہ ہو۔ کیونکہ صدقے اور عقیقے کے حوالے سے ایک غلط فہمی نہ جانے ہمارے ہاں کہاں سے آگئی۔

تصور یہ کیا جاتا ہے کہ صدقے اور عقیقے کا مطلب یہ ہے کہ اس آدمی کی طرف سے جس کی طرف سے عقیقہ اور صدقہ ہے۔ بلا وہاں سے ہم پر آجائے گی، چنانچہ لوگ صدقہ دینے کے لیے بھنگی، نیچ ذات کے لوگ، انھیں ڈھونڈتے ہیں یا سڑک پر پھینک دیتے ہیں۔

بلکہ ایک صدقہ تو ہمارے ہاں رائج ہی وہ ہے کہ چوراہے پہ جا کے انڈا پھینک دو جس کا پیر پڑے گا ہماری بلا اس کے ساتھ لگ جائے گی۔

یہ بات عدلِ خداوندی کے بھی خلاف ہے اور اسلام کے مزاج کے بھی خلاف ہے۔ صدقے کا پورا تصور ہی یہ ہے کہ تم نے ایک ایسا کام کیا جس کی وجہ سے اللہ تم سے خوش ہو کر تمہارے اکاؤنٹ میں نیکیاں منتقل کرتا ہے۔

آپ نے دس روپے آج صبح نکالے۔ اب آخرت میں اس کے بدلے نیکیاں جمع ہوں گی، اور اللہ نے پوچھا: ان نیکیوں کا کیا کرنا ہے؟ تو آپ نے یہ جواب دے دیا: مجھے اس کے بدلے میں ردِّ بلا چاہیے۔

چنانچہ کوئی اس میں تصور یہ نہیں ہے کہ ایک کی بلا دوسرے کے سپرد ہو جاتی ہے، نہ عقیقے میں، نہ صدقے میں۔

اور عقیقے کا پہلو میں نے بتایا کہ ہم زاد یا شیطان کے یہاں پیدا ہونے والے بچے کا خاتمہ۔

اب اس حوالے سے جملہ یہ چل رہا تھا کہ یہ سب کچھ سننے اور سنانے کے بعد جو چیز دماغ میں صدیوں سے بیٹھی ہے، وہ تو نہیں نکلے گی، چنانچہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ پھر بھی عقیقے کا گوشت نہیں کھائیں گے۔ کوئی بتانے کی ضرورت نہیں، آپ بلائیے اور اس طرح سے اسے کھانا کھلا دیجیے کہ وہ یہ سمجھے کہ ایک عام دعوت کی گئی ہے اور اس کو پتہ نہیں کہ یہ عقیقے کا گوشت کھلایا جا رہا ہے۔ اس لیے کہ عقیقہ، صدقہ، فطرہ،

زکوٰۃ اور خمس کسی چیز میں بھی سامنے والے کو اطلاع دینا ضروری نہیں ہے۔

البتہ وہ مال کے واجبات، جو اللہ کی طرف سے نہیں ہیں ہماری کسی غلطی کی وجہ سے اس میں سامنے والے کو بتانا ضروری ہے۔ ہم نے بھی کسی آدمی کے ساتھ فراڈ کیا تھا اور اس کے سو دو سو پانچ سو درہم کھا گئے۔ اب خوف خدا پیدا ہوا۔ قبر قریب آتی نظر آ رہی ہے، احساس ہوا کہ یہ پیسے واپس کرتا ہیں لیکن جب واپس کرنے ہیں تو یہاں یہ نہیں چلے گا کہ آپ اسے بغیر بتائے واپس کریں۔ یہاں پر چونکہ اس کا مال واپس آ رہا ہے تو اسے یہ بتانا ضروری ہے۔

ہاں ــــــ!

فتنے اور فساد کا ڈر ہو تو اپنا نام چھپا سکتے ہیں۔

سوال نمبر دو، نماز وحشت، کیا اپنی عادت بنا سکتے ہیں کہ روزانہ پڑھیں جب کہ ہمیں کچھ پتہ نہیں کہ آج کون مرا ہے؟

جواب دو حصوں میں ہے، اگر اتنا آپ کو یقین ہے کہ آج دنیا میں کسی نہ کسی کی موت ہوئی ہے جو مومن ہے تو نماز وحشت کے مرنے والے کا تصور کافی ہے، تو آپ یہ تصور ذہن میں رکھ کر کہ جو بھی آج مرا ہے میں اس کے لیے نماز وحشت پڑھ رہا ہوں، نماز ہو جائے گی لیکن اگر بچانوے فی صد آپ کو یہ اندازہ ہے کہ بھئی! اتنی بڑی دنیا ہے اس میں کوئی نہ کوئی مومن تو مرا ہوگا۔

اصل سوال یہ تھا کہ نماز وحشت پڑھنے کے لیے اتنا یقین کافی ہے کہ جو آج مرا ہے، میں اس کے لیے نماز پڑھ رہا ہوں۔ علاقے کا تعین ضروری نہیں ہے۔ تو یہ فیصلہ آپ نے کرنا ہے کہ اگر آپ کو سو فی صد یقین ہو جاتا ہے تو روز پڑھ سکتے ہیں۔

اسی میں ضمنی طور پر ایک اور سوال کا جواب بھی آ گیا کہ کیا ایک نماز وحشت پڑھیں اور اس کا ثواب ایک سے زیادہ کو بخش دیں؟

جواب: رجاء مطلوبیت کی نیت سے اجازت ہے۔ آپ نیت کریں کہ نماز وحشت پڑھتا ہوں فلاں فلاں تین چار آدمیوں کے لیے، رجاء قربت کی بجائے لفظ رجاء کہیں گے۔

یا اگر بھئی! روز والا مسئلہ ہو کہ اگر آپ کو معلوم ہے ایک کہاں، دس بارہ مرے ہوں گے نماز وحشت پڑھتا ہوں اور سارے لوگوں کے لیے جو آج دفن کیے گئے۔

بس ـــــ!

قربت کے بدلے لفظ رجاء آجائے تو خود بخود اس سوال کے جواب میں ان مومنین کی خواہش پوری ہو گئی جنھوں نے یہ کہا تھا: مولانا! ہم دوسرے عزاخانوں سے آرہے ہیں، ہمارا خیال کیجیے گا۔ میں نے شروع میں اعلان کیا تھا کہ میں ان کا خیال نہیں کر رہا ہوں لیکن خود بخود اللہ نے ان کا خیال کروا دیا۔

چنانچہ میرے اس جملے سے آپ مطلب سمجھ گئے کہ چونکہ اب وہ وقت آرہا ہے کہ مزید آنے والے مجمع کو پھلانگتے ہوئے آئیں گے اور میرا موضوع بار بار ٹوٹے گا، شروع ہی میں آپ جتنا آگے آنا چاہتے ہیں آجائیں ـــــ (صلوٰۃ)

"قبر میں کام آنے والی نیکیاں" عنوان یہ ہے۔ ایک سوال کسی کے ذہن میں یہ آسکتا ہے کہ مولانا! ایسے موضوعوں میں آج دس پندرہ ہٹا کر آپ سوالوں کا جواب کیوں دے رہے ہیں، اوّل تو ویسے ہی ایامِ عزاء کی مجالس جس کا عنوان مسائل نہیں ہوتا۔ اور پھر خاص طور پر جب بیان کرنے والا مجھ جیسا طالب علم یہ بھی کہہ رہا ہو کہ موضوع بڑا وسیع ہے۔ میں تو صرف یہ دیکھ رہا ہوں کہ ان دنوں میں کتنی باتیں آپ تک پہنچا پاؤں تو اور زیادہ ضروری ہے کہ صرف to the point بات کی جائے۔

اس کے دو جواب ہیں:

پہلا جواب: جتنے بھی سوالات آئے، میں نے سب کا جواب نہیں دیا فقط انھی کا انتخاب کیا جو قبر کی کسی نیکی کی وضاحت کے اظہار کے بارے میں تھے۔

دوسرا جواب: وہ یہ کہ یہ جو روزانہ دس دس منٹ کا وقت لگایا گیا اس کے حوالے سے یہ یاد دلا دوں کہ یہ خود قبر میں کام آنے والی ایک نیکی ہے، اور اتنی اہم نیکی ہے جتنی اب تک بتائی گئیں۔ ان میں سے پہلی والی یعنی محبت اہلِ بیتؑ والی نیکی کو چھوڑیے۔ باقی جتنی باتیں اب تک بتائی گئی ہیں، فضیلت اور ثواب کے اعتبار سے، دراصل یہ وہ نیکی مل کر ہم اور آپ کر رہے ہیں۔

اب ایک حدیث سن لیجیے!

اور یہ حدیث میں نے خود آیت اللہ العظمیٰ حضرت ناصر مکارم شیرازی مدظلہٗ العالی سے ماہِ رمضان کی ایک تقریر میں اپنے کانوں سے سنی۔

تفسیر نمونہ کے مؤلف یا اس بورڈ اور کمیٹی کے سربراہ جس نے تفسیر نمونہ لکھی، موجودہ دور کے مراجع میں سے ایک فرماتے ہیں: حدیث رسولؐ ہے، ایک مرتبہ کسی نے سوال کیا: اے اللہ کے رسولؐ! اگر کسی کو یہ پتہ چل جائے کہ اس کے مرنے میں صرف ایک دن باقی رہ گیا ہے تو اس ایک دن میں وہ کون سی ایسی نیکی کرے جو اس کی قبر میں سب سے زیادہ فائدہ پہنچا سکتی ہے؟

یہاں پر میں نہیں چاہتا تھا مگر پھر بھی ایک مسئلہ بیان کرنا پڑے گا اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی آدمی پر واجبات کی قضا کا بوجھ ہے تو واجبات کی قضا کا مسئلہ یہ ہے کہ اللہ نے ذرا سی وقت میں گنجائش رکھی ہے۔

رمضان کے روزے ہم نے اگر قضا کر دیے، اب گنجائش یہ ہے کہ فوراً رکھنا واجب نہیں ہے۔ آرام سے بھی رکھ سکتے ہو، اتنا آرام نہیں کہ لاپرواہی میں

آجائے۔ لیکن اگر موت نظر آرہی ہو تو واجبات کی قضا فوراً کرنا چاہیے۔

اے اللہ کے رسولؐ! آپ ہی بتایئے کہ کون سی ایسی نیکی ہے جو آخری دن اپنے ساتھ لے کر جائیں جو قبر میں ہمیں سب سے زیادہ پہنچائے؟

پیغمبرؐ نے فرمایا: دین کا علم پڑھا ہے، جتنا زیادہ علم اپنے ساتھ لے کر قبر میں جائے گا اتنا زیادہ اس کو قبر میں فائدہ ملے گا۔

ایک بات یاد رکھیے۔۔۔۔!

یہ جو مسائل اور علم دین، یہ خود بھی قبر میں کام آنے والی نیکی ہے اور اس کا ایک اور فائدہ ہے، وہ یہ ہے کہ باقی جتنی نیکیاں بھی آپ کریں اگر ان کے ساتھ اس کو بڑھا دیں گے تو اس کا ثواب بڑھ جائے گا۔

حدیث ہے: ''جاہل کی نماز ستر رکعت ہو اس کا ثواب کم ہے
معرفت رکھنے والے کی دو رکعت نماز کا ثواب زیادہ ہے''۔

جتنا علم بڑھتا جاتا ہے، اسی نماز کا ثواب بڑھتا جاتا ہے۔ تو یہ خود ایک نیکی بھی ہے اپنی جگہ علم حاصل کرنا، واجبات کا علم، حرام کا علم، تقوے کا علم، شریعت کا علم۔ اور ساتھ ساتھ اس کی وجہ سے جو دوسری نیکیاں آپ کر رہے ہیں، ان سب کا ثواب بھی بڑھتا چلا جائے گا۔ چنانچہ خود بخود چار دن اپنی قبر میں کام آنے والی اس نیکی کو ہم اسی منبر سے انجام دے رہے ہیں۔

حضرت جابر ابن عبداللہ انصاری ایک روایت کرتے ہیں: یہ وہ صحابی ہیں جن کی ایک روایت حدیث کساء کی شکل میں ہم تک پہنچی۔ ہماری جانیں قربان اس روایت پر، جس پر ہم ساری زندگی عمل کرتے ہیں، اور جہاں ہم اس روایت کو پڑھتے ہیں تو ملائکہ ہم کو اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں اور جب تک وہاں اُٹھ کر کہیں اور چلے نہیں جاتے ملائکہ ہمارے لیے استغفار کرتے ہیں، مگر ہم تک یہ روایت جناب

جابرؓ نے پہنچائی۔

جناب جابرؓ میدانِ کربلا کے سب سے پہلے زائر ہیں، پہلی زیارت کربلا کی جناب جابرؓ نے کی۔ جناب جابرؓ وہ ہیں کہ جن کے ذریعہ پیغمبرؐ نے خاص الخاص سلام اپنے پوتے کے لیے بھجوایا تھا، جابرؓ ان لوگوں میں سے ایک ہے جو پیغمبرؐ خاص طور پر مکے سے دعوت دے کر مدینے لائے۔

آیئے ـــــ!

میں اپنی بات کو کچھ زیادہ پھیلا گیا۔ جابرؓ کہتے ہیں: ایک دن میں اللہ کے رسولؐ کے ساتھ ایک قبرستان سے گزر رہا تھا، ایک مرتبہ پیغمبرؐ رُک گئے، اور ایک بار پیغمبرؐ کے چہرے پر غم کے آثار طاری ہو گئے جیسے کوئی باپ یا کوئی ماں اپنی اولاد کو پریشانی میں دیکھ کر غمگین ہو جائے۔

جابرؓ گھبرا گئے۔ اللہ کے رسولؐ! یہ اچانک آپ غمگین کیوں ہو گئے؟

پیغمبرؐ نے ایک قبر کی جانب اشارہ کیا اور کہا: اس قبر والے پر جو میرا اُمتی ہے، اتنا سخت عذاب آ رہا ہے کہ اس کے عذاب نے مجھے پریشان کر دیا ہے۔

میں نے ایک پابندی اپنے آپ پر شروع دن سے لائی ہے کہ میرا موضوع ہے: "قبر میں کام آنے والی نیکیاں" ـــــ چنانچہ میں عذاب نہیں بیان کروں گا اس کے بعد کا مرحلہ بیان کروں گا، مگر یہ پابندی صرف اس لیے لگائی کہ موضوع مکمل ہو جائے۔

جابرؓ گھبرا گئے۔ کہا: اے اللہ کے رسولؐ! اتنا سخت عذاب؟

اچھا ـــــ!

پھر ایک چھوٹا سا واقعہ سنا دوں!

اسی مدینہ کا واقعہ علماء نے لکھا، ایک نوجوان کی بہن کا انتقال ہو گیا، میت اُٹھی

قبرستان لے گئے۔ بھائی نے اپنی بہن کی میت کو قبر میں اُتارا، اور قبر کو بند کیا اور واپس آ گیا اور آرام کے لیے لیٹ گیا۔ رات کے وقت آنکھ کھلی، ایک مرتبہ جو آنکھ کھلی، اب اس نے دیکھا یا سوچا، یہ کیا ہو گیا؟

پرانا زمانہ ہے، اس کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ اس کے خزانے والی تھیلی غائب ہے، جو اپنی بھی نہیں ہے بلکہ کوئی امانت کے طور پر رکھوا کر گیا ہے۔ اب گھبرا گیا، آخر تھیلی گئی کہاں؟

ایک ہی چیز یاد آ رہی ہے، کہ جب میں نے بہن کی میت کو قبر میں اُتارا تھا وہیں گر گئی ہوگی، آدھی رات قبرستان گیا۔ اندھیرا بہت زیادہ تھا۔ اب یہ قبر کھود رہا ہے، جیسے ہی مٹی ہٹائی آدھی مٹی ہٹائی تو بہن کی آواز آ گئی: بہن بھائی کو نہیں پکار رہی۔

جیسے ہی ایک درہم کے برابر مٹی ہٹی تو دیکھا آگ کا فوارہ نکلا، اس کے چہرے سے ٹکرایا۔ اس میں طاقت اتنی تھی کہ ایک طرف گر پڑا۔ اب اس کا سارا چہرہ جل چکا ہے۔ گھبرا کر جلدی سے قبر کو بند کیا، گھر آ گیا اور انتہائی پریشان ہے کہ میں نے کیا دیکھا؟ کون سا ایسا گناہ کر دیا؟

خیر ــــــ!

شبِ جمعہ بہن خواب میں آ گئی، کہا: بھائی! قبر کا اتنا عذاب جو مجھے ملا، وہ اس لیے ملا مجھے بہت شوق تھا کہ میں دوسروں کی چغلی کروں۔

بس ــــــ!

اسی وجہ سے میری قبر عذاب سے بھر گئی، اور میں اپنے محدود علم کے ساتھ مگر پورے یقین سے کہتا ہوں کہ روایات میں عذابِ قبر کا جتنا زیادہ رشتہ غیبت کے گناہ سے جوڑا گیا ہے، شاید اتنا کسی اور گناہ سے نہ ہو۔

ذکرِ مصائب کوفہ سے شام روانگی

لٹا ہوا قافلہ جا رہا ہے، کربلا سے چلا ہے، کوفہ بھی جاتا ہے، شام بھی جاتا ہے، صدقہ یعنی زکوۃ دینے والے تو مل گئے، حق امام اور حق سادات دینے والا کوئی نہ ملا، دیا بھی وہ دیا کہ زینبؑ کبریٰ نے واپس کر دیا، تم اُمتی ہو، زکوۃ تم لے سکتے ہو، زکوۃ ہم پر حرام ہے۔

ہمارا آپ کا کوئی مر جاتا ہے تو ہم اس کا سوم، دسواں، بیسواں، تیسواں اور چہلم اس شان کے ساتھ مناتے ہیں۔ غریب سے غریب آدمی بھی اور کسی انداز سے فاتحہ نہ دے سکے تو پانی کا ایک کوزہ تو ہر ایک کو مل جاتا ہے، مگر کائنات میں ایک ایسا لٹا گھرانہ بھی تھا کہ خدا معلوم وہ اپنے مرنے والوں کا بیسواں آج کی رات کیسے منا رہا ہے۔

عربوں کا رواج کیا تھا، اس زمانے کے طریقے کیا تھے؟ وہ سب ایک طرف رکھیں، مگر آج کربلا والوں کے بیسویں کا دن ہے! اور مرنے والوں کے وارث، ایک اعجاز امامت کو چھوڑیں، ظاہری اعتبار سے اس قابل بھی نظر نہیں آ رہے کہ پانی کا کوزہ لے کر اسی پر کربلا والوں کی فاتحہ دلوا دیں۔

میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا، آج پھر دہرا رہا ہوں، یہ غلط فہمی ذہن سے نکال دیں کہ عاشور کی سہ پہر تک یہ پیاسے تھے اور حسینؑ کے بعد پھر یہ مسئلہ حل ہوا اور پانی آ گیا ـــــ نہیں۔

کربلا کے شہید بے شک پیاسے تھے عصرِ عاشور تک، کربلا کے قیدی پیاسے ہی کوفہ گئے۔ پیاسے ہی شام گئے، یہی وجہ ہے کہ بازار کوفہ میں اُم حبیبہ کے مکان کے سامنے سکینہؑ نے پانی مانگا، پیاسی تھی، تبھی تو پانی مانگا۔ یہی وجہ ہے کہ راہِ شام میں

جب قافلہ رُکا تھا اور شمر اپنے گھوڑوں کو باری باری پانی پلا رہا تھا، اس وقت سکینہؑ شمر کے پاس گئی اور پانی مانگا۔ یہی وجہ تو تھی کہ زندانِ شام میں زینبؑ کبریٰ کو نمازیں بیٹھ کر پڑھنا پڑیں۔

مولا سجادؑ گھبرا گئے، پھوپھی اماں! آپ نے تو شامِ غریباں میں بھی نماز بیٹھ کر نہیں پڑھی۔

کہا: بیٹا! آنے والی غذا اتنی کم ہوتی ہے کہ بچوں کا پیٹ بھی نہیں بھرتا۔ اتنے فاقے کہ آج علیؑ کی بیٹی کو نماز بیٹھ کر پڑھنا پڑ رہی ہے۔ کربلا سے پیاسے گئے۔ کوفے سے یہ قافلہ پیاسا چلا، زندانِ شام میں یہ قافلہ پیاسا پہنچا۔

ہاں ــــــ!

ایک اصول بھی بتا دیا کہ پانی کی پیاس پھر بھی برداشت ہے، بچوں کو پیاسا رکھنا بھی برداشت ہے۔ آنسوؤں کی پیاس برداشت نہیں ہو سکتی۔ جب رہائی کا مسئلہ سامنے آیا تھا نا، تو زینبؑ نے جو ایک شرط لگائی تھی:

سجادؑ بیٹا! ہم اس وقت تک رہا نہیں ہوں گے جب تک کہ پہلے ہمیں اپنے شہیدوں کا ماتم کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ زینبؑ کے بچے پیاسے ہیں، زینبؑ نے پہلے صفِ عزا بچھائی، کھانا طلب نہیں کیا، پانی کا مطالبہ نہیں کیا۔

اربابِ عزا ــــــ!

آج زینبؑ نے اپنے گھر والوں کا بیسواں کیسے کیا ہوگا، ان ظالموں کو دیکھتے ہیں تو کوئی تعجب نہیں کہ سیدانیوں نے اپنے لیے گھر کا بیسواں اس طرح کیا ہوگا۔ اُونٹ چلائے جا رہے ہیں، اور چلتے اُونٹوں پہ بیسواں کیا جا رہا ہے، گود سے ننھے ننھے بچے گرتے جا رہے ہیں اور اسی حالت میں بیسواں کیا جا رہا ہے۔ ہائے وہ کربلا والے، جن کا بیسواں کرنے کی بھی اجازت نہیں ملی۔

آج ہم اسی لیے تو یہاں جمع ہوئے ہیں، اے شہزادی زینب کبریٰ! اور اے میرے مظلوم امام سید الساجدینؑ! آپؑ کے بابا کا بیسواں، آپؑ کے چچا عباسؑ کا بیسواں، آپؑ کے بھائی علی اکبر کا بیسواں آپؑ کو نہ منانے دیا گیا۔

یہ سارے عزادار آ کر بیٹھے ہیں، یہ سب آپؑ کا بیسواں کرنے آئے ہیں۔

مگر جب یہ بیسویں کا دن آیا، پتہ نہیں راستے میں کہاں آیا؟

اتنا پتا ہے کہ کوفے سے یہ قافلہ چل چکا تھا تو کس حالت میں آیا ہوگا؟

جس وقت بیسویں کا دن آیا اس وقت سکینہؑ کی کیفیت کیا تھی۔ جب قافلہ کربلا سے چلا تو اُونٹ بھی ایسے لائے گئے تھے کہ جن کے محمل بھی نہیں تھے اور پھر بیبیوں کو اس طرح بٹھایا گیا کہ دونوں ہاتھ گردن کے پیچھے باندھ دیے گئے۔ بچے ماؤں کے ساتھ بٹھا دیے گئے۔ ماں اپنے کو سنبھالے یا بچوں کو سنبھالے، مگر ایک بچی ایسی تھی جسے کسی بی بی کے ساتھ بیٹھنے کی اجازت بھی نہ دی گئی۔

شمر نے کہا: حسینؑ کی بیٹی سکینہؑ کہاں ہے؟

سکینہؑ نظر آئی، اُونٹ پر بٹھایا اور اکیلا بٹھایا۔ اب اُونٹ دوڑتا ہے اور بچی پکارتی ہے: چچا عباسؑ! مجھے سہارا دے دو۔

چلتے چلتے یہ قافلہ رُک گیا، شمر آگے آیا، یہ قافلہ کس نے روکا ہے؟

سپاہیوں نے کہا: ہم کیا کریں، وہ نیزہ جس پر حسینؑ کا سر ہے، وہ زمین پر گر گیا ہے، آگے نہیں بڑھتا ہے۔

اب شمر میرے مظلوم امام سجادؑ کے قریب پہنچا، ہاتھ میں کوڑا ہے، ہاتھ گھمایا میرے امامؑ کی کمر پر کوڑا پڑا۔ کہا: اے حسین بیٹے! جب تک تیرا بابا آگے نہیں بڑھتا کوڑے کھانے پڑیں گے۔

امامؑ نے بابا سے خطاب کیا: بابا! آپ یہاں پر کیوں رُک گئے؟

کٹے ہوئے سر سے آواز آئی: سجادؑ! میری سکینہؑ اُونٹ سے گر گئی ہے، جب تک میری بچی نہیں آئے گی میں آگے نہیں بڑھ سکتا۔

زینبؑ کو پتہ چلا، گھبرا کر اُونٹ سے اُتریں، جنگل میں داخل ہوئیں، آواز دی: سکینہؑ کہاں ہو؟ لیکن کوئی آواز نہ آئی۔

البتہ جنگل میں ایک عجیب منظر نظر آ گیا، زمین پر ایک نقاب پوش بی بی بیٹھی ہے، اور ننھی سکینہؑ ان کی گود میں سر رکھ کر سو رہی ہے۔ زینبؑ آگے بڑھیں، پوچھا: بی بی! آپ کون ہیں؟

بی بی نے جواب دیا: زینبؑ! پہچان میں تیری ماں زہراءؑ ہوں۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ

maablib.org

مجلسِ ہشتم

- کون سی نیکیاں قبر میں کام آتی ہیں؟
- سادات کا حصّہ بھی آپ بغیر اجازت کے نہیں دے سکتے۔
- بعض اوقات ہم ایسی نیکی کرتے ہیں جو ہمیں بھی فائدہ پہنچا سکتی ہے۔
- ہم صدقہ دیتے ہیں اور رد بلا کیوں نہیں ہو رہی۔
- اہم ترین نیکیوں میں مسائل دین کا حاصل کرنا یہ خود بھی ایک نیکی ہے۔
- ہر ایک اپنی جگہ پر ایک چمکتا ہوا سورج اور دمکتا ہوا اشارہ ہے۔
- اگر زیارتِ حسینؑ نہ ہوتی اور علیؑ کی محبت میں لکھی جانے والی کتاب نہ ہوتی تو میں ہلاک ہو گیا تھا۔
- یزید کو بھی اس وقت تک نیند نہیں آتی جب تک کہ بچی رو رہی ہے۔
- ایک بار پھر رات کو زندان میں ماتم شروع ہو گیا۔ یزید نے غلاموں کو بلایا، اس بچی کو کیا ہو گیا ہے؟
- زینبؑ نے کہا: بیٹی! کہاں جا رہی ہو؟ کہا: پھوپھی اماں! مجھے باباؑ کی خوشبو آ رہی ہے۔
- زینبؑ نے چادر ہٹائی، بھائی کا کٹا سر، ساری سیدانیاں کھڑی ہو گئیں، سب نے کہا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ۔

مجلسِ ہشتم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی وَ اتَّقُوْنِ یٰاُولِی الْاَلْبَابِ ○ (سورۂ بقرہ، آیہ ۱۹۷)

اگرچہ اس سلسلے کی آج آخری مجلس ہے، لیکن یہ اعتراف کرتا ہوگا کہ شاید میری کسی کوتاہی کی وجہ سے یا ویسے ہی موضوع اتنا طویل تھا کہ بات مکمل نہیں ہو پائی۔

اور ابھی بھی اس حوالے سے کہ کون سی نیکیاں قبر میں کام آتی ہیں، نہ صرف یہ کہ چند معروضات آج کی مجلس کے بعد بھی باقی رہیں گی، بلکہ ان میں سے، کچھ تو انتہائی اہم ہیں مثلاً ایک برادر ایمانی نے اسی بات پر حیرت کا اظہار کیا کہ قبر کے حوالے سے جو نیکی ہمارے یہاں سب سے زیادہ رائج ہے۔ اس کا تو تذکرہ ہلکا سا اشارہ بھی نہیں آیا، یعنی مرنے والے کے نام پر سورۂ فاتحہ پڑھنا، اور ایسی ہی چند باتیں اور۔

میں نے کل کی مجلس میں شاید گزارش کی تھی کہ خیال اسی بات کا رکھا گیا، جو چیزیں ہمارے یہاں پہلے سے رائج ہیں، اور ہر آدمی ان کو جانتا ہے، ان کا تذکرہ ہی نہ آئے۔

یا تو میں یہ محسوس کرتا کہ میرے پاس اتنا وقت ہے کہ ہر بات کا بیان ہو سکتا،

تو پھر یقیناً مشہور اور غیر مشہور، رائج اور غیر رائج، ہر چیز کا تذکرہ آ جاتا، لیکن جب پہلے دن ہی میں یہ شرف حاصل کر رہا تھا کہ اس منبر پر آ رہا ہوں اور موضوع میرے ذہن میں ہے، تو اسی وقت یہ اندازہ تھا کہ باتیں سمیٹی نہیں جائیں گی تو جو باتیں پہلے سے ہمارے یہاں موجود ہیں، اور ہر آدمی ان پہ عمل کر رہا ہے، ان کا تذکرہ جان بوجھ کر نہیں کیا گیا۔

اور یہی وجہ ہے، مثلاً سورۂ فاتحہ کے علاوہ بھی مرنے والے کی یوں فاتحہ کرائی جاتی ہے، یہ بھی ان نیکیوں میں شامل ہے، اس کی جانب بھی اشارہ نہیں ہوا، مثلاً نماز جنازہ پڑھنا، یہ بھی ایک کام آنے والی نیکی ہے، لیکن پہلے سے موجود ہے۔

میں نے تین چار ایسی نیکیوں کو اپنے موضوع میں لے لیا، جو ہمارے یہاں رائج ہیں، مگر اس انداز سے رائج ہیں کہ اچھے خاصے پڑھے لکھے مومنین کی معلومات بھی اس بارے میں بہت کم ہے۔ جَرِیدَتَین۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ دو لکڑیاں رکھنا، ہم سمجھے نہیں۔ جبکہ یہ ہمارے اس انداز سے رائج ہے کہ اس میں مزید کسی تحقیق اور جستجو کی ضرورت نہیں ہے۔

لوگوں نے کہا کہ جی! یہ لکڑیاں لائی جائیں گی، ان کا طریقہ کیا ہوگا؟

میں نے کہا: یہ سب ہو رہا ہے، آپ کے گھر میں بھی اس سے پہلے اموات ہوئی ہوں گی اس پر پہلے سے عمل ہوا ہوگا۔

شہادت نامے کے حوالے سے لوگوں نے پوچھا۔ میں نے کہا: جو کفن ہمارے یہاں دیا جا رہا ہے چاہے وہ کربلا سے لایا جائے یا ایران سے، اور چاہے اپنے وطن سے، شہادت نامہ اس میں شامل ہوتا ہی ہے۔

تو یہ دو تین چیزیں جن پر بھی یہی اعتراض آ سکتا ہے، ان شاء اللہ یہ موضوع آج جتنا بھی بیان ہو سکا، بیان ہوگا لیکن پھر بھی دوبارہ اس کی باری آئی گی اور بات

یہاں سے آگے بڑھے گی۔ ایک ایسی نیکی ہے جس کا ہم نے ذکر ہی نہیں کیا، بلکہ یہ خیال کرتے ہوئے کہ اس کو بیٹھے بیٹھے حاصل کیا جاسکتا ہے، اس نیکی کا آج بھی جاری ہے۔

البتہ آج صرف ایک سوال کی حد تک، تحریری سوال کے ساتھ پریشانی یہ ہوتی ہے کہ شروع مجلس میں اگر اسے بیان نہ کیا جائے تو آخر میں تو آپ دیکھتے ہیں کہ وقت کس طرح سے بھاگتا ہے۔

اور شروع مجلس میں اگر یہ آجائے تو یہ بھی اندازہ نہیں ہوتا کہ سوال کرنے والے پہنچ پائے ہوں یا نہیں پہنچ پائے۔

خیر ـــــ!

اس کے اندر جو ہر مجلس میں انہی سوالات کو لے رہا ہوں، فقط وہی سوال پڑھا گیا جو میری مجلس کے کسی موضوع کے متعلق تھا۔ سوال یہ کہ ہم پر خمس باقی ہے، اب خمس باقی ہے تو ہر ایک کو پتہ ہے کہ اس کی ادائیگی کرنا ہے، اور اگر آپ کے پاس اتنا حساب کتاب نہیں تو حاکمِ شریعت یعنی جس کی آپ تقلید کرتے ہیں، اس کے نمائندے سے مصالحت کر سکتے ہیں۔

اچھا ـــــ!

یہ ساری چیزیں اس سوال میں موجود ہیں کہ ابھی تک ادائیگی خمس نہیں کی گئی، اور نہ حاکم شرع کے پاس جا کر کوئی مصالحت کی گئی، لیکن ہمارے رشتہ داروں میں کچھ سادات انتہائی غربت کی زندگی گزار رہے ہیں۔

حاکمِ شرع کے پاس جانا اور حساب کتاب کرنا اور خمس ادا کرنا، اس میں وقت نہیں ہے۔ اس لیے ان سادات کی مدد اگر ہم سہمِ سادات سے کردیں اور نیت یہ ہو کہ بعد میں حاکمِ شریعت جتنی رقم ہم کو بتائے گا، یہ والا سہمِ سادات ہم اس میں نفی

کرلیں گے، کیا یہ ممکن ہے؟

جواب: جی ہاں! نہ صرف یہ کہ ممکن ہے بلکہ ایسا ہی کرنا چاہیے، یعنی خمس بغیر حساب کتاب کے آنکھیں بند کر کے نہیں دیا جاسکتا۔

میں نے ایک اور حوالے سے کہا تھا، اتنی زحمت آپ کو اٹھانا پڑے گی کہ ہر سال کے آخر میں اپنا حساب کیجیے اور جس نے آج تک خمس نہ دیا ہو، پہلی مرتبہ خمس دینے کے لیے مجتہد یا اس کے وکیل سے رجوع کرے۔

جب تک حساب کر کے خمس نہیں دیا جائے گا، وہ جو خمس آپ دے رہے ہیں، بہر حال! پھر گناہ باقی رہے گا، لیکن اگر کسی بھی وجہ سے آدمی حساب کتاب میں تاخیر کر رہا ہے، تو یہ ایک سہولت اس کو حاصل ہے، جہاں جہاں خمس دیا جاسکتا ہے وہ بغیر حساب کتاب کے دے رہا ہے، یہ صحیح طریقہ نہیں ہے، لیکن جہاں جہاں جب دیا جاسکتا ہے وہاں دے رہا ہے۔ اگر یہ نیت کر لے کہ بعد میں حساب کرے گا تو اس کی اجازت ہے، چاہے سہم سادات ہو یا سہم امام ہو، مثلاً سیّد کی مدد کرنا۔

اگر یہ سیّد شرائط پر پورا اُترتا ہے، جس میں ایک بہت ہی سخت شرط یہ ہے، اگر سیدانی بیوہ ہے تو حجاب کرتی ہو، اگر غریب یا بیمار مرد ہے تو ڈاڑھی رکھتا ہو۔ اگر سیّد شرائط پر پورا اُترتا ہے۔ آپ نے اس کو خمس دے دیا، آپ کو یہ بھی نہیں پتہ کہ میرا خمس اتنا لے گا یا اس سے کم یا زیادہ بنے گا، لیکن نیت کر کے آپ نے دے دیا۔ جب بھی خمس کا حساب ہوگا تو اس کے اندر اندراج ہو جائے گا، اسی طرح سہم امام۔

آپ نے ابھی کوئی حساب کتاب نہیں کیا لیکن وہاں دے رہے ہیں جہاں دینے کی اجازت ہے۔ آپ نیت کریں کہ یہ سہم امام ہے، اگرچہ یہ طریقہ اس لیے غلط ہے کہ بغیر حساب کتاب نہیں چلے گا۔ مسئلہ، لیکن جب بعد میں حساب کتاب ہوگا تو کم از کم یہ رقم آپ سہم امام میں کاؤنٹ کر سکتے ہیں۔

میں نے ایک جملہ ایسا کہا تھا کہ جس میں مرحوم امام خمینیؒ اور آیت اللہ خامنہ ای کی ذمہ داری ذرا الگ بیان کی گئی تھی۔ ایک جو مشہور مسئلہ ہے، اور وہ صحیح مشہور ہے کیونکہ تو ے فی صد مراجع اس کو مانتے ہیں کہ خمس میں سے امام کا حصّہ تو بہر حال امام، مرجع یا اس کے وکیل کی اجازت سے دیا جاتا ہے لیکن مشہور ہے کہ سادات کا حصّہ ہم اپنی مرضی سے بھی دے سکتے ہیں۔ مگر جن دو مراجع کے میں نے ابھی نام لیے ہیں وہ فرماتے ہیں: سادات کا حصّہ بھی آپ بغیر اجازت کے نہیں دے سکتے۔

تو وہاں پر مسئلہ ذرا بدل جائے گا۔ عام حالات میں بھی، حساب کتاب کرنے والا بھی، باقاعدہ خمس دینے والا بھی، سادات کا حصّہ اپنی مرضی سے مستحق سیّد کو نہیں دے سکتا ہے جب تک امام کے نائب یعنی مجتہد یا اس کے وکیل سے اجازت نہ لے لے۔

بعض اوقات ہم ایک ایسی نیکی کرتے ہیں جو ہمیں بھی فائدہ پہنچا سکتی ہے، اور ہمارے مرنے والے رشتہ دار کو بھی، لیکن چونکہ طریقہ کار غلط ہوتا ہے، تو وہ فائدہ ہمیں حاصل نہیں ہو پا رہا، اور ہم پریشان ہو کر سوچتے ہیں کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ اس نیکی کے حوالے سے مولویوں نے الٹی سیدھی باتیں بیان کر کے اسے اتنا بڑا بنا دیا ورنہ ہمیں فائدہ کیوں نہیں مل رہا۔

ہم صدقہ دیتے ہیں، وہ ردّ بلا کیوں نہیں ہو رہی، ہم خمس دیتے ہیں وہ برکت نہیں ہو رہی۔ تو ایک جگہ تو اپنی جگہ ہے امتحان۔ پروردگار جب امتحان لیتا ہے تو نہ کوئی دعا بظاہر قبول ہوتی ہے اور نہ کوئی نیکی بظاہر کام آتی ہے، اور وہ امتحان ایک مرتبہ تو ضرور لے گا، مگر وہ تو صرف ایک یا دو مرتبہ ہوتا ہے، زیادہ تر میں نے دیکھا ہے، فائدہ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ طریقۂ کار میں کہیں غلطی ہوگی۔

جس طرح طبیب کی دوا اگر غلط طریقے سے استعمال کی جائے تو اکثر فائدہ

نہیں ہوتا، بلکہ بعض جگہ اُلٹا نقصان ہونے لگتا ہے۔ وہی مسئلہ شریعت کی روحانی دواؤں کا ہے، خالی نیکی پہ عمل کرنا کافی نہیں، بلکہ اس کا طریقہ بھی درست کرنا پڑتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اہم ترین نیکیوں میں مسائل دین کا حاصل کرنا، یہ خود بھی ایک نیکی ہے، اور ساتھ ساتھ اس کی وجہ سے دیگر نیکیوں کا فائدہ بھی ہمیں حاصل ہوتا ہے، مثلاً ہم نے صدقے کا صحیح طریقہ کار سنا، جتنی دیر ہم صف پر بیٹھ کر یہ مسئلہ سن رہے ہیں، وہ افضل ترین عبادت کر رہے ہیں، جس کے بارے میں رسول کا ارشاد ہے:

"جو ایک لمحے کسی دینی مسئلے پر غور کرتا ہے تو ستر ہزار رکعت سنت نماز اور ستر ہزار سنت روزوں، ستر ہزار نفلی حج اور ستر ہزار مرتبہ راہِ خدا میں صدقہ دینے سے زیادہ کا ثواب لیتا ہے"۔

تو ایک طرف تو یہ ثواب مل رہا ہے، خالی ایک مسئلہ سننے کا، اور دوسری جانب اس کی وجہ سے، جو ہم کبھی صدقہ دیتے ہیں، اس کا طریقہ کار بھی ہمیں فائدہ پہنچاتا ہے، ورنہ غلط مسئلے کی وجہ سے صدقہ دیتے رہے سارے مہینے کے لیے۔ پتہ چلا فائدہ صرف آخری دن ملا۔

تو خیر ــــــ!

یہ موضوع اب ختم ہو رہا ہے۔ قبر میں کام آنے والی ایک اور اہم ترین نیکی۔ تاریخ شیعیت میں محمد یعقوب کلینیؒ سے لے کر امام خمینیؒ تک، ایک سے ایک ایسی شخصیت گزری کہ ہم دنیا سے بڑے فخر کے ساتھ اور بطور چیلنج کہہ سکتے ہیں:

"تم ہمارے ائمہ طاہرینؑ کا موازنہ کرنے کی کوشش کرتے ہو یہ جو نائبین اور غلام ہیں آلِ محمدؐ کے ان کی مثال تمہارے پاس نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ آقا کے بارے میں سوچ رہے ہو"۔

ایسے مقدس، ایسے بڑے عالم، ایسے صاحب تقویٰ، ایسے صاحب کردار علماء ہماری تاریخ میں گزرے ہیں۔ ہر ایک اپنی جگہ پر ایک چمکتا ہوا سورج اور دمکتا ہوا ستارہ ہے۔

تو سامعین ــــــ!

آج صرف آخری اشارہ کر کے بات کو مکمل کرتا ہوں اور وہ یہ کہ دو اور نیکیوں کا بیان ہے، جو قبر میں کام آتی ہیں:

نمبر ایک، وہ یہ کہ اپنے امام کی سلامتی کے لیے صدقہ دینا۔ اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ انسان کی قبر اور قیامت، یہ جملہ ہے ایک حدیث کا، جو اپنے زمانے کے امام کے لیے ایک درہم دے گا پروردگار اس کی قبر میں کوہِ اُحد سے زیادہ بڑا نیکیوں کا ایک پہاڑ پیدا کر دے گا جو اسے ہر عذاب سے بچاتا ہے۔

وقت نہیں ہے، اس لیے آخری بات، اور سب سے آخری بات تو معلوم ہے۔ موضوع نامکمل رہ جائے گا اگر یہ آخری بات نہ ہوئی۔

علامہ حلّی، تاریخِ شیعیت کا سب سے بڑا عالم، ساری زندگی اہلِ بیتؑ کی اتنی خدمت کی کہ ان کا انتقال کے بعد یہ دیکھا گیا کہ ساری زندگی انھوں نے کتنی کتابیں لکھیں، ان کے صفحات جوڑے گئے، پتہ چلا اتنے صفحات ہیں ان کی زندگی کے دن جوڑے گئے، پتہ چلا اتنے دن ہیں۔

حساب لگایا کہ روزانہ کتنے صفحات لکھے ہوں گے۔ پتہ چلا کہ روزانہ سو صفحات لکھتے تھے۔ انتقال کے بعد ان کے اپنے بیٹے نے ان کو اپنے خواب میں دیکھا جو خود مجتہد بنا اپنے باپ کے فوراً بعد۔

باپ کو خواب میں دیکھا، حال پوچھا، کہا: بابا! کیا حال ہے؟

کہا: میں ہلاک ہو گیا تھا، اگر دو چیزیں نہ ہوتی، ایک اَلفَین کتاب اور

دوسری زیارت الحسینؑ۔

اگر زیارت حسینؑ نہ ہوتی اور علیؑ کی محبت میں لکھی جانے والی کتاب نہ ہوتی تو میں ہلاک ہو گیا تھا۔

ذکرِ مصائب شہادت معصومہ بی بی سکینہؑ بنتِ حسینؑ

تو آخری دو چیزوں میں زمانے کے امامؑ کی سلامتی کا صدقہ دو، اور جو اسلام کو بچانے کے لیے اپنی جان دے چکے ہیں ان کی زیارت کو جاؤ۔

بس ــــ!

کربلا کے پہلے زائر کا نام ہے جابر۔ مگر موضوع ہمارا بنا ''معصومؑ کی زیارت''۔

دیکھئے ــــ!

بعض زیارتیں ایسی ہیں کہ ہمیں یقین کامل ہے، شاید امام معصومؑ خود وہ زیارت کرنا پسند کریں۔

ایک یہ ہے کہ دنیا امامؑ کے دروازے پر جاتی ہے۔ مولاؑ! ہمارا سلام لو، تیسرا زائر آیا ہے، اور کچھ ایسی زیارتیں ہیں، شاید حسینؑ خود وہاں جاتے ہوں۔

ان میں سے ایک زیارت جو میری سمجھ میں آرہی ہے، وہ ننھی سی بچی جو زندانِ شام میں اکیلے سو رہی ہے۔ چھوٹے بچے جلدی گھبرا بھی جاتے ہیں، جلدی ڈر بھی جاتے ہیں۔ اور اگر ایسی بچی ہو کہ جو کم از کم تین سال میں تو اپنے باپ سے جدا نہیں ہوئی، جدا ہونا تو دور کی بات ہے اگر سوتی بھی تھی تو بابا کے سینے پہ سوتی تھی۔ خالی اگر باپ سے جدا ہو جائے تو بھی اس کے لیے کتنا بڑا غم ہے اور اگر خالی جدا نہ ہو بلکہ رخسار پر طمانچے بھی ہوں، بدن پر کوڑے بھی ہوں، اب اس بچی کی کیا حالت ہوگی۔

زندانِ شام میں یہ بچی پہنچ گئی، مگر ایک ہی کام ہے اس کا، فجر کی نماز سے جو ماتم شروع کرتی ہے، تو آدھی رات تک اس کا ماتم جاری رہتا ہے۔ زینبؑ بڑی مشکل سے بچی کو تسلی دے کر سلاتی ہے۔ دن کو تو پھر بھی آواز کم آتی ہے، لیکن رات کو آواز پھیلتی ہے کہ یزید کو بھی اس وقت تک نیند نہیں آتی جب تک کہ بچی رو رہی ہے۔

ایک ایسی ہی آدھی رات آئی، روتے روتے اب وقت آ گیا۔ زینبؑ نے سکینہؑ کو سلایا۔ جب سکینہؑ سوتی ہے، تب ساری بیبیاں سوتی ہیں۔

ایک بار ساری بیبیاں لیٹ گئیں، سب کی آنکھ لگ گئی۔ مگر سکینہؑ سوئی اور دوبارہ اُٹھ گئی اور چاروں طرف دیکھ کر رونے لگی۔

ارے! میرا بابا کہاں چلا گیا؟ زینبؑ کی آنکھ کھلی، سکینہؑ بیٹی! کربلا سے بابا کو رو رہی ہے، اور تجھے پتہ ہے تیرا بابا کہاں ہے؟

کہا: پھوپھی اماں! میں اس کی بات نہیں کرتی۔ ابھی میں سوئی تھی خواب میں دیکھا میرا بابا آیا ہے، اکیلا نہیں آیا ہے بلکہ میری دادی زہراؑ کو لے کر آیا ہے۔

میں نے کہا: بابا! آپؑ کے بعد مجھ پر بڑی مصیبتیں پڑیں۔

بابا نے کہا: آج ہم تجھے لینے آئے ہیں۔

زینبؑ گھبرا گئی، آواز دی: اے کلثومؑ! اے لیلیٰؑ! اے ربابؑ! اے رقیہؑ! اے کبریٰؑ! ذرا جلدی سے بیدار تو ہو جاؤ۔

ایک بار پھر رات کو زندان میں ماتم شروع ہو گیا۔ یزید نے غلاموں کو بلایا، اس بچی کو کیا ہو گیا ہے؟

غلاموں نے ہاتھ جوڑے، کہا آقا! یہ ہمارے بس سے باہر ہے، کیسے روکیں؟

یزید نے کہا: پھر کیسے روکا جائے؟

کسی نے کہا: یزید! بچی اپنے باپ کا نام لے رہی ہے۔ تیرے خزانے میں

اس کے باپ کا سر ہے، وہ بھجوا دے شاید بچی کو سکون آ جائے۔

اُدھر سکینہؑ ماتم کر رہی ہے کہ ایک مرتبہ اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی، اور قید خانے کے دروازے کی جانب جانے لگی۔

زینبؑ نے کہا: بیٹی! کہاں جا رہی ہو؟

کہا: پھوپھی اماں! مجھے بابا کی خوشبو آ رہی ہے۔

زینبؑ نے چونک کر دیکھا: آدھی رات کے بعد دروازہ کھلا، کچھ کنیزیں جن کے ہاتھ میں ایک طشت ہے، جس کے اُوپر کپڑا پڑا ہوا ہے۔

زینبؑ نے کہا: یہ کیا ہے؟

کہا: شہزادی! چادر ہٹا کر دیکھو۔ زینبؑ نے چادر ہٹائی، بھائی کا کٹا سر، ساری سیدانیاں کھڑی ہو گئیں، سب نے کہا: اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ۔

زینبؑ آگے بڑھی، بھائی کا کٹا سر اُٹھایا، سکینہؑ کی گود میں رکھا، سکینہؑ نے بابا کے ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھ دیئے۔ بابا! مجھے چھوڑ کر کہاں چلے گئے؟

زینبؑ گھبرا گئی، بچی کی آواز بند ہو گئی۔ سجادؑ سے کہا: سجادؑ! ذرا دیکھ میری بچی کو کیا ہو گیا؟

ہائے میرا مولا سجادؑ! سجادؑ آگے بڑھے، ننھی بہن کا ہاتھ تھاما، پلٹ کر کہا:

پھوپھی اماں! اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

ارے ــــــ! میری بہن مجھے چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو گئی۔

میں نے بعض اربابِ منبر سے سنا، جب مولا سجادؑ لاشہ لے کر قبر کے نزدیک گیا، قبر میں سے فاطمہ زہراؑ کے ہاتھ باہر آئے، سجادؑ! میری بیٹی کو میرے حوالے کر دو۔

وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ

مجلسِ نہم

- بہت سارے احکامِ اسلام ایسے ہیں جو ساری دنیا کے لیے اور قیامت تک کے ایک ہی ہیں۔
- وہ چودہ سو سال پہلے رسولؐ خدا کا زمانہ ہو یا آج کے چودہ ہزار سال کا۔
- کچھ حرام ایسے ہیں جو قیامت تک کے لیے ناقابلِ تبدیل ہیں۔
- مذہبی ہیں اور اپنی حد تک حجاب کی اہمیت کو سمجھ رہی ہیں۔
- اور وہ یہ ہے کہ حجابِ اسلامی میں عورت کے لیے پیر کا پردہ بھی لازمی ہے۔
- ایک خرابی یہ پیدا ہوگئی کہ غلط سلط لوگ امامِ زمانہؑ کی محبت کو استعمال کر کے معاشرے میں فساد اور گمراہی پھیلانے لگے۔
- کربلا کے جہاد کے دو حصے ہیں: ایک تلوار کے ذریعے اور ایک زبان اور خطبات کے ذریعے سے۔
- اسلام پر وقت پڑا اُدھر آپ دیکھ لیجیے زینبؑ سے لے کر ننھی سکینہؑ تک ہر ہر بی بی کا اپنا ایک کردار ہے۔
- فروہؑ تڑپ تڑپ کے کہہ رہی ہے: بیٹا قاسمؑ! تو ابھی کیوں شہید نہیں ہوا ہے؟ تو اب تک کیوں زندہ ہے؟ ارے! تیری ماں ساری بیبیوں کے ہاں شرمندہ ہو رہی ہے۔
- اور آپؑ کا اصغرؑ، وہ تو ایسا جہاد کرے گا کہ دنیا اکبرؑ و عباسؑ کے جہاد کو بھول جائے گی۔

مجلسِ نہم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَ مِنۡ اٰیٰتِہٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَکُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡکُنُوۡۤا اِلَیۡہَا وَ جَعَلَ بَیۡنَکُمۡ مَّوَدَّۃً وَّ رَحۡمَۃً ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ﴿۲۱﴾ (سورۂ روم، آیہ ۲۱)

اگرچہ ابھی ابھی ہمارے بھائی اور دوست تقی جادا صاحب نے یہ فرمایا: ایک نئی کاوش ہے، جس جملے سے یہ اندازہ ہوا ان کی خواہش ہے کہ یہ سلسلہ اسی طرح سے مزید آگے بڑھے، لیکن میں اس مسئلے میں ان سے تھوڑا سا اختلاف رکھتا ہوں۔ اور وہ شروع میں بتا دیتا ہوں، اس کے بعد تو مسلسل ہمارا بیان رہے گا۔

ایران اور باقی دنیا کے ماحول میں خاصا فرق ہے۔ بہت سارے احکامِ اسلام ایسے ہیں جو ساری دنیا کے لیے اور قیامت تک کے لیے ایک ہی ہیں، چاہے وہ چودہ سو سال پہلے رسولؐ خدا کا زمانہ ہو یا آج کے چودہ ہزار سال کا، بہت ہی ماڈرن زمانہ ہو، چاہے وہ اس دنیا کے مسلمان ہوں اور چاہے آگے چل کر انسان مریخ اور زحل پر پہنچے گا، چاہے وہاں کے ہوں۔

کچھ واجبات ایسے ہیں، کچھ حرام ایسے ہیں جو قیامت تک کے لیے ناقابلِ تبدیل ہیں۔ اور اسی کے لیے مشہور روایت بھی ہے، اور محاورہ بھی ہے:

حَلَالُ مُحَمَّدٍ حَلَالٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ وَحَرَامُہٗ حَرَامٌ اِلٰی

يَوْمِ الْقِيَامَةِ

جیسے نماز، جیسے روزہ، جیسے حجاب، جیسے گانا بجانا، لیکن بعض چیزیں ایسی ہیں جن میں اسلام نے اصول ایک بتا دیا، اور پھر یہ کہا کہ ہر زمانے کے حالات بلکہ ایک ہی زمانے دنیا کے دو ملکوں کے حالات، بلکہ ایک ہی زمانے میں ایک شہر کے دو مختلف محلوں کے حالات میں اگر تبدیلی ہے تو یہاں کے لیے یہ مسئلہ چلے گا، وہاں وہ مسئلہ۔

جس کے اندر یہ والا سلسلہ بھی شامل ہے کہ کسی مرد کا عورتوں کے مجمع میں آ کر خطاب کرنا۔

میں نے یہاں پہنچتے ہی پہلا سوال یہ کیا تھا کہ درمیان میں کوئی پردہ ایسا ہے تو جواب دیا کہ نہیں ہے، اور اس لیے نہیں ہے کہ ایران کے اندر عام طور پر یہ نہیں ہوتا۔

حجاب جیسا کہ میں نے کہا: قیامت تک کے لیے ایک ہی ہے، لیکن یہ والا سلسلہ الگ الگ ہے۔ تو ہو سکتا ہے کہ کل اس انداز سے میں آپ سے خطاب نہ کروں، اس لیے کہ یہ انداز ظاہری طور پر مجھے دو وجوہات کی بنا پر ناپسند ہے۔

پہلی بات تو یہ کہ جو محترم خواتین یہاں پر آئی ہیں، کچھ عمر کے حساب سے میری بہنوں کے برابر ہیں، کچھ بیٹیوں کے برابر ہیں، کچھ پوتیوں اور نواسیوں کے برابر ہیں۔ تو یہ انداز سے ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ سب کی سب دین دار ہیں، مذہبی ہیں اور اپنی حد تک حجاب کی اہمیت کو سمجھ رہی ہیں، لیکن بہت سرسری طور پر بھی دیکھنے سے بھی یہ اندازہ ہو گیا کہ معلومات نہ ہونے کی بنا پر یا کسی اور وجہ سے، وہ ایران والا حجاب یہاں نہیں ہے۔ ایران والے حجاب سے مراد ایران کا اپنا حجاب نہیں، جو اسلام نے ایک حجاب کا حکم دیا اس کی پابندی کر کے ایران کی خاتون اگر آتی ہیں تو مرد اُن سے خطاب کر لیتے ہیں۔

چھوٹی سی میں مثال دے رہا ہوں اس لیے کہ اس مسئلے کی میں زیادہ تفصیل

میں نہیں جانا چاہتا۔ وہ یہ ہے کہ کیا ایران کے کسی ماحول میں یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ خالی ایک بڑے سے دوپٹے کو حجاب مانا جائے، یعنی جسم کے علاوہ کیا وہاں پہ کپڑوں وغیرہ کا حجاب نہیں ہوتا؟ ہوتا ہے۔

ہوسکتا ہے کہ خواتین کے اپنے درمیان یا خاندان کے بہت قریبی رشتہ داروں کے درمیان اس کی ضرورت نہ ہو، لیکن صحیح حجاب، ایک مومنہ کو چاہیے کہ سر سے پیر تک، خالی جسم ہی نہیں، کپڑے بھی چھپے ہوں تو کیا کہنا۔

پھر یقیناً مرد اگر خطاب کریں، لیکن میں نے کہا: دو باتیں ہیں۔ ابھی پہلی بات چل رہی ہے اور اس کے حوالے سے ایک مسئلہ جس کا سامنا پتہ نہیں لاہور میں مجھے کیوں نہیں کرنا پڑ رہا ہے، نہ خواتین یقین کر رہی ہیں نہ مرد، لیکن مسئلہ طے شدہ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ حجاب اسلامی میں عورت کے لیے پیر کا پردہ بھی لازمی ہے اور صرف بات کو سمجھانے کے لیے میں جملہ کہتا ہوں: چہرے کے پردے سے اہم پیر کا پردہ ہے۔ اگرچہ یہ بات ذرا سی خلاف عقل ہے۔

کیا مطلب اس جملے کا؟

اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ چودہ سو سالہ شیعہ تاریخ میں ننانوے فی صد مجتہدین کا اتفاق ہے کہ پیر کو تو چھپانا ہی چھپانا ہے۔ چہرے کے پردے کے بارے میں شاید مشکل سے چالیس فی صد مراجع اس کے قائل ہوں کہ چہرے کا پردہ واجب ہے۔

ساٹھ فی صد مراجع کہتے ہیں کہ چہرے کا پردہ واجب نہیں ہے، تو چہرے کے پردے میں نہ صرف یہ کہ صرف اختلاف ہے بلکہ اتنا بڑا اختلاف ہے۔ جس کی وجہ سے تقریباً یہاں پر ساری خواتین چہرے کے حجاب کے بغیر بیٹھی ہیں لیکن صحیح بیٹھی ہیں اس لیے اس کے اندر مراجع کی اکثریت کہتی ہے کہ صحیح ہے۔

پیر کے بارے میں شاید ہی کوئی اکا دکا نظر آجائے، ورنہ آیت اللہ العظمٰی محسن الحکیم، میرے تجربہ کے مطابق جو سب سے بزرگ خاتون ہوں گی وہ آغا محسن الحکیم کی تقلید میں ہوں گی۔

سارے مجتہدین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ پیر کا پردہ واجب ہے۔

یہاں پر میں نے کوئی سروے نہیں کیا لیکن ایک نظر میں اندازہ ہو گیا۔ میں نے کہا تا کہ یہ لاعلمی کی وجہ سے ہوگا جس نے اپنے جسم کے اتنے اہم حصے کو چھپا لیا۔ اس کے لیے ایک غیر اہم حصے کو چھپانا کون سا مشکل ہے۔

ایران اور یہاں کے ماحول میں ایک بڑا فرق یہ ہے کہ اب یہاں اس حجاب کے بارے میں معلومات ہے کہ اب یہاں اس حجاب کے بارے میں معلومات پوری نہیں ہیں۔ جو پہلی شرط ہوتی ہے اگر کوئی مرد کسی وجہ سے عورتوں کے درمیان آنا چاہے اور دوسری بات، یہ میرا موضوع بھی ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہاں کی مجالس میں نہ ہو، آگے کہیں ہو۔

وہ یہ کہ میں نے تیس پینتیس سال میں جب سے میں نے پڑھنا شروع کیا ہے، یہ دیکھا ہے کہ ہم لوگ پوری نیک نیتی کے ساتھ کوئی مسئلہ شرعی بتانے میں یا کسی اسلامی پہلو پر لوگوں کی توجہ مبذول کراتے ہیں۔

معاشرے میں بہر حال اچھے لوگ ہیں تو بُرے بھی ہیں۔ کچھ غلط قسم کے لوگ ہم جیسوں کی تقریروں کو استعمال کر کے اپنی خرابیاں معاشرے میں پھیلانا شروع کر دیتے ہیں۔

الحمدللہ! یہ بات تو میں فخر کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ پاکستان کے ان چند لوگوں میں میرا شمار ہوتا ہے۔ انھوں نے آج سے تیس پینتیس سال پہلے مجلسوں اور منبر پہ بہت زیادہ کثرت کے ساتھ اسی لیے زمانے کے امام کا تذکرہ کیا کہ اگرچہ اس

وقت ہمارے امام وہ ہیں لیکن سب سے کم ہم لوگ انھی کا ذکر کرتے تھے اور انھی کے حالات کو جانتے تھے۔

اب تو ماشاء اللہ یہ رواج اتنا بڑھ گیا کہ درود تک کو لوگ نامکمل سمجھتے ہیں کہ جب تک آخر میں وَعَجِّلْ فَرَجَهُمْ نہ ہو۔

دیکھئے____!

پینتیس سال پہلے نہ ہونے کے برابر یہ ذکر تھا، تو چونکہ میری تو اکثر تقاریر ریکارڈ ہوتی ہیں، تو جو بات میں کہتا ہوں اس کا ثبوت بھی ہے تو اتنے سال پہلے یہ سلسلہ شروع ہوا۔

جہاں اس کا ایک فائدہ ہوا کہ جس علاقے میں تھا تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگوں کو زمانے کے امام کے حالات سے باخبری ہو۔

وہاں ایک خرابی یہ پیدا ہوگئی کہ غلط سلط لوگ امامِ زمانہ کی محبت کو استعمال کر کے معاشرے میں فساد اور گمراہی پھیلانے لگے۔ تقریریں ہم جیسوں کی استعمال ہونے لگیں، مثلاً باقاعدہ ایسے فرقے بن گئے جو پنجاب میں بڑے زور و شور کے ساتھ ہیں لیکن ان فرقوں کے علاوہ بھی یہ دعوے ہونے لگے کہ امام ہم سے ملاقات کرتے ہیں۔

اس کے بارے میں روایت یہ ہے: ''جو کہتا ہے وہ جھوٹا ہے''۔

جھوٹا کن معنوں میں؟

ان معنوں میں ہے کہ جس سے امام کی ملاقات ہوگی اور ہوتی ہے وہ کبھی بتائے گا نہیں، اور جو بتا رہا ہے یہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ وہ کبھی امام سے نہیں ملا۔ نہ صرف یہ کہ یہ دعوے ہونے لگے بلکہ ایسی عجیب باتیں کہ کبھی ہنسنے کا دل چاہتا ہے اور کبھی سر پیٹنے اور رونے کا۔

ہمارے ہاں کتنے ہی ایسے مرد ہیں جو کہتے ہیں کہ امام روز ہمارے ساتھ آ کر ناشتہ کرتے ہیں، اپنے ساتھ اپنی غذا لاتے ہیں، لیکن ایک دن میں نے کہا:

نہیں مولا! یہ تو نہیں چلے گا کہ روز آپ اپنی روٹی کھائیں گے، آج آپ میرے محلے کی فلاں بیکری کی روٹی کھائیں گے وہ بڑی مزیدار ہوتی ہے۔

اب جو ہم تاریخ میں پڑھتے تھے کہ ایسے بدھو اور بے وقوف مسلمان ہوتے تھے کہ اگر کسی کو اپنی سڑی ہوئی پیاز بکوانا ہوتا تو راوی کو پیسے دیتے کہ ایک حدیث بنا دو تاکہ پیاز بک جائیں۔

راوی نے ایک حدیث بنا ڈالی اور پیاز بک گئے۔ لیکن آج کے دور میں اس اکیسویں صدی میں ایک طرف تو یہ کمپیوٹر کی دنیا ہے اور انٹرنیٹ کی دنیا ہے، اور دوسری طرف اتنے بے وقوف لوگ کہ بیکری کی ۲۰ روپے والی ڈبل روٹیاں دو تین سو میں بکنے لگیں۔

اور لوگ یقین کرنے لگے، بات یہ نہیں ہے کہ کہنے والے نے کیا کہا بلکہ کراچی میں تو ایک ایسی خاتون نکلی جن کا دعویٰ یہ ہے کہ امام مجھے ایک انگوٹھی دے کر گئے ہیں، جب بھی ضرورت ہو اس انگوٹھی کو رگڑنا تو میں آ جاؤں گا۔

بات یہ نہیں ہے کہ اس نے کہا، بات یہ ہے کہ عورتوں نے مانا، اور ہمارے درس میں اتنی عورتیں نہیں آئیں گی جتنی اس عورت کے پاس پہنچ جاتی ہیں۔ لیکن ان سب لوگوں نے استعمال اس بات کو کیا کہ چونکہ تھوڑا تھوڑا معاشرے میں زمانے کے امام کا تذکرہ ہونے لگا تو انھوں نے کہا کہ اس سے غلط فائدہ اٹھاؤ۔

ایک بہت ہی اہم مسئلہ جو آج کا ہے اور وہ یہ ہے کہ آج شیطان ہمارے بچوں کو اس طرح سے گمراہ کر رہا ہے کہ اس کو معلوم ہے، نہ باپ کے پاس وقت ہے کہ بچے پہ توجہ دے، نہ ماں کے پاس وقت ہے، نہ بچے کے پاس وقت ہے۔

اسکول کی تعلیم کچھ ایسی بن کر رہ گئی ہے کہ صبح نکلا تھکا ہارا دوپہر کو آیا، کھانا کھا کر ابھی تھوڑی دیر آرام کیا کہ پھر اس کو اتنا سارا home work کرنا، اور پھر ساتھ میں ٹیلی ویژن الگ ہے۔ کمپیوٹر الگ ہے اور تھوڑے سے کھیل الگ۔

یعنی اگر ایک ماں یہ ارادہ بھی کرلے کہ میں باقی سارے کام چھوڑ دوں گی۔

بس ـــــ!

میرا موضوع شروع ہو چکا ہے، تو بچے کے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ وہ اپنی ماں کے پاس اتنی دیر بیٹھ سکے۔

تو اب گویا بچہ ہمارا ہے، لیکن ہم نہیں پال رہے، ہم نے اس کو حوالے کر دیا آدھا سکول کے، اور آدھا میڈیا کے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ سب سے زیادہ شیطان اسی کو استعمال کر رہا ہے۔ اکثر والدین کو یہ بھی پتہ نہیں ہوگا کہ بچہ اسکول میں کیا پڑھ رہا ہے۔ کورس کے ساتھ جو زہر گھول کر پلایا جاتا ہے۔

ہر ایک کی خواہش ہوتی ہے کہ میرا بچہ اچھی تعلیم حاصل کرے اور جن اسکولوں میں اچھی تعلیم دی جاتی ہے وہاں میوزک ضرور سکھائی جاتی ہے۔ پاکستان میں تو ابھی رواج نہیں آیا، لیکن وہاں پر لڑکے اور لڑکیوں کی ایک ساتھ تعلیم اور ایک سوئمنگ ضرور ہوتی ہے، وہاں پر دیگر خرافات الگ سے سکھائی جاتی ہیں اور جب وہ واپس آیا تو باقی سارا ٹائم اس نے ٹی وی کے سامنے دیا تو اس کی حالت تو خیر آپ کو معلوم ہے۔ تو بار بار کراچی میں مَیں نے یہ بات کہی اور اس کے علاوہ جہاں میں زیادہ مجلسیں پڑھتا ہوں، یہاں تو کہیں دو چار سال میں ایک چکر لگاتا ہے تو زیادہ بڑے بڑے مسئلے، حجاب، نماز اور گانا بجانا اسی میں وقت نکل جاتا ہے۔

ایک حل اس مسئلے کا یہ ہے کہ اپنے اسکول کھولے جائیں، لیکن تقریریں ہم نے کیں فائدہ ان لوگوں نے اٹھایا، جنھیں اسکول کا کاروبار کرنا ہے۔

شیعہ اسکول کے نام سے ایسے اسکول کھولے کہ جن میں عیسائی اور نان مسلم اسکول سے زیادہ بے دینی سکھائی جاتی ہے لیکن جب اسکول کھولے گئے اس وقت بھی جو چندہ لیا اور بعد جو بڑی بڑی فیسیں رکھی گئیں اور کہا:

دیکھئے!

فلاں عالم کی تقریر سن لیجیے وہ کہتے ہیں کہ اس زمانے میں اسکول اتنا ہی واجب ہے جتنا اسلام کے دیگر واجبات مثلاً تقریریں ہماری ہو رہی ہیں، فائدہ وہ لوگ لے جا رہے ہیں جنھوں نے خالی کاروبار ہی نہیں کرنا بلکہ انھوں نے بہکانا بھی ہے لوگوں کو۔

عیسائی اسکول میں بے پردگی ہوگی تو پھر بھی ماں اور باپ کے کان کھڑے رہتے ہیں اور اگر شیعہ اور امام کے نام پر قائم کیے گئے اسکول میں یہ ہو رہا، والدین تو مطمئن ہو گئے کہ ہم نے وہاں سے بچا کر اپنے بچوں کو صحیح ہاتھوں میں دیا۔

تو میری زندگی میں کتنی ہی اس کی مثالیں ہیں، ایک اچھی چیز، ضروری چیز شروع تو کی گئی لیکن پھر یہ دیکھا گیا کہ غلط استعمال ہو گیا۔

خواتین کے مجمع میں کسی بھی مرد کا آنا، وہ پہلی مرتبہ آنے والا چاہے، کتنی ہی نیک نیتی کے ساتھ آئے اور آنے والی خواتین بھی کتنے ہی خلوص کے ساتھ دین کو سیکھنے کے لیے آئیں۔

جب تک کہ ہمارے معاشرے میں ایران کی طرح اتنی پاکیزگی اور طہارت نہ ہو، خالی جسم ہی کی نہیں طہارت آنکھوں کی بھی ہوتی ہے۔ طہارت دلوں کی بھی ہوتی ہے۔

جب تک ایسی طہارت اور پاکیزگی نہ آجائے اس وقت تک یہ سلسلہ اس لیے مناسب نہیں کہ ہم ایک تقریر یا تین مجلسیں پڑھ کر چلے گئے۔ لیکن اگر یہ رواج

چل نکلا تو بہرحال! ایسے لوگ ہیں ہمارے یہاں جن کی نیتیں بھی خراب ہیں، جن کے ارادے بھی خراب ہیں، اور جو اس قسم کے استعمال سے غلط فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

تو یہ دو باتیں میں نے اس لیے کہیں کہ پہلی بات میں ایک مسئلہ شرعی آپ تک پہنچانا تھا، جس کے حوالے سے مَیں نے ایک بات کہہ دی کہ لاہور میں سب سے زیادہ اس مسئلے میں میری مخالفت ہوئی۔

مخالفت کا مطلب یہ کہ یقین نہیں آتا کہ پَیر کا پردہ۔ اور دو چیزوں کو ملا دیا جاتا ہے، نماز کا پردہ اور نامحرم کا پردہ۔

اور دوسری بات مَیں نے اس لیے کہی جس کے اندر جو میں نے دو تین باتیں بتائیں، اسی کے حوالے سے مجھے اپنے موضوع کو آگے بڑھانا ہے، اور وہ یہ کہ ایک مرد کی ذمہ داری شاید اتنی زیادہ نہ ہو، جتنی ذمہ داری عورت کی ہے، تبلیغ اسلام کے حوالے سے۔

کربلا کے جہاد کے دو حصّے ہیں: ایک تلوار کے ذریعے اور ایک زبان اور خطبات کے ذریعے سے۔

تو آپ دیکھیں گے، اگرچہ دوسرے جہاد میں بھی ایک امام معصومؑ موجود ہے، لیکن زیادہ تر زبان اور خطبے کے ذریعے سے تبلیغ کا کام لیا ہوگا، وہ ان ثانی زہراؑ زینبؑ کبریٰ سے لیا گیا۔

ان کے بارے میں تاریخوں میں ایک جملہ لکھا ہے اور یہ جملہ بھی مَیں اس لیے پڑھ رہا ہوں کہ آج کل میڈیا ہمارے مردوں اور عورتوں کے ذہن میں جو زہر گھول رہا ہے۔ اس میں یہ بات اکثر آتی ہے، وہ یہ ہے کہ آج کی دنیا میں عورت کو گھر میں رکھ کر اتنا کمزور اور ڈرپوک نہیں بنایا جاسکتا وہ معاشرے کا مقابلہ نہیں کرپائیں گی۔

آج دنیا اتنی ترقی کر گئی کہ عورت کو بہت سمارٹ، بہت ہی کلیور، بہت ہی ذہین، بہت ہوشیار ہونا چاہیے۔ جیسی عورتیں آپ لوگ تیار کرنا چاہتے ہیں جو ہم لوگوں سے کہا جاتا ہے۔ ایسی عورت کہ جو مردوں کی خدمت کرنے کے بجائے ایک بوجھ بنے۔

اور پھر یہ تو میں نے خلاصہ کیا۔ مختلف اچھے اچھے الفاظ کے ذریعے سے اس بات کو بتایا جاتا ہے کہ کتنی بڑی غلط فہمی ہے۔

حجاب الگ چیز ہے، اور عورت کو کمزور کرنا اور عورت کو دبا کر رکھنا، الگ چیز ہے۔

ایک یہودی مولائے متقیان کے پڑوس میں رہتا رہا، اور تقریباً چار سال تو میرا مولاؑ کوفے میں رہا ہے۔

اچھا ــــــ!

وہ مکان بھی کتنا چھوٹا ہے، چار سال وہ میرے مولاؑ کے گھر میں رہا۔ مولاؑ کا گھر کتنا چھوٹا ہے۔ مسجد کوفہ کے پیچھے آج تک مولاؑ کا گھر موجود ہے اور اس میں ایک وقت میں مولاؑ کی سولہ بیٹیاں رہتی رہی ہیں اور اتنا چھوٹا سا گھر کہ آج بھی جب ہم زیارت میں کسی کو یہ گھر دکھاتے ہیں یا وہاں کا کوئی آدمی بتاتا ہے تو آدمی کو یقین نہیں آتا۔ سولہ بیٹیاں، پھر میرے مولاؑ کی بیویاں؟ اس گھر میں بیٹھ نہیں سکتے، رہتے کیسے ہوں گے؟

یہودی کہتا ہے: میں چار سال اس گھر کے پڑوس میں رہا۔ چار سال جو بالکل دیوار ملی ہوئی ہے اور چھوٹا سا گھر۔ اور میں نے کسی عورت کی کبھی آواز تک نہیں سنی، یعنی میں تو یہی سمجھتا تھا کہ علیؑ کے گھر میں کوئی عورت ہی نہیں ہے۔

اس انداز سے مولا کے گھر کی خواتین کی تربیت ہوئی، یعنی وہ خواتین جنھوں نے کبھی بھی نہ تو نامحرم سے بات کی، نہ کسی نامحرم کے درمیان گئیں۔ حتیٰ کہ شہروں کو

بھی نہیں دیکھا لیکن جب وقت پڑا اسلام پر تو ایسا نہیں ہے کہ چند مہینے لگے۔ اِدھر اسلام پر وقت پڑا اُدھر آپ دیکھ لیجیے زینبؑ سے لے کر ننھی سکینہ تک ہر ہر بی بی کا اپنا ایک کردار ہے۔

جہاں پر جس کی ضرورت پڑی وہاں پر اس نے جہاد کیا، تو اسلام گھر کے اندر عورت کو ایسا حکم دیتا ہے کہ جس میں نہ کوئی کمزوری ہو۔ جس وقت اسلام جیسی عبادت آپ سے چاہے ویسی عبادت کرتا ہے، لیکن ایک کردار ضرور ہے کہ خواتین کی اہم ترین ذمہ داری ہے تربیتِ اولاد۔ اللہ نے اس کے اندر ممتا کا جذبہ ہی ایسا رکھا ہے، جس کے بغیر تربیت نہیں ہو سکتی۔ کسی کی بھی تربیت کرنا ہو تو بڑا صبر چاہیے ہوتا ہے۔ مردوں میں اتنا صبر نہیں ہوتا۔

الحمدللہ ــــــ!

آج کل ہمارے معاشرے میں ایک بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو حج کر چکے ہیں یا عمرہ کر چکے ہیں لیکن ہمارے ہاں ایک رواج ہے کہ آدمی اللہ کے گھر میں بغیر بیوی کے جانے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ تو اس لیے میرا ایک اندازہ ہے کہ جتنے مردوں نے لاہور کے، حج کیا ہے اتنی عورتوں نے بھی حج کیا ہوگا۔

میرا ایک ریکارڈ یہ بھی ہے کہ میں وہاں کافی عرصہ سے جا رہا ہوں، ایک طعنہ ہمیشہ ملتا ہے، دنیا میں واحد ہماری قوم ہے یا انڈیا سے آنے والے جو کعبے میں آ کر بھی ہماری حجاب کرنے کو تیار نہیں ہوتیں۔

مجھے یاد ہے ــــــ!

ایک دفعہ مراکش میں ایک قافلہ اسی بلڈنگ میں ٹھہرا تھا جس میں ہم ٹھہرے تھے اور کیا ان عورتوں کا حجاب تھا کہ ہم ان کو دیکھ کر حیران تھے۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ سب وہ ہیں جو مراکش کے نائٹ کلب کی ڈانسرز ہیں، جن کے جسم پر لباس ہی نہیں ہوتا۔

میں نے کہا: ایک آدھ گھنٹے کے بعد حجاب کرنا دوسری بات، جس کے ساتھ چالیس دن رہنا اور پھر وہ حجاب دکھائے یہ خانہ خدا کا احترام تھا لیکن ان عورتوں کا حجاب سے کوئی تعلق نہیں۔

یہ سعادت تو صرف ہماری پاکستان اور ہندوستان کی عورتوں کو حاصل ہے کہ اللہ کے گھر میں بھی جا کر بدلنے کو تیار نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ بہرحال! جب آپ نے خانہ کعبہ کی زیارت کی تو یقیناً اس کا طواف کیا ہوگا۔

اللہ کو ایک عورت کی ممتا اتنی پسند ہے کہ جب کبھی بھی آپ خانہ کعبہ کا طواف کرنا چاہیں چاہے عمرے میں، چاہے حج میں، چاہے ویسے ہی اپنے مرحوم کو ثواب پہنچانے کے لیے، اللہ کے گھر کے گرد گھومنا حرام ہے جب تک کہ جناب ہاجرہؑ کی قبر کو بھی اپنے طواف میں شامل نہ کر لیا جائے۔

حضرت ہاجرہؑ کی فقط ایک ہی فضیلت سمجھ میں آتی ہے بیٹے سے اتنی محبت کہ جس نے زم زم کی شکل میں قیامت تک کے لیے ایک ایسا تحفہ ہم کو دیا۔

ذکرِ مصائب شہادت علی اصغرؑ بن حسینؑ

خلاصہ یہ کہ اولاد کے لیے قربانیاں دینا پڑیں گی۔

آج تو بس ــــــ!

اتنی سی بات، اس کا مطلب یہ نہیں کہ اسلام فطرت پہ پابندی لگائے، جو فطرت ہے وہ اپنی جگہ، اس میں اسلام کو کوئی اعتراض نہیں۔

ہاں بس ــــــ!

یہ ہے کہ اپنی فطرت کی وجہ سے حکمِ خدا کو نہ چھوڑو، اس کا مطلب یہ ہوا کہ

جناب ہاجرہؑ نے حکمِ خدا کے لیے اپنے بیٹے کو تیار کیا لیکن ماں ہیں جب وہ بیٹا واپس آ گیا، تو بے اختیار کلیجے سے لگا لیا۔ ماں تو یہ سمجھ رہی تھی کہ لاشہ آئے گا، لیکن یہ تو زندہ آ گیا۔

ماں اپنے بیٹے کو بوسہ دے رہی ہے، رخسار کو بوسہ دیا، گردن کو بوسہ دینے لگی کہ ذرا سی کھال کٹی نظر آ گئی۔ ایک بار گھبرا کر کہا: بیٹا! میں نے ہی تو تجھے تیار کر کے بھیجا تھا۔ اس وقت تو یہ ہلکا سا زخم کا نشان بھی نہ تھا، یہ کہاں سے آ گیا؟

کہا: مادرِ گرامی! یہیں پر بابا نے چھری رکھ کر ذرا سا دبایا۔

اب دیکھیے ___!

تیار ہیں کہ میرا بیٹا مارا جائے لیکن ماں کی فطرت، تڑپ کے کہا: ہائے بیٹا! اگر یہ چھری چل جاتی تو کس طرح سے تیری ماں تیرا لاشہ دیکھتی۔ زندہ ہے تو یہ حالت ہے کہ چیخ مار کر گری، بیمار پڑیں، اسی بیماری میں سترہ دن کے بعد انتقال کیا اور خانہ کعبہ کے برابر دفن کیا۔

لیکن ایک جملہ جناب ہاجرہؑ سے کہتا ہوں: اے جناب ہاجرہؑ! آپ کا رتبہ اپنی جگہ لیکن سلام ہو ہمارا کربلا کی ان بیبیوں پر، آپ تو خالی تصور کر کے برداشت نہ کر سکیں اور وہاں ذرا آ کر دیکھیں، فروہؑ، لیلیٰؑ، ربابؑ۔

اور ایک جملہ میں اور کہتا ہوں: یہ جملہ ثانیٔ زہراؑ سے کہتا ہوں: شہزادی! میں ساری زندگی آپ کے مصائب پڑھتا رہا، کربلا میں واقعاً جنھوں نے اسلام کی آبرو رکھی اور اہلِ بیتؑ کے گھرانے کی شان دکھائی، ہمارا سلام ہو علیؑ کی بہوؤں پر، جنھوں نے اس طرح سے اہلِ بیتؑ کی لاج رکھی۔

اللہ، اللہ، اللہ، کیسا کردار، کربلا سے شام تک دکھایا کہ اگر ہمیں الگ سے پتہ نہ ہوتا کہ ثانیٔ زہراؑ کا رتبہ بلند ہے، تو ہم تو کوئی فرق نہیں کر پاتے۔

اس انداز سے کربلا میں آئیں کہ وہاں جناب ہاجرہؑ تڑپ کے کہتی ہیں: اگر میرا بیٹا مارا جاتا تو کیا ہوتا۔ اور یہاں فروہؑ تڑپ تڑپ کے کہہ رہی ہے: بیٹا قاسمؑ! تو ابھی کیوں شہید نہیں ہوا ہے؟ تو اب تک کیوں زندہ ہے؟ ارے! تیری ماں ساری بیبیوں کے ہاں شرمندہ ہو رہی ہے۔

ایک عجیب منزل آ گئی، شب عاشور میرے آقا حسینؑ نے جب سیدانیوں کے خیموں کو دیکھا تھا تو دو امتحان لیے تھے: ایک رات شروع ہوتے ہی، کربلا کے اصحاب کو بلا کے چراغ گل کر کے امتحان لیا تھا۔

اور آدھی رات کے بعد میرا آقا ساری بیبیوں کے خیموں کو دیکھتا ہوا چلا۔ ہر خیمے میں ہر بی بی اپنی قربانی کو تیار کر رہی ہے اور بڑی خوش نظر آ رہی ہے۔ مگر جب حسینؑ ربابؑ کے خیمے سے گزرے تو فقط ایک ہی بی بی روتی ہوئی نظر آئی۔

حسینؑ قریب آئے، کہا: ربابؑ! کیا بات ہے؟

کہا: آقا! اپنی بدقسمتی پہ رو رہی ہوں، آج میں دیکھتی ہوں مجھے دو تحفے ملے: ایک بیٹی ملی جس کا نام سکینہؑ ہے، ایک بیٹا ملا جس کا نام علی اصغرؑ ہے لیکن جب ہر بی بی اپنی قربانی کل کے لیے تیار کر رہی ہے۔ یہ جب جائیں گی شہزادی فاطمہؑ کے سامنے تو کتنا سرخرو جائیں گی۔

آقا! مجھے دو تحفے ملے مگر دونوں ایسے ہیں کہ کل کے جہاد کے کام نہیں آ سکتے۔ جو بڑی ہے، جو چل سکتی ہے جو سکینہؑ ہے وہ لڑکی ہے، لڑکیاں جہاد کرتی نہیں اور جو لڑکا ہے وہ اتنا چھوٹا ہے کہ گھٹنوں کے بل بھی نہیں چل سکتا۔

مجھے نہیں معلوم کہ آقا حسینؑ نے کیا جواب دیا۔ میں ہوتا تو ہاتھ جوڑ کر کہتا: اے شہزادی ربابؑ! آپ سمجھ رہی ہیں کہ آپ کی اولاد جہاد نہیں کر سکتی۔ آپ کی اولاد تو ایسا جہاد کرے گی کہ ایک ننھی سکینہؑ زندان میں بیٹھ کر یزیدیت کے چہرے

سے نقاب اُلٹ دے گی۔ شام میں انقلاب لے کر آئے گی تو آپؑ کی سکینہؑ لائے گی۔
اور آپؑ کا اصغرؑ، وہ تو ایسا جہاد کرے گا کہ دنیا اکبرؑ و عباسؑ کے جہاد کو بھول جائے گی۔

ارے۔۔۔!

ہے کوئی کربلا کا ایسا مجاہد، جس نے اس طرح سے لشکرِ یزید کو رُلا دیا ہو کہ عمر ابن سعد اگر گھبرایا تو اصغرؑ کے موقع پر گھبرایا۔

حُرملہ سے کہا: حُرملہ!

اِقْطَعْ كَلَامَ الْحُسَيْنِ

"حسینؑ کے کلام کو کاٹ دے"۔

اور حُرملہ نے بھی تین بھال کا تیر اُٹھایا۔ مگر ذرا دیکھئے تو!

جب حُرملہ نے تیر چلانا چاہا، ہاتھ کانپے، تیر گر پڑا۔ تین بار ناکام رہا۔ آخر اس کے دوست نے کہا: تو اتنا بڑا تیر انداز ہے، بچے سے ڈر گیا؟

کہا: بچے کی بات نہیں ہے، اِدھر تیر کھینچتا ہوں اُدھر خیمے کا پردہ ہٹتا ہے، لگتا ہے ماں خیمے میں کھڑی یہ منظر دیکھ رہی ہے۔

ہائے۔۔۔!

ربابؑ جس نے اپنی آنکھوں سے اپنے بیٹے کو ذبح ہوتے دیکھا، اور کہا:

يَابُنَيَّ مِثْلُكَ يُنْحَرُ

ارے۔۔۔!

عرب میں تو چھ مہینوں کا جانور بھی ذبح نہیں ہوتا مگر میرا اصغرؑ نہ صرف یہ کہ ذبح ہوا بلکہ کربلا کا ہر شہید ایک بار ذبح ہوا۔ بعض علماء کہتے ہیں: اصغرؑ دو بار ذبح ہوا۔ ایک حُرملہ کے تیر سے ذبح ہوا اور ایک گیارہ محرم کو جب عمر ابن سعد نے کہا:

سب سر نظر آ رہے ہیں اصغرؑ کا سر نظر نہیں آیا۔
پتہ چلا اصغرؑ کا لاشہ ہی نظر نہیں آ رہا۔
کسی نے کہا: حسینؑ نے ٹیلے کے پیچھے کہیں پر اصغرؑ کو دفن کیا ہے۔
تو آخر شمر کہتا ہے: میں پتہ چلاتا ہوں، ایک نیزہ لے کر چلا، جگہ جگہ نیزہ گاڑتا ہے اور باہر نکالتا ہے۔ ایک بار جو نیزہ باہر نکالا، نوک نیزہ پر اصغرؑ کا لاشہ نظر آنے لگا۔ ایک ہاتھ سے لاشہ پکڑا دوسرے ہاتھ سے خنجر نکالا۔
سکینہؑ نے فریاد کی: اماں ربابؑ! ذرا دیکھو میرا اصغرؑ دوبارہ ذبح ہو رہا ہے۔
وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوٓا اَىَّ مُنقَلَبٍ يَّنقَلِبُونَ

maablib.org

مجلسِ دہم

- نجات کا دارومدار اسلام پر ہے۔
- اللہ کی نگاہ میں اگر کوئی دین ہے تو وہ اسلام ہے۔
- یہ مومن گھر میں پیدا ہو گیا ہے تو یہ نجات والا ہے۔
- ایمان آ جانا کافی نہیں ہے، ایمان کو بچا دینا یہ زیادہ ضروری ہوتا ہے۔
- صراطِ مستقیم پر آنے والا بھی مرتے دم تک صراطِ مستقیم پر باقی نہیں رہیں گے۔
- بسم اللہ اگر غلط ہو اور اختتام اچھا ہو تو وہ حُر ابن یزید ریاحی زیارت وارثہ میں شامل ہو جاتا ہے۔
- ایسے اسلام کو تو میرا الوداعی سلام ہے، جس اسلام پر یزید جیسے کو خلیفۂ وقت اور نائب رسول قرار دیا جاتا ہے۔
- ان کے پاس اسلام صرف نام کا رہ جائے گا۔
- قرآن صرف کاغذ پر لکھا ہوا نظر آئے گا باقی قرآن کہیں نظر نہیں آئے گا۔
- غلام نے مجھے اسلام کا صحیح مفہوم بتایا اور پروردگار کی صحیح معرفت کرائی۔
- عباسؑ کی زندگی کی سب سے بڑی جو تمنا تھی وہ یہی تھی کہ اجازت مل جائے۔
- عباسؑ کے لیے یہ آسان ہے کہ اپنے آقا کے دشمن کا سر کاٹ کر لے آئے، لیکن یہ بہت مشکل ہے کہ آقا کے دشمن کے سامنے جا کر درخواست کرے۔

مجلسِ دہم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوۡنَ عَلَى النَّبِىِّ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَيۡهِ وَ سَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا ○ (سورۂ احزاب، آیہ ۵٦)

آج کی پہلی مجلس، ذرا سا ایسے حالات میں ہورہی ہے، میں ذاتی واقعات، سانحات، حادثات، مجبوریاں، پریشانیاں، منبر پر بیان کرنے کا عادی نہیں ہوں۔

تو کچھ ایسی آج کے دن وجوہات پیش آ گئیں جن کی وجہ سے شاید میں اس انداز کی مجلس نہ پڑھ پاؤں جو عام طور پر پڑھا کرتا ہوں۔ لہٰذا تھوڑی تمہید بھی رہے گی۔ اور شاید کچھ میری آواز سے بھی لگے کہ حج بیت اللہ جیسے ابھی ایک ہی مہینہ ہوا ہے، اس کے اثرات آپ کو نظر آئیں گے۔ کیونکہ اس سال حج میں کوئی ایسا وائرس نکلا تھا، بالکل آخری دنوں میں جس نے تقریباً سب کے گلے پکڑے، جس سے ان کی آوازیں متاثر ہوئیں۔

تو خالی یہ وائرس ہی نہیں بلکہ دورانِ تقریر ایک دو باتیں موضوع میں آئیں گی جس سے اندازہ ہوگا کہ جی حج کے حوالے سے گفتگو کی جارہی ہے اور کیوں نہ ہو، انگلینڈ سے آنے والا، امریکہ سے آنے والا، چندرہ بیس دن تو ایسا اکڑ اکڑ کے چلتا ہے اور منہ ٹیڑھا کر کے بات کرتا ہے، تو اندازہ ہو جاتا ہے۔

تو اگر کوئی اللہ کے گھر کی زیارت کر رہا ہے تو تھوڑا بہت تو اس کے اوپر چند

ھفتوں تک اثر ہونا چاہیے، تو وہ جسمانی اعتبار سے جو ہے، اس کی تو وضاحت کی ضرورت نہیں ہے لیکن موضوع کے اندر بھی میں ایک دو باتیں ایسی لے کر آؤں گا۔

اور اب ایک خوشی کی بات ہے کہ الحمدللہ جب بھی حج کی کوئی مثال دی جاتی ہے تو پہلے تو مجمع کے لیے اس کو سمجھنا بہت مشکل ہوتا تھا، پہلے ان کو پورا سمجھانا پڑتا تھا کہ حج کیا ہے اور حج میں کیا کیا چیزیں ضروری ہیں، تو پھر وہ مثال سمجھ میں آتی تھی۔ الحمدللہ.....!

جہاں پر بھی مجلس پڑھی تو نورانی چہرے مجلس میں ہوتے ہیں اور ایک بڑی تعداد جو ایک بار نہیں بلکہ کئی بار حج کر کے آچکی ہے۔

میں جو آپ کے سامنے پہلی آیت تلاوت کی ہے وہ قرآن کا ایک عام سا پیغام ہے، عام سے مراد یہ نہیں ہے کہ معاذ اللہ اس کی اہمیت کم ہے، بلکہ عام سے مراد یہ ہے کہ عمومی پیغام ہے جو قرآن پر تھوڑی دیر کے بعد دے رہا ہے، اور وہ یہ ہے کہ نجات کا دارومدار اسلام پر ہے۔ اللہ کی نگاہ میں اگر کوئی دین ہے تو وہ اسلام ہے۔ اور مومن سے اگر کوئی توقع کی جاتی ہے تو وہ یہی ہے:

فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ (سورۂ بقرہ، آیہ ۱۳۲)

"دیکھو! جب تمھیں موت آئے تو اس وقت تمھیں اسلام پر ہونا چاہیے"۔

ایک جملہ شاید آگے چل کے اس کی وضاحت ہو۔ ہمارے یہاں جو ایک بہت بڑی کامیابی سمجھی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ کسی چیز کا آغاز صحیح ہونا چاہیے، چنانچہ اکثر کہا جاتا ہے:

"جی! اس کی بسم اللہ..... تو ٹھیک ہوئی ہے"۔

لیکن یہ اتنا غلط خیال نہیں ہے، لیکن اسلام بسم اللہ..... سے ہونے سے زیادہ

اہمیت اس بات کی بتاتا ہے کہ اختتام آدمی کا بالکل ٹھیک ہونا چاہیے، اور اس نکتے کو ہم لوگ اکثر فراموش کر دیتے ہیں۔

چنانچہ اگر ایک بچہ مسلمان گھرانے میں یا مومن گھرانے میں پیدا ہو جائے تو بس! یہ سمجھ لیا کہ اب یہ مومن گھر میں پیدا ہو گیا ہے تو یہ نجات والا ہے، اور اب اس کے لیے کسی زحمت کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس کی بسم اللہ ٹھیک ہو چکی ہے۔

اب آیئے ـــــ!

قرآن کی طرف، بار بار یہ کہا جا رہا ہے کہ ایمان آ جانا کافی نہیں ہے۔ ایمان کو بچا دینا یہ زیادہ ضروری ہوتا ہے۔

بار بار ہمیں بتایا جاتا ہے، دن اور رات میں پتہ نہیں کتنی مرتبہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کی تلاوت کرو۔

بھئی ـــــ!

واجب نمازوں میں تو ہر رکعت میں دو مرتبہ اور بعض افراد کے لیے تو تیسری اور چوتھی رکعت میں بھی الحمد کے سورہ کی تلاوت ضروری ہے۔ جتنی مرتبہ الحمد پڑھیں گے اتنی مرتبہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ پڑھیں گے۔ "صراط مستقیم پر باقی رکھ"۔

یہ بار بار کہنا ہی اس لیے کہ بہت زیادہ امکان ہے کہ صراط مستقیم پر آنے والے بھی مرتے دم تک صراط مستقیم پر باقی نہیں رہیں گے۔

چنانچہ ـــــ!

یہ پیغام جو قرآن کریم میں ہے، یہ شہزادی کائنات کے اس خطبے میں بھی ہے جو فدک کے حوالے سے دربار میں دیا گیا:

فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ (سورۂ بقرہ، آیہ ۱۳۲)

"دیکھو! اس بات کا خیال کرنا کہ جب موت آئے تو اس وقت

تک تمہارا اسلام باقی ہو"۔

دیکھئے !

کافر اور مشرک سے بدتر مرتد کو مانا گیا ہے۔ سلمان رشدی کا واقعہ، سلمان رشدی کا مسئلہ جو آج کل مسلمانوں کو اور زیادہ یاد آ رہا ہے، کہ اگر عین اس موقع پر حضرت امام خمینی کے اس فتوے کے حکم کو سارا عالم اسلام مان لیتا، تو آج نوبت یہاں تک نہیں پہنچتی۔

یہ بات تو اپنے موقع پر آئے گی لیکن کافر و مشرک سے زیادہ اسے مانا گیا تو جو ایک بار اسلام میں آ کر پھر اسلام سے باہر نکل جائے، چونکہ اس مجمع میں طالب علموں کی ایک بہت بڑی تعداد ہوگی تو ان کو معلوم ہوگا کہ فقہی اعتبار سے کافر کا حکم اور مشرک کا حکم وہ ہلکا ہے اور مرتد کسے کہتے ہیں جس کی بسم اللہ ٹھیک ہو اور اختتام اس کا برا ہو۔

اور بسم اللہ اگر غلط ہو اور اختتام اچھا ہو تو وہ حر ابن یزید ریاحی زیارت وارثہ میں شامل ہو جاتا ہے۔ — (نعرہ حیدری)

اور آج کے ماحول میں یہ چیز بہت زیادہ ضروری ہے، یہی چیز آگے چل کر تربیت اولاد کا عنوان بنتی ہے۔

تو یہ بات ضمنی طور پر آ گئی۔ تو نجات کا دارومدار، اللہ کے نزدیک کوئی دین، پسندیدہ ترین کوئی دین، جگہ جگہ قرآن مجید اس پیغام کو دہرا رہا ہے، وہ صرف اسلام ہے اور نجات اسی سے ملتی ہے۔

اور خالی آخرت نہیں بلکہ دنیا کی کامیابی بھی اس کے لیے ہے کہ قُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُونَ۔

تو یہ فلاح دنیا کی بھی اور آخرت کی بھی لیکن اس وقت مختصر تمہید کے بعد اب

ایک سوال جو پیدا ہوتا ہے کہ اسلام ہے کیا؟

یہ سوال اس وقت اور زیادہ اہم بن جاتا ہے کہ جب ہمارے سامنے دو اسلام آتے ہیں، ایک وہ اسلام کہ جو ۱۸ ذوالحجہ کو غدیر خم کے میدان میں میرے مولاؑ کی ولایت کا اعلان ہوتے ہی پروردگار نے کہا:

رَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا

"آج اسلام تمھارے لیے پسندیدہ دین قرار پایا"۔

یہ ۱۸ ذوالحجہ اور ۱۰ ہجری، وہ ۲۸ رجب ۶۰ھ سے چند دن پہلے کی بات ہے کہ جب آقا حسینؑ نے شہر مدینہ میں کھڑے ہو کر کہا:

عَلَى الْإِسْلَامِ السَّلَامُ

وہ آقا حسینؑ کا جملہ ہے شہر مدینہ میں، ۲۸ رجب سے چند دن پہلے، ۲۲، رجب اور ۲۸ رجب کے درمیان زیادہ تاریخوں میں یا مقاتل میں ۲۵ رجب لکھا ہے۔

۱۸ ذوالحجہ کو غدیر خم کے میدان میں پروردگار کہہ رہا ہے: "اسلام تمھارے لیے پسندیدہ دین ہے"۔

اور ۲۵ رجب ۶۰ھ کو شہر مدینہ کے اندر آقا حسینؑ یہ کہہ رہے ہیں: "ایسے اسلام کو تو میرا الوداعی سلام ہے"۔

جس اسلام پر یزید جیسے کو خلیفۂ وقت اور نائب رسول قرار دیا جاتا ہے۔

اب یہ جو دو جملے ہمارے سامنے آئے، یہ دونوں جملے اور زیادہ اس مسئلے کی اہمیت کو واضح کر گئے کہ اسلام ہے کیا چیز؟

کیسے پتہ چلے گا کہ جو اسلام ہمارے پاس ہے یہ وہ ہے کہ جس کو رَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا کہا گیا ہے۔ یا وہ اسلام ہے جسے آقا حسینؑ نے یہ جملے فرمائے؟

اور پھر جب ان دو کے ساتھ ہم تیسری حدیث ملا لیتے ہیں اور یہ تیسری

حدیث چودہ میں سے کم از کم آٹھ معصومینؑ کی تو ہے ہی۔

امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

"آخری زمانہ جب آئے گا تو اس کی پہچان دس چیزیں ہیں، جو ہمارے ماننے والوں میں بھی پیدا ہو جائیں گی"۔

پہلی چیز، ان کے پاس اسلام صرف نام کا رہ جائے گا۔ نام ہے مسلمانوں جیسا۔ تو وہ اب پسندیدہ دین جو ہے وہ خالی نام کا تو نہیں ہے۔ تو یہ سوال اور زیادہ اہم بنا کہ آخر ہمیں پتہ کیسے چلے کہ اسلام ہے کیا؟

پھر دیکھیں کہ پسندیدہ کون سا ہے، جس کو آقا حسینؑ الوداع کہیں وہ کون سا ہے، جو آخری زمانے میں مومنین کرام کے گھر میں آجائے وہ کیا ہے۔

"اور قرآن صرف کاغذ پر لکھا ہوا نظر آئے گا باقی قرآن کہیں نظر نہیں آئے گا"۔

سوال یہ ہے کہ قرآن تو ہوتا ہی کاغذ پر لکھا ہوا ہے، باقی قرآن سے امامؑ کی مراد کیا ہے۔ اسی لکھی ہوئی چیز کا نام تو قرآن ہے، نہیں!

حدیثوں میں آیا ہے: "ہر مومن اپنی جگہ ایک چلتا پھرتا قرآن ہے"۔

یعنی اگر وہ قرآن کسی نے نہ بھی دیکھا ہو، وہ قرآن اگر چھپا بھی گیا ہو، تو مومن کے چوبیس گھنٹے دیکھ لو، پتہ چل جائے گا کہ قرآن کیا ہے۔

لیکن مومنین کرام کے پاس بھی ایسا قرآن نہیں ہوگا۔ تو میں حدیث کو نامکمل چھوڑتا ہوں کیونکہ جو میرے موضوع والی چیز ہے وہ آگئی ہے۔

خالی نام کا اسلام رہ گیا ہے، تو حقیقی اسلام کیا ہے؟ چاہے اس کو نہج البلاغہ کے خطبے کی مدد سے سمجھئے اور چاہے اس کو کلامِ معصومینؑ کی مدد سے سمجھئے اور چاہے اس کو قرآن کی آیتوں کی مدد سے سمجھئے لیکن وہ سب بعد کی چیزیں ہیں۔

پرانے زمانے میں غلام اور کنیزوں کی خرید و فروخت اسی طرح سے بازاروں میں ہوا کرتی تھی جیسے ابھی تک جانوروں کی خرید و فروخت ہوتی ہے۔ اگرچہ اسلام میں غلام اور کنیزی کا تصور ہی نہیں ہے، نام اسلام کا لے لیا اور باقی ساری چیزیں اس میں اپنی شامل کر لیں۔

اس کی بہترین مثال ہمارے یہاں کی شادیاں ہیں، ایک نام تو اسلام کا لیا جاتا ہے کہ جی! نکاح پڑھوایا جا رہا ہے۔

چنانچہ ــــــ!

دو علماء کو زحمت بھی دی جاتی ہے لیکن اس چھوٹے سے پانچ منٹ کے عمل کے علاوہ اوّل شادی سے لے کر آخر شادی تک کہیں بھی اسلام تو نظر ہی نہیں آتا، ایسے نکاح سنت رسولؐ ہیں؟

تو خیر ــــــ!

خلاصہ یہ کہ غلام اور کنیزی کا نظام بھی ایسا تھا کہ لفظ تو لے لیا قرآن و حدیث سے، اور اس کے اندر بھی ساری خرافات اور غلط باتیں اپنی شامل کر دیں۔

تو گیا ایک آدمی، بازار سے جا کر غلام خرید کر لایا۔ غلام کوئی سوئی چیز تو ہے نہیں۔ تو ایک غلام خرید کر لایا اور اب اسے یہ فکر ہے کہ یہ قیمتی چیز ہے۔ ایسا نہ ہو کہ میرے گھر میں آ کر اس لیے مر جائے کہ میں نے اس کی ضروریات کا خیال نہ کیا تو پہلا سوال یہ پوچھا: بھائی! یہ تو بتا دو تمہاری غذا کیا ہے؟

اسی انداز سے بڑی فکر ہے کدھر مر نہ جائے، بتاؤ کیا کھاتے ہو؟

خلاصہ یہ کہ بھئی! کیا کھاتے ہو؟

ایسا نہ ہو، تمہاری غذا ہو کچھ اور میں کچھ اور لے کر آ جاؤں۔

اچھا ــــــ!

غلام نے بڑی حیرت کے ساتھ اپنے آقا کو دیکھا، یہ سوال مجھ سے کر رہے ہیں؟ یہ سوال کرنے کی مجھ سے ضرورت ہی نہیں ہے۔ آپ آقا ہیں میں غلام ہوں، جو کھلائیں گے مجھے کھانا پڑے گا۔ غلام کے پاس اختیار کہاں سے ہوتا ہے۔ جو پہنائیں گے پہننا پڑے گا۔

اچھا! یہ بتاؤ رہو گے کہاں پہ؟

رہنے کا بھی یہی مسئلہ ہے، جسے کھلی ہوا میں رہنے کی عادت ہے، اسے A.C اچھا نہیں لگے گا۔

یزید کی ماں نے معاویہ کے محل کے اندر یہی تو شکوہ کیا تھا کہ میں ہوں کھلی فضا میں رہنے کی عادی، اور مجھے لا کر میرے باپ نے قید کر دیا۔ اس شاہی محل کے رسم و رواج اور تکلفات میں، میں ان سب پر لعنت بھیج کر وہیں جانا چاہتی ہوں۔

تو پھر یزید کے باپ نے اسے دھکے دے کر گھر سے باہر نکالا۔ حقیقت ہے کہ جہاں رہنے کی عادت ہو جائے ـــــ تو خیر!

غلام کے پاس اختیار کہاں ہے، جہاں آقا رکھے گا وہی رہنا ہے۔ اب یہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا، گھر والے پریشان ہوئے کہ آخر ہوا کیا ہے؟

پوچھا گیا: رو کیوں رہے ہو؟

کہا: رو اس لیے رہا ہوں، غلام نے مجھے اسلام کا صحیح مفہوم بتایا اور پروردگار کی صحیح معرفت کرائی۔

ارے ـــــ!

میں نے اس کو پیدا نہیں کیا ہے، میں اس کا خالق نہیں ہوں، خالی بازار سے قیمت سے خرید کر آیا ہوں تو ہو سکتا ہے: کھاؤں گا وہی جو آپ کھلائیں گے، پہنوں گا وہی جو آپ پہنائیں گے۔ رہوں گا وہیں جہاں آپ رکھیں گے۔ وہ تو ہمارا پروردگار

رب العالمین خالقِ حقیقی ہے۔

غلام اپنے آقا کا اتنا اطاعت گزار اور بندہ اپنے پروردگار کا اتنا نافرمان کہ لوگ کہتے ہیں: مولانا! یہ کیا بات ہے؟ کہ جتنی چیزیں اسلام نے حرام کی ہیں، انھی میں مزہ ہے اور جو حلال کی ہیں، ان میں کوئی مزہ نہیں ہے؟

یہ مردوں سے زیادہ عورتوں کا مسئلہ ہے۔ عورت لباس جسم چھپانے کے لیے نہیں پہنتی بلکہ جسم دکھانے کے لیے پہنتی ہے۔ اور پروردگار عالم جس انداز سے عورت کا حجاب چاہتا ہے۔ عورت کا حجاب اللہ کی نگاہ میں کتنا اہم اور قیمتی ہے کہ جب عورت اللہ کی بارگاہ میں آتی ہے، یعنی نماز میں۔ اور تین موقعے ایسے ہیں جب ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ کوئی آدمی اللہ کی بارگاہ میں جاتا ہے، نمبر ایک نماز، نمبر دو حج، نمبر تین موت۔

آپ دیکھیے۔۔۔۔!

کیسا لباس اللہ چاہتا ہے، قبر میں کون ہوتا ہے، اس کو دیکھنے والا، لیکن کفن کیسا ہوتا ہے؟ اور حج کے موقع پر کیسا احرام اللہ چاہتا ہے؟ لیکن اس سے پہلے میں ایک بات نماز کی کردوں کیونکہ نماز تو ہر گھر میں پڑھی جاتی ہے۔

ایک عجیب جملہ لوگ ہمارے یہاں کہتے ہیں، اس کے حوالے سے بات کررہا ہوں اور وہ یہ کہ نماز، گھر میں کوئی نامحرم نہیں ہے، خالی محرم ہیں اور ایسے محرم ہیں مثلاً شوہر جس سے کوئی پردہ ہی نہیں۔ کیا وہاں بھی عورت کو نماز میں اجازت ہے کہ ذرا سا ڈوپٹہ اُتار دے؟

سوال یہ ہے کہ گھر میں کوئی ہے ہی نہیں دیکھنے والا۔ ابھی میں نے کہا: محرم مرد ہیں، لیکن اب گھر میں کوئی محرم مرد بھی نہیں ہے، خالی عورت ہے، پھر بھی کیا اجازت ہے کہ دو بال نظر آسکتے ہیں؟

اچھا چلیں ـــــ!

عورت بھی کوئی نہیں ہے، نہ مرد، نہ عورت، صرف یہ اکیلی عورت ہے۔

بھئی ـــــ!

آدمی اپنے آپ کو تو دیکھ سکتا ہے، کیا اس وقت اجازت ہے کہ ایک بال بھی نظر آ رہا ہو۔

چلیں ـــــ!

یہ عورت بھی اس قابل نہیں ہے کہ اپنے آپ کو دیکھ سکے، یہ لوڈشیڈنگ ہوگئی ہے، رات کا اندھیرا ہے اس میں اس کو نماز پڑھنا ہے۔ عام حالات میں تو نماز اندھیرے میں مکروہ ہے، لیکن لوڈشیڈنگ ہو جائے تو اس میں نماز پڑھنا پڑے گی، یا یہ کہ یہ عورت فرض کریں کہ اندھی ہے، تو کیا ایک بال بھی نکل سکتا ہے؟

نہیں نکل سکتا، اب اللہ کی بارگاہ میں جارہی ہے سوائے اللہ کے اگر اس کو کوئی اور نہیں دیکھ رہا۔ ایک منطق وفلسفہ لوگ یہ چھیڑ دیتے ہیں کہ حجاب کا تعلق تو نیت سے ہوتا ہے۔

اس کے اندر ایک بات اور آتی ہے وہ یہ کہ جی! ایک عورت اپنے محلے کے سارے مردوں کو بھائی کہتی ہے، اب تو بھائی بن گئے۔ بھائی سے کیا فرق پڑتا ہے؟

اگر یہی جملہ ٹھیک ہے کہ سب مردوں کو بھائی کہہ دیا تو بھائی کہنے سے ایک پاکیزہ رشتہ بن گیا اور پاکیزگی آگئی۔ جب پاکیزگی آگئی تو حجاب کی ضرورت نہیں ہے۔

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کائنات میں نعوذ باللہ سب سے زیادہ بُری اور گندی نیت نعوذ باللہ پروردگار عالم کی ہے؟

وہ کہتا ہے اگر میرے سامنے آتا ہے تو ایک بال بھی نظر نہ آئے۔

بھئی ـــــ! اگر نیت کی بات ہے تو پھر کیا معاذ اللہ، اللہ کی نیت خراب ہے؟ (نعرۂ حیدری)

اللہ نماز میں بلاتا ہے، حج میں بلاتا ہے، موت کے وقت بلاتا ہے، اور تینوں مرتبہ اتنی احتیاط کروا رہا ہے۔ صفاتِ ثبوتیہ کے اندر اللہ کو کیا مانا؟

تو خلاصہ یہ کیا: غلام نے مجھے بتلا دیا کہ یہ اسلام کیا ہے؟

ذکرِ مصائب! (عباسؑ کا کٹا ہوا سر)

اللہ امتحان سب سے ایک جیسا نہیں لیتا، کربلا میں تیس ہزار کے لشکرِ یزید سے جنگ کرنا، تین معصومؑ تھے کربلا کے اندر، ان تین معصومینؑ کو چھوڑ دیں۔ تیس ہزار کے لشکر سے جنگ کرنا سب سے زیادہ آسان کس کے لیے تھا؟

میں شہزادہ علی اکبرؑ کی تمام تر عظمت کے باوجود قاسمؑ کی تمام تر عظمت کے باوجود، شہدائے بنی ہاشم تمام کی عظمت کے باوجود، پورے اختیار کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں سب سے آسان اگر کسی کے لیے جہاد کرنا تھا تو ابوالفضل العباسؑ تھے۔

یہ قاسمؑ، یہ اکبرؑ، یہ سب عباسؑ ہی کے تو شاگرد ہیں اور شہزادہ علی اکبرؑ کے لیے یہ جملہ آیا بھی ہے کہ دورانِ جہاد ایک بار آئے بھی تھے امامؑ کے پاس۔

باپ نے کہا تھا: بیٹا! کوئی خواہش و تمنا؟

اکبرؑ کسی معمولی شخصیت کا نام نہیں ہے، شیرِ خدا کا پوتا ہے تو شجاعت کے اعتبار سے ان کو چھوڑ دیں، کربلا میں جس کے لیے سب سے آسان جس کے لیے تلوار چلانا تھا وہ عباسؑ ہیں۔

تو کربلا میں عباسؑ کا یہ امتحان ہی نہیں ہوا کہ تم تلوار چلاؤ۔

تو باقی سب سے یہ کہا کہ تم تلوار چلاؤ۔ عباسؑ سے کہا: تمہیں اگر تلوار چلانے

کی اجازت ملے تو تمہارا امتحان یہ اس لیے نہیں کہلائے گا کہ یہ تمہارے لیے آسان ہے۔

تمہارا امتحان یہ ہے کہ جنھیں گودوں میں پالا ہے، جنھیں تلوار چلانا سکھایا ہے، ان کے لاشے کو اٹھا کے لاؤ لیکن تم خود تلوار نہیں چلا سکتے۔

عباسؑ کی عظمت کے لیے خالی تلوار چلانا اپنی جگہ، عباسؑ اس شخصیت کا نام ہے۔ میں ابوالفضل العباسؑ کو عام انسان نہیں مانتا۔ ذرا سی بھی شریعت میں اجازت ہوتی تو ہم چودہ معصومینؑ کی فہرست میں پندرھواں نام ثانیٔ زہراؑ کا شامل کرتے اور سولھواں نام عباسؑ کا شامل کرتے لیکن کیا کریں۔

میں عام شخصیت نہیں مانتا، لیکن ایک جملہ کہتا ہوں: عباسؑ کی زندگی کی سب سے بڑی جو تمنا تھی وہ یہی تھی کہ اجازت مل جائے۔

عباسؑ کے لیے یہ آسان ہے کہ اپنے آقا کے دشمن کا سر کاٹ کر لے آئے، لیکن یہ بہت مشکل ہے کہ آقا کے دشمن کے سامنے جا کر درخواست کرے۔ کربلا میں ہر ایک کو تلوار کی اجازت ملی حتیٰ یہ کہ نو، دس برس کے عونؑ و محمدؑ کو بھی یہ اجازت دے دی گئی۔ عباسؑ کو اجازت نہیں دی گئی، یہ عباسؑ کا امتحان ہے۔

خالی کربلا ہی میں پابندی نہیں ہے، آگے بھی کہیں عباسؑ کو یہ والے جہاد کی اجازت نہیں ہے۔ بعد از واقعہ کربلا کسی نے مدینے جا کر آقا سجادؑ سے پوچھا:

مولاؑ! میں کربلا میں نہیں تھا، لیکن جو تھے انھوں نے ایک بات بتائی۔ جب گیارہ محرم کو قافلہ چل رہا تھا، ابن سعد نے سارے شہیدوں کے سر نوک نیزہ پر بلند کیے تھے مگر ایک سر ایسا تھا جسے نوک نیزہ پر بلند کیا گیا اور وہ نوک نیزہ پر بلند ہوا۔ تین بار کوشش کی گئی وہ کٹا ہوا سر تینوں بار زمین کربلا میں گر گیا۔ عمر ابن سعد گھبرا کر کہتا: دیر ہو رہی ہے، خولی! تو یہ سر اپنے گھوڑے کی گردن سے باندھ لے۔

اور جب گھوڑے کی گردن سے یہ سر باندھا، اور راستے میں یہ گھوڑا گردن جھکا کر چلتا تھا تو یہ کٹا ہوا سر راستے سے ٹکراتا ہوا جاتا تھا۔

آقا! یہ کس کا سر تھا؟

میرا مظلوم آقا سجادؑ سر جھکا کر کہتا ہے: یہ میرے چچا عباسؑ علمدار کا کٹا سر تھا۔

یہ عباسؑ کا امتحان، ایک بار راوی نے ہاتھ جوڑ کر کہا: مولاؑ! اتنا تو بتایئے سب کے سر نوک نیزہ پر تھے آپؑ کے چچا کا سر کیوں نہ ٹھہرا؟

آقا سجادؑ زار و قطار رونے لگے، کہا: اے شخص! تو نے میرے کلیجے کو زخمی کردیا۔ ارے! تجھے کیا پتہ کہ میرا چچا کتنا غیرت مند تھا۔ جس نے کبھی گھر کے اندر بھی بہنوں کو کھلے سر نہ دیکھا، وہ نوک نیزہ سے بازاروں اور درباروں میں، نامحرموں کے درمیان ثانیٔ زہراؑ کو، حسینؑ کے گھر والوں کو کیسے بے چادر دیکھ سکتا تھا۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

maablib.org

مجلسِ یازدھم

- جو دنیا میں بھی انسان کو کامیابی دیتا ہے اور آخرت میں بھی کامیابی دیتا ہے۔
- یہ وہی دین ہے کہ جسے پسندیدہ قرار دیا ہے۔
- کسی دشمنِ اسلام نے اصل اسلام کو ہمارے معاشرے سے غائب کر دیا۔
- گھروں میں جھگڑا پیدا ہو رہا، باپ اور بیٹے میں اختلاف ہو گیا۔
- صحیح اسلام آئے گا تو کوئی اختلاف نہیں ہوگا۔
- وہ وہ زمانہ ہے کہ جب ہمارے امامؑ کی حکومت قائم ہو چکی ہوگی۔
- یہ مانئے کہ یہ سارا معاشرہ متقی اور پرہیزگار لوگوں کا ہے، اور یا یہ مانئے کہ یا ابھی تک یہاں پر اسلام آیا ہی نہیں۔
- اللہ کے رسول آگے بڑھے اور کہا کہ یہ مشک مجھے دیجیے، میں آپ کے گھر تک پہنچاؤں گا اور کہہ کر پیغمبرؐ نے وہ مشک اس عورت کے گھر تک پہنچائی۔
- اور صاحبانِ ایمان میں کچھ ایسے ہوتے ہیں لیکن دل کے اعتبار سے بدترین ہوتے ہیں۔
- ہمارے ہر شیعہ کی ذمہ داری ہے کہ ساری دنیا کے انسانوں کو ہماری طرف لے کر آئے۔
- "اسرارِ الٰہی میں سب سے بڑا راز ہماری دادی تھیں"۔
- مادرِ گرامی! آپ کس بات کے لیے فکرمند ہیں؟ میرے پاس کائنات کا بہترین لباس ہے، میں وہ پہن کر جاؤں گی۔

مجلسِ یازدھم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (سورہ آل عمران، آیہ ۱۹)

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝ (سورۂ احزاب، آیہ ۵۶)

اگر چہ ان مجالس کا یہ عنوان، سورۂ احزاب مبارکہ کی وہ آیت ہے جس کی تلاوت خطبہ کے بعد دوسرے مرحلے پر کی جاتی ہے، لیکن ایک تمہید قائم کرنے کے لیے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ کی آیت، کل اور آج دونوں دن پہلے تلاوت کی گئی۔

اور جیسا کہ میں نے کہا: یہ آیت کوئی ایسی آیت نہیں جس کو سمجھانے کی یا تفسیر کرنے کی، یا تشریح کرنے کی، یا ترجمہ کرنے کی ضرورت پیش آئے۔

یا یہ کوئی ایسی آیت نہیں کہ جس کا پیغام مومنین کرام یا سننے والوں سے چھپا ہوا یا پوشیدہ ہو۔

ہر ایک کو معلوم ہے کہ اللہ کے نزدیک تو ایک ہی دین ہے، جو دنیا میں بھی انسان کو کامیابی دیتا ہے اور آخرت میں بھی کامیابی دیتا ہے۔ یہ وہی دین ہے کہ جسے پسندیدہ قرار دیا گیا، وہی دین ہے کہ جس سے منہ موڑنے والے کے لیے کہا گیا:

وَ ھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝

لیکن یہ ساری باتیں ہر ایک کے علم میں ہونے کے باوجود سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلام ہے کیا؟ اور اسی سوال کے جواب سے سورۂ احزاب کی آیت کا ربط ملے گا۔

ہے کیا اسلام ـــــ!؟

اور جو بھی اسلام ہے وہ ہمارے پاس ہے بھی یا نہیں اور اگر ہے تو کیا اس انداز کا ہے جس انداز کا پروردگار چاہتا ہے۔ یا اس انداز کا ہے جس انداز کا مُلّا نصیرالدین کے پاس ہے۔

بعض اوقات چھوٹے لطیفے، بات کو بہت جلدی اور آسانی سے سمجھا دیتے ہیں۔ مُلّا نصیرالدین کسی جگہ پہ دعوت میں مدعو تھے۔ اب انھوں نے ڈشز استعمال کیں تو خاص کلیجی بڑے لذیذ طریقے سے پکائی گئی تھی، بہت پسند آئی۔

صاحب خانہ سے یہ کہا: جس انداز سے یہ کلیجی پائی گئی ہے اس کی ترکیب لکھ دیجیے۔

خیر ـــــ!

صاحب خانہ نے لکھ کر دے دی، اب یہ اتنے بے چین تھے، اس لذیذ کلیجی کو کھانے کے لیے کہ ابھی کھا کے آرہے ہیں لیکن پہلے بازار گئے، وہاں سے کلیجی خریدی اور گھر میں آرہے ہیں۔

ایک ہاتھ میں وہ کھانا پکانے کی ترکیب ہے، اور دوسرے ہاتھ میں کلیجی ہے۔ اُوپر سے چیل نے جھپٹا مارا اور کلیجی ان کے ہاتھ سے چھین کر لے گئی۔ اس کا تو کام ہی یہی ہے۔ اب ان کے ہاتھ میں تو وہ کھانا پکانے کی ترکیب رہ گئی۔

اب مُلّا نصیرالدین اسے ترکیب دکھا دکھا کر کہہ رہے ہیں: کلیجی تو تو لے گئی ہے، مگر ترکیب تو میرے ہاتھ میں ہے، پکائے گی کیسے؟

کیا خالی ترکیب کا نسخہ ہاتھ میں آنے سے کیا وہ پرچہ ہاتھ میں کہ جی وہ

ترکیب تو ہمارے ہاتھ میں ہے، اصل کیجی تو پہلے ہونا چاہیے، ترکیب تو بعد میں کام آتی ہے۔ قرآن کو تو گھر میں رکھا ہوا ہے۔ (نعرۂ حیدری)

لیکن وہ اصل اسلام کہاں ہے، ایسا تو نہیں ہے کہ اصل اسلام کو کوئی چیل جھپٹا مار کرلے گئی ہو یعنی کسی دشمن دین نے۔ اور ہمارے دشمن کم نہیں ہیں، کہیں ایسا تو نہیں کہ کسی دشمن اسلام نے اصل اسلام کو ہمارے معاشرے سے غائب کر دیا ہو؟ اور ہم خالی اس ترکیب کو ہاتھوں میں لے کر خوش ہو رہے ہیں۔

تو اب یہ سوال کہ آخر ہے کیا اسلام؟

اس کا ایک جواب تو میں نے ایک بہت ہی چھوٹے واقعے سے دیا تھا۔ ایک جاہل غلام کا واقعہ، اور آج میں اس کا جواب اس کائنات کی عظیم ترین شخصیت کے حوالے سے دے رہا ہوں۔

اچھا ــــــ!

یہ جو سوال ہے کہ اسلام کیا ہے؟ یہ سوال ہمارے آج کے معاشرے اور اس مجمع کو اتنا زیادہ سمجھ میں بھی نہیں آ رہا ہوگا کہ پوچھنے کی ضرورت کیا ہے؟

بچہ بچہ جانتا ہے کہ اسلام کیا ہے، لیکن جب اللہ کے رسولؐ یہ پیغام لے کر آئے، اور کہا: میں اسلام لا رہا ہوں تو ہر شخص نے پوچھا ہوگا یہ کیا اسلام ہے جس کو آپ لے کر آ رہے ہیں؟

چنانچہ ــــــ!

تاریخ میں یہ واقعہ موجود ہے، جب بھی اللہ کے رسولؐ سے یہ آ کر پوچھا گیا؟ یہ بتایئے کہ اسلام ہے کیا؟ پھر کچھ عرصے کے بعد ان لوگوں نے بھی یہ پوچھنا شروع کر دیا جن کا اسلام سے کوئی تعلق ہی نہیں تھا اور انھوں نے اس لیے پوچھنا شروع کر دیا کہ ایک دم انھوں نے دیکھا کہ معاشرے میں تبدیلی آ گئی ہے اور پرانی

پرانی دوستیاں ختم ہو رہی ہیں۔ رشتہ داریوں میں خلل پڑ رہا ہے، گھروں میں جھگڑا پیدا ہو رہا ہے، باپ اور بیٹے میں اختلاف ہو گیا ہے۔ شوہر اور بیوی میں اختلاف ہو گیا ہے۔ بھائی بھائی میں لڑائی ہو گئی تو وہ لوگ جنھوں نے پہلے تو اسلام پر کوئی توجہ ہی نہ دی۔

اچھا خیر ـــــ!

اب بھی کان کھڑے ہوئے، یہ کوئی نئی چیز آئی ضرور ہے ہمارے معاشرے میں۔ اور یہاں پر میں اکثر یہ جملہ کہہ دیتا ہوں کہ جو سوال میں نے آج آپ سے کیا کہ اسلام کیا ہے؟ اس کا ایک جواب یہ بھی ہے کہ اسلام اس چیز کا نام ہے کہ جب کبھی صحیح اسلام کہیں پہ جائے گا تو وہاں پہ اختلاف پیدا ہو جائے گا، صرف ایک زمانہ ایسا ہے جہاں صحیح اسلام آئے تو کوئی اختلاف نہیں ہوگا۔ وہ وہ زمانہ ہے کہ جب ہمارے امامؑ کی حکومت قائم ہو چکی ہوگی۔

میں نے یہ لفظ بھی نہیں کہا کہ جب امام ظاہر ہوں گے، جب امام ظاہر ہوں گے تو اس وقت تو جھگڑے اور فساد اور بڑھ جائیں گے۔

حقیقی اسلام کا ایک نتیجہ یہ نکلتا ہے، جب تک زمانہ ویسا نہ ہو جائے جیسا قیامِ امامِ زمانہؑ کے بعد ہوگا۔ اختلاف ضرور ہوگا اور بلکہ یہ بھی سمجھ لیجیے: اگر کہیں پہ اختلاف نہیں ہو رہا تو یا تو یہ مانئے کہ یہ سارا معاشرہ متقی اور پرہیزگار لوگوں کا ہے، اور یا یہ مانئے کہ یا ابھی تک یہاں پر اسلام آیا ہی نہیں۔ تو اتنا ماحول بدلہ کہ ان کے کان کھڑے ہوئے، ان کی بات کو چھوڑیئے۔

اللہ کے رسولؐ مکے کی گلی سے گزر رہے ہیں۔ ایک بار دیکھا کہ بہت ہی بوڑھی عورت پانی کی مشک اُٹھا کر ہانپتی کانپتی ہوئی اپنے گھر کی جانب جا رہی ہے۔ اللہ کے رسولؐ آگے بڑھے اور کہا کہ یہ مشک مجھے دیجیے، میں آپ کے گھر تک

پہنچاؤں گا اور کہہ کر پیغمبرؐ نے وہ مشک اس عورت کے گھر تک پہنچائی۔

کسی متقی اور پرہیزگار کی مدد کی جارہی ہے؟ کسی مومن کی مدد کی جارہی ہے؟ کسی مسلمان کی مدد کی جارہی ہے؟

نہیں، ایک کافر، بت پرست اور اللہ کا رسولؐ خود جن کی عمر اس وقت چالیس سال سے زیادہ ہے، پانی کی مشک اٹھا کر اس کے گھر پہنچادی۔

یہ جملہ میں نے اس لیے کہا کہ اسلام کیا ہے؟ اس کا ایک جواب اس میں پیغمبرؐ کے حوالے سے آرہا ہے۔ اللہ کے رسولؐ نے پانی کی مشک پہنچائی۔

کافروں میں کتنے ہی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو عقیدے کے لحاظ سے غلط ہوتے ہیں لیکن دل کے بُرے نہیں ہوتے۔ اور صاحبانِ ایمان میں کچھ ایسے ہوتے ہیں لیکن دل کے اعتبار سے بدترین ہوتے ہیں۔

آخری زمانے کے مومنوں کی پہچان یہ بتائی گئی، چہرے انسانی ہوں گے اور روح جو اس نے کہا: کیوں؟ تو تو بہت شریف لگ رہا ہے۔

پیغمبرؐ نے کہا: اس لیے کہ میں ہی وہ ہوں جس کا آپ مجھ سے تذکرہ کررہی ہیں۔

اب وہ عورت چونک پڑی، اس نے ایک مرتبہ سوال کیا: یہ جو تو نے میری مدد کی ہے، اگر تو گھروں میں جھگڑے ڈال رہا ہے تو یہ میری مدد کیوں کی ہے؟

کہا: اس لیے کہ جو میں پیغام لے کر آیا ہوں، اس پیغام کی پہلی بات یہ ہے کہ معاشرے میں جتنے مستحق ہیں ان سب کی مدد کرنا ضروری ہے یہ پیغام جو میں لے کر آیا ہوں اس کے اندر یہ چیز موجود ہے۔

بے اختیار وہ عورت کہتی ہے، بیٹا! یہ ہے تیرا پیغام؟

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ

''میں گواہی دیتی ہوں کہ تو سچا رسولؐ ہے''۔

ایک حدیث ہمارے پاس آتی ہے، ہمارے پانچویں امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ہمارے ہر شیعہ کی ذمہ داری ہے کہ ساری دنیا کے انسانوں کو ہماری طرف لے کر آئے، لیکن بغیر اپنی زبانوں کو استعمال کیے بلکہ اپنے کردار کے ذریعے سے''۔

لیکن یہاں نفسانفسی کا یہ عالم، بھائی اپنے بھائی کو دیکھ نہیں سکتا، لیکن اللہ کا رسولؐ ایک مشرک عورت کی مدد کرے۔

یہ وہ حیوانی ہوگی۔

خیر.....!

اصل بات مکمل ہو جائے۔ چنانچہ یہ عورت کسی شریف گھرانے کی، اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے کہ ایک ایسے آدمی نے میری مدد کی کہ میرا دل نہیں چاہ رہا تھا کہ اس کو زحمت دوں لیکن کیا کروں پانی تو ضروریات انسانی میں شامل ہے اور میں اس کی کوئی خدمت بھی نہیں کر سکتی۔

اس عورت نے کہا: بیٹا! میں اس وقت تیری کوئی خدمت نہیں کر سکتی۔ لیکن جو تیری شرافت میں نے دیکھی ہے میرا دل چاہتا ہے کہ شرافت باقی رہے۔ اس لیے تجھے ایک نصیحت کرنا چاہتی ہوں اور وہ نصیحت یہ ہے کہ آج کل مکہ میں ایک عجیب قسم کا آدمی آ گیا ہے، اور اس نے ہمارے سارے معاشرے کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ میں یہ چاہتی ہوں کہ تیری شرافت باقی رہے اور خبردار! اس کے قریب بھی نہ جانا۔

اللہ کے رسولؐ نے سر جھکا لیا، اور کہا: آپ کی نصیحت تو میں نے سنی لیکن میں اس پر عمل نہیں کر سکتا۔

اور آج کا مومن اپنے سگے رشتہ دار کی مدد کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔

ایک جملہ آج کل ایسا کہا جاتا ہے کہ ایک ہی وقت میں یہ جملہ صحیح بھی ہے اور ایک ہی وقت میں غلط بھی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ آج کی دنیا ایک دوسرے کے بالکل قریب آ گئی ہے، یعنی موبائل وغیرہ نے سب کو کھینچ کر ایک دوسرے کے قریب کر دیا ہے۔ پہلے کراچی کا واقعہ لاہور اطلاع آنے میں ایک ایک ہفتہ لگتا تھا، اور آج دنیا کے آخری سرے پہ کوئی واقعہ پیش آئے تو سیکنڈ کے اندر بریکنگ نیوز کے نام سے خبر آ جاتی ہے۔ دنیا اتنا قریب آ چکی ہے۔

جب میں نے پہلا حج کیا، اسی سال ایک شخص کا انتقال ہوا کعبے میں۔ ان کے گھر والوں کو بتانا تھا کہ ان کا انتقال ہو گیا ہے۔ ایک ہفتہ لگا تھا یہ خبر دینے کے لیے تیس سال پہلے کی بات ہے۔

اور اُس زمانے میں رشتہ دار حاجیوں کے ساتھ رابطہ خالی خط کے ذریعے رکھتے تھے۔ پندرہ دن میں خط جاتا۔ معلوم ہوا کہ پہنچنے خط لکھا اپنے کو کہ خیریت سے ہم پہنچ گئے۔ پندرہ دن کے بعد اس کو ملا اور اس نے خط لکھا کہ بابا کب آ رہے ہیں؟

جس دن یہ خط آیا تو اس دن ہماری واپسی کی فلائٹ تھی۔ اور آج، دو سال پہلے جو اس وقت خانہ کعبہ کے صحن میں تھے۔ جب میں طواف کر رہا تھا تو ایک جھگڑا ہو گیا۔ جھگڑا اس بات کا ہو گیا کہ ایک آدمی طواف کر رہا ہے جو قاہرہ کا رہنے والا ہے اور اس کے ہاتھ میں موبائل ہے جس میں تصویر آتی ہے۔ اس وقت وہ طواف کر رہا ہے اور اس وقت اس کی ساری فیملی قاہرہ میں بیٹھ کر دیکھ رہی ہے کہ وہ آدمی کہاں ہے اور کس طرح سے طواف کر رہا ہے۔ تو بعض لوگوں کو اعتراض ہوا کہ ہماری

عورتوں کی تصویر جا رہی ہے۔

اور اس سال تو ایک اور بات سامنے آئی، وہ یہ کہ خانہ کعبہ کا طواف ایک آدمی کر رہا ہے۔

دیکھئے ـــــ!

نماز کے اندر اگر آپ کو شک ہو گیا کہ میری کون سی رکعت ہے تو ہر شک سے نماز غلط نہیں ہے لیکن طواف اس میں سات چکر ہیں اس میں اگر آپ کو یہ شک ہو جائے کہ میرا کون سا چکر ہے؟ تو آپ کو دوبارہ طواف کرنا پڑے گا۔

اب کیا ہوا۔ اس سال واقعہ، ایک مسلمان تھا دنیا کے کسی علاقے کا، وہ طواف کر رہا تھا اور موبائل پر بات بھی چل رہی ہے اس میں چکرا گیا وہ۔

گھبرا کے کہا: طواف میرا غلط ہے دوبارہ کرنا پڑے گا۔ مجھے شک ہو گیا ہے۔ چوتھا چکر ہے یا پانچواں۔ تو وہاں پہ بیوی نے کہا: یہ پانچواں چکر ہے میں گن رہی ہوں۔ وہ بیٹھی ہے سیکڑوں میل دُور اور پورا ان کا طواف گن رہی ہے۔

دیکھئے ـــــ!

دنیا اتنی قریب آ گئی ہے، ایک گاؤں کی طرح لوگ ایک دوسرے کے قریب کھینچ کر آ گئے، مگر بعض اوقات لگتا ہے کہ یہ جملہ اتنا ہی غلط ہے۔ یہ جب موبائل اور ای میل۔

اب سنئے ـــــ!

اتنا قریب جیسے گاؤں میں، ایک گھر میں کوئی ہو تو سارے گاؤں کو پتہ چلتا ہے آج وہی دنیا کی حالت ہے۔

جب مَیں دیکھتا ہوں کہ دنیا اتنی قریب آ گئی، ہر ایک کو ہر ایک کی خبر ہے۔ بھائی کو نہیں پتہ کہ بھائی پر کیا گزر رہی ہے۔ اولاد نے والدین کو چھوڑ دیا ہے۔ وہ بیمار

ہیں یا صحت مند ہیں۔ ایک شہر میں رہنے والے والدین اور اولاد، کبھی دو چار مہینے میں موقع ملا تو چلے آئے، ان کو سلام کرنے کے لیے۔ وہ بھی اس لیے کہ والدین ہیں۔

بھائی کے لیے تو اتنا وقت بھی ہمارے پاس نہیں ہے۔ قریب آئے دنیا کے یہ ذور ہو گئی۔

آج سے پچاس سال پہلے جب کسی کو یہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ ماڈل ٹاؤن میں بیٹھے ہیں، شہر کے دوسرے حصے میں کیا ہوا؟ لیکن یہ ضرور معلوم تھا میرا باپ کس حالت میں ہے، میری ماں کس حالت میں ہے، میرا بھائی کس حالت میں ہے، میری بہن کس حالت میں ہے۔

آج تو جتنا بھائی کو بھائی کی حالت سے باخبر ہونا چاہیے اور جتنا اولاد کو والدین کی حالت سے۔ کراچی میں تو یہ سلسلہ شروع ہو چکا ہے اور لاہور میں بھی ہے۔ ہاں والدین ذرا بوڑھے ہوئے تو اولاد نے انھیں اٹھا کر وہاں بھیج دیا۔ اس انداز سے آج یہ والدین کے بارے میں لوگوں کا رویہ ہے تو چچا، بھتیجا، خالہ، بھانجا، بھانجی یہ بہت ذور کے رشتے اب مانے جائیں گے؟

لیکن پھر وہی بات ـــــ!

کبھی یہ رشتے اتنے ذور ہو جاتے ہیں کہ سگے بھائی کے لیے وقت نہیں ہے، ماں باپ کے لیے وقت نہیں ہے۔ ایک طرف، اب اتنا نفسانفسی ہے کہ کوئی رشتہ رشتہ نہ رہا، اور جہاں بے حجابی کی بات آجائے گی وہاں خالہ کی، چچا کی، ممانی کی، پھوپھی، ساس کی بیٹی بھی ہماری محرم بن جائے گی۔

کمپیوٹر بھی چکرا جائے، یہ کون سا رشتہ بنایا گیا ہے جہاں بے حجابی اور بے پردگی کی بات آجائے گی وہاں اتنا ذور کا رشتہ بھی قریب آجائے گا اور جہاں واقعتاً حق ادا کرنے کی بات آجائے وہاں تو کوئی پوچھتا نہیں۔

ذکرِ مصائب! (سیدہ زہراؑ کی شہادت)

دوسری مجلس کا وقت بہت قریب آ رہا ہے، میں بہت جلدی بات مکمل کرتا ہوں۔

شہزادی کس شخصیت کا نام ہے، معصومؑ کی حدیث ہے:

"اسرار الٰہی میں سب سے بڑا راز ہماری دادی تھیں"۔

مثل شبِ قدر ہیں، کوئی شب قدر کو نہ پہچان سکا، کوئی معرفتِ سیدہؑ نہ کر سکا، اتنی عظیم کہ اُم ابیھا قرار پا رہی ہیں، لیکن یہ بیٹی، ایک دن دیکھا جیسے ہی اعلانِ رسالتؐ ہوا تھا، عرب کی ساری عورتوں نے خدیجہؑ کا بائیکاٹ کر دیا۔

لیکن ـــــ!

آٹھ یا نو سال کے بعد ایک آدمی کی بیٹی کی شادی تھی ۔ اس نے کہا: کچھ بھی ہو جائے، میری غیرت برداشت نہیں کرتی، جو میری سب سے بڑی محسنہ ہے وہ میری شادی پہ نہ آئے؟ میں تو ان کو بلاؤں گا چاہے عرب کے سارے لوگ مخالفت کریں۔

چنانچہ اس کے گھر کی عورتیں شادی کا دعوت نامہ لے کر گئیں۔

اب شادی کا دن آیا، شہزادی خود دیکھ رہی ہیں کہ میری ماں آٹھ سال سے اکیلی اور تنہا ہے، اتنا دکھ تھا شہزادی کو۔

ایک دن گھر میں رسولؐ آئے تو جناب خدیجہؑ باتیں کر رہی ہیں، اکیلی خدیجہؑ! کس سے باتیں کر رہی ہیں؟

کہا: یا رسولؐ اللہ! جب سے یہ بیٹی میرے شکم میں آئی ہے مجھ سے شکمِ مادر میں باتیں کرتی ہے۔

شہزادی کا لقب ہے محدثہ، جس کی ایک تاویل یہ کی جاتی ہے محدثہ یعنی بات

کرنے والی۔ اتنا اپنی ماں کی تنہائی کا احساس۔

اور آج پہلی مرتبہ میری ماں کو کسی دعوت پر بلایا گیا تو ضرور وہاں جائیں گی۔ دیکھا تو تیاری ہو ہی نہیں رہی۔

اماں! شادی کا وقت قریب آ رہا ہے اور آپ تیاری نہیں کر رہیں؟

کہا: بیٹی! مجھے جانا ہی نہیں۔

کہا: کیوں؟

کہا: بیٹی اس لیے کہ آج کی عورتوں کو تو سال سے یہ بھی تجسس ہے کہ ہماری کیوں نہیں مانی خدیجہؓ نے، اور رسولؐ کا ساتھ دیا۔ اب دیکھیں! ان پہ کیا گزر رہی ہے، آج میں اگر اس بوسیدہ لباس میں جاؤں گی۔

اچھا ـــــ!

مجھے اپنی کوئی پرواہ نہیں، مجھے تیرا خیال ہے تو پہلی مرتبہ عرب کی عورتوں کے سامنے جائے گی اور جب وہ اتنا پھٹا پرانا لباس تیرے بدن پر دیکھیں گی تو کیا تیرا مذاق نہ اُڑائیں گی؟

کہا: مادرِ گرامی! آپ کس بات کے لیے فکر مند ہیں؟ میرے پاس کائنات کا بہترین لباس ہے، میں وہ پہن کر جاؤں گی۔

جنابِ خدیجہؓ حیران ہو گئیں، کہا: بیٹی! مجھے پتہ ہے تیرے پاس کوئی لباس نہیں ہے۔ ایک وہی بوسیدہ کُرتہ جو تو چار سال سے پہن رہی ہے۔

کہا: اے مادرِ گرامی! ایک دن مئیں بیٹھی تھی کہ میرا بابا میرے پاس آیا اور کہا: بیٹی! کیا تجھے پتہ ہے جو میرا کلمہ پڑھتی ہے اس عورت کے لیے بہترین لباس کیا ہے؟

کہا: بہترین لباس ایک مومنہ کے لیے تقویٰ کا لباس ہے۔

ایک اور موقع پر میرا بابا میرے پاس آیا، کہا: بیٹی! تجھے پتہ ہے کہ مجھ سے

محبت کرنے والی عورتوں کے لیے بہترین زیور کیا ہے؟

کہا: میری اطاعت کرنے والی عورت کے بہترین زیور شرم وحیا کا ہے۔

بس ــــــ!

ایک جملہ میں شہزادی سے کروں اور بات کو ختم کروں: شہزادی! آپ کی مادر گرامی عرب کی ملکہ تھیں، لیکن آپ نے ہمیشہ بوسیدہ اور پرانے لباس پہنے۔

لیکن بہرحال ــــــ!

جیسے بھی لباس تھے، وہ سردی اور گرمی کے لیے کافی تو ہوتے تھے۔ ہائے! وہ آپ کی پوتی سکینہؑ وہ جو کربلا سے جو کرتہ پہن کر گئی۔

عزادارو ــــــ!

خالی کرتے کی بوسیدگی کی بات نہیں ہے، شام غریباں اسی کرتے میں آگ بھی تو لگ گئی تھی۔

ہاں عزادارو ــــــ!

یہ زہراؑ تھیں اور یہ سکینہؑ تھیں۔ جلا ہوا کرتہ پہن کر اسی طرح کربلا سے چلی جب شام میں سکینہؑ مر گئی تو پہنانے کے لیے کفن بھی نہ تھا۔ محمدؐ کی پوتی اسی جلے ہوئے کرتے میں دفن کی گئی۔

کرتہ پرانا ہے، کرتہ جلا ہوا ہے، مگر اس کرتے میں ایک اور چیز بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ جب سیدانیوں کا لٹا ہوا قافلہ کربلا سے کوفہ چلا تھا نا، تو سکینہؑ کو تنہا اونٹ پہ بٹھایا گیا تھا۔ وہ جنگل میں ایک جگہ گر گئیں تھیں جس کے مصائب الگ ہیں۔ جب زینبؑ ڈھونڈ کر لائیں۔

تو شمر نے کہا: اے شمر! اب تو نے دیکھ لیا کہ یہ بچی اکیلی اونٹ پر نہیں بیٹھ سکتی۔ یہ گر جائے گی۔ اب تو اسے میرے ساتھ بٹھا دے۔

شمر نے کہا: زینبؑ! ہم نے انتظام کر لیا ہے، سکینہؑ نہیں گرے گی۔

وہ شمر ملعون ایک رسّی لے کر آتا ہے، سکینہؑ کو اونٹ کی پیٹھ پر الٹا لٹاتا ہے، رسّی کے ذریعے سے ننھی سکینہؑ کو اونٹ سے باندھتا ہے۔ اونٹ پر جب رسّی سے باندھی گئی، نتیجہ یہ نکلا کہ کوفے کے قریب یہ رسّی کھل گئی تو زینبؑ نے دیکھا کہ سکینہؑ کا پورا جسم خون وخون ہے۔

اب زینبؑ نے پلٹ کر فرات کو دیکھا، کہا: بھائی! ذرا آکے دیکھ لے، ارے تیری سکینہؑ پہ کیا گزر رہی ہے۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوٓا اَیَّ مُنقَلَبٍ يَّنقَلِبُونَ

maablib.org

مبلغ اسلام حضرت علامہ

صادق حسن نجفی مدظلہ العالی

maablib.org

ادارہ منہاج الصالحین لاہور